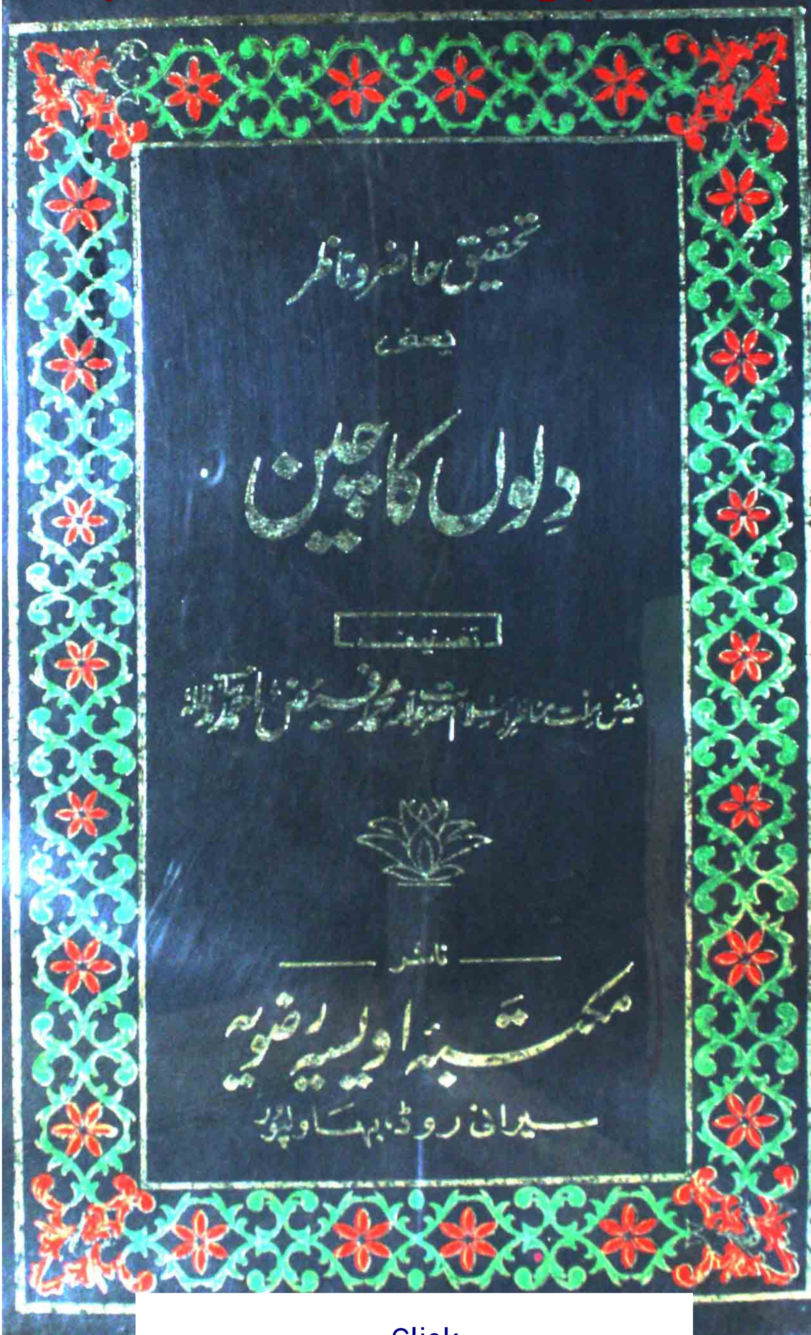

تحقیق حاضر و ناظر
یعنی
دلوں کا چین
تصنیف
فیض ملت مناظر اسلام حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ
ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی روڈ، بہاولپور

تنشیط الخواطر
فی
تحقیق الحاضر والناظر
عرف
دلوں کا چین

تصنیف

حضرت مولانا الحاج محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

باہتمام صاحبزادہ محمد عطاء الرسول اویسی

مکتبہ اویسیہ رضویہ۔ سیرانی روڈ۔ بہاولپور

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

اسلام کے عشاق غور فرمائیں کہ اہلسنت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات سے خوش ہو کر اپنی کتابوں کے نام بھی ایسے رکھتے ہیں جن سے عشق کا رنگ نظر آتا ہے مثلاً فقیر نے حاضر و ناظر کے اثبات میں کتاب کا نام رکھا ہے۔ تنشط الخواطر فی تحقیق الحاضر و ناظر، "عرف دلوں کا چین۔ اور مخالف نے اس کمال کی نفی میں کتاب کا نام رکھا۔ تبرید النواظر۔ عرف آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اب فیصلہ اسلام کے نام لیوا کے ہاتھ میں ہے کہ کمالِ رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم) سے دل کا چین چاہیئے تو پڑھیئے ہماری کتاب "دلوں کا چین" ورنہ آنکھوں کی ٹھنڈک کی بجائے جہنم کی آتشی سلائیاں آنکھوں میں .....

وما علینا الا البلاغ المبین
محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

مقدمۃ الکتاب

عقائد دربارہ حاضر و ناظر

دیوبندی، وہابی، غیر مقلدین، احراری، تبلیغی، غلام خانی، مودودی پنجیری اور پرویزی سب کے سب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات مبارکہ اور فضائل عامہ بالخصوص حاضر و ناظر کے نہ صرف منکر بلکہ اسکے قائل کو کافر، بدعتی، مشرک، بے دین بریلوی وغیرہ وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ انکے اقوال انکی مذہبی کتابوں میں عام ملتے ہیں۔ مزید تبصرہ باحوالہ جات کی اگرچہ ضرورت نہیں لیکن نمونہ کے طور چند ایک ملاحظہ ہوں۔

۱۔ دیوبندیوں کے شیخ القرآن غلام اللہ خان اپنی کتاب جواہر القرآن ص۲ پر لکھتا ہے۔ اشعار

اگر حاضر ہوتے بہ ہر جا نبی
تو کشف و وحی کی نہ کچھ غرض تھی
نبی کو جو حاضر و ناظر کہے
بلا شک شرع اس کو کافر کہے

یہ عبارت ایک دیوبندی سرفراز گکھڑوی نے

حاضر و ناظر کے بارے میں اسلاف کا عقیدہ

فقیر نے سابقہ سطور میں ناظرین کو باور کرانے کے لیے مخالفین کی تصریحات پیش کی ہیں۔ اب فقیر دیوبندی، بریلوی اختلاف سے ہٹ کر ان اکابر کی تصریحات پیش کرتا ہے جن پر نہ صرف امتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ناز ہے بلکہ خود آقائے دو جہاں فخرِ موجودات، مولائے کل، حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم جنہیں امت کے محبوب نگران اور اپنی مسندِ عالی کا بہترین جانشین بتاتے ہیں۔

شیخ محقق سیدنا شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

و با چندیں اختلافات و کثرتِ مذاہب کہ در علمائے امت۔ یک کس را اختلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم با حقیقت و بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر است۔ (اقرب التوسل بالتوجہ الیٰ سید الرسل بر حاشیہ اخبار الاخیار صـ ۱۵۰)

یعنی باوجودیکہ علمائے امت میں اختلاف اور مذاہب کی کثرت ہے لیکن اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی حقیقی زندگی میں بلا تاویل بغیر احتمال مجاز کے دائم اور باقی ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

علیہ وآلہ وسلم لا یخلو منہ مکان ولا زمان ہے۔

سبحان اللہ! کیا ہی پیارا نام ہے کہ جس سے موضوع مسئلہ خود بخود سامنے آجاتا ہے یعنی اہل اسلام واہل ایمان میں معرفت پیدا کرنا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ اور ہر آن حاضر و ناظر ہیں۔ فقیر اسی رسالہ کے اقتباسات اسی کتاب کے آخر میں پیش کریگا اور یہ رسالہ "جواہر البحار علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جلد دوم کے ص ۱۱۱ میں موجود ہے۔ اہل علم وعربی دان حضرات خود مطالعہ کر کے "اختلاف دیوبندی و بریلوی" کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر جگہ اور ہر آن حاضر و ناظر ہونے کا ہے۔ لیکن یار لوگ اسے کفر وشرک اور بدعت اور نامعلوم کیا کیا کہتے ہیں اور وہ بھی صرف فضائل و مناقب لکھتے ہوئے اختصار کر گئے۔ اگر انکے زمانہ میں یہی "وہابی دیوبندی" ہوتے یا انکے زمانہ میں حاضر و ناظر کا کوئی منکر ہوتا تو جیسے قدریہ، جبریہ، مجسمہ، معتزلہ" کی تردیدیں لکھ کر انکا ستیاناس کیا اسی طرح انکا بھی بیڑا غرق کرتے لیکن ہماری بدقسمتی سے یہ منحوس فرقہ ہمارے دور میں پیدا ہو گیا۔ لیکن ہمارے دور کے علماء کرام بھی خاموش نہیں بیٹھے۔ جونہی دیوبندی وہابیہ نے حسب دستور کمالات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن میں حاضر و ناظر بھی ہے کا انکار کیا تو صرف اسی موضوع پر سینکڑوں کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ فقیر اویسی غفرلہ کی یہ کتاب "ان بحار ذخائر" سے ایک قطرہ سمجھئے۔

حاضر و ناظر کا عقیدہ اور اُس کی توضیح

ہمارا عقیدہ اس مسئلہ میں وہی ہے جو ہمارے اسلاف کا ہے۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کائنات کے ہر ہر ذرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر ہیں جس کی تقریر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں فرمائی ہے۔

احدها انه من باب تعدد الصور بالتمثيل والتشكل كما يقع للجان۔	۱۔ پہلا یہ کہ مثالی صورت مختلف شکلیں اختیار کر کے متعدد مقامات پر موجود ہونا جیسے جنات کے لیے ہوتا ہے۔

الحاوی للفتاوی ص ۲۲۵ ج ۲۔ (۲)

والثاني انه من باب طي المسافة و زوي الارض من غير تعدد فيراه الرائيان كل زمان وهي حقيقة واحدة لان الله طوى الارض و رفع الحجب المانعة من الاسطراق فظن انه في مكان واحد و هذا احسن ما يحمل عليه حديث	طی المسافۃ وطی الارض کے قبیل سے ہو کر ہر ایک دیکھنے والا اپنے مقام سے دیکھے حالانکہ وہ ایک جگہ پر ہو یا اسطور کہ اللہ تعالیٰ زمین کو لپیٹ کر درمیانی حجابات ہٹا دے۔ پھر لوگوں کو گمان ہو کہ مختلف مقامات ہیں حالانکہ وہ ایک مقام پر ہوتا ہے۔ اسی پر بہتر بن تقریر ہو گی۔ اس حدیث شریف کی۔ جب کہ شب

رفع بيت المقدس حين راه النبي صلى الله

والثالث انه من باب عظمة جثة الولي بحيث ملاء الكون فشوهد في كل مكان كما قدر بذالك شان ملك الموت ومنكر نكير بحيث يقبض من مات في المشرق والمغرب في ساعة واحدة و يسئال من قبر فيهما في الساعة الواحدة فان ذالك احسن الاجوبة في الثلاثه۔

معراج کے سفر کی واپسی پر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا۔

اصلی جثہ موٹا پن اختیار کرے یہاں تک کہ تمام عالم کو محیط ہو جائے۔ جیسے ملک الموت اور منکر نکیر کے متعلق علماء کرام تقریر کرتے ہیں کہ ملک الموت ایک ہی آن میں اہل مشرق و مغرب کی ارواح قبض کر لیتا ہے اور منکر نکیر ایک ہی وقت میں بے شمار اہل قبور سے سوال کرتے ہیں۔ یہ تقریر پچھلی دونوں تقریروں سے اعلیٰ ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ ص۲۳۶ ج ۱)

تنبیہ: یہ تقریر علامہ موصوف نے ولی اللہ کے متعدد مقامات پر موجود ہونے کے لیے بیان فرمائی ہیں اور پھر اس پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل فرمائے۔ چنانچہ اس موضوع کا ایک مستقل رسالہ تیار ہو گیا۔ جسکا نام "المنجلی فی تطور الولی" ہے لیکن افسوس کہ موجودہ دور کا دیوبندی، وہابی، مودودی، تبلیغی

مدعی اسلام ہو کر اپنے پیارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے مراتب ماننے والے پر کفر کی مشین چلا دیتا ہے حالانکہ ولی نبی سے بہت کم درجہ ہے۔ اور یہاں تو معاملہ نہ صرف ولی نبی کا ہے بلکہ امام الانبیاء والاولیاء حبیب اللہ عرشِ علیٰ کے دولہا، کونین کا آقا، ثقلین کا آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں

ازالہ وہم وھابیہ دیوبندیہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت مطہرہ ہر ایک کے سامنے ہر جگہ موجود ہے اور چل پھر رہی ہے۔ بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے ہر جزو میں موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح روح دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حقیقتِ منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے جس کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور اہل اللہ اکثر و بیشتر بحالتِ بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے آپکی زیارت کرتے رہتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں اپنی نظرِ عنایت سے محظوظ فرماتے ہیں۔

جیسا کہ بعض حکایات فقیر نے "حیٰوۃ الانبیاء" بیہقی کی شرح میں درج کیے ہیں اور یہ بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اور نورِ نبوت سے سے بعید نہیں کہ آنِ واحد میں مشرق و مغرب، شمال اور جنوب، تحت و فوق، تمام جہات و امکنہ متعددہ لاتعداد ولاتحصی میں سرکار اپنے مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہِ کرم کی رحمت و برکت سے سرفراز فرمائیں۔

مناظرانہ گفتگو

ہمارے ان اصولوں سے عدم واقفیت کی وجہ سے دیوبندی عوام کو قسم قسم کے خدشہ جات میں مبتلا کرتے ہیں۔ مثلاً عوام کو کہتے ہیں کہ اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ خالی ہو گا۔ معراج کو گئے تو مکہ خالی تھا۔ غزوات پر گئے تو پیچھے مدینہ خالی تھا وغیرہ نیز کہا کرتے ہیں کہ اس حاضر و ناظر کے عقیدہ کی رو سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت کرنا اور نقل و حرکت کرنا باطل ٹھہرتا ہے اور جناب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک، نیز معراجِ مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اسی طرح جنگ بدر، جنگ احد، خیبر، تبوک، حنین اور طائف وغیرہ کا سفر کرنا۔ نیز حج و عمرہ وغیرہ کا کرنا بلکہ گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک اور مدینہ کی ایک گلی سے دوسری گلی تک اور ایک کوچہ سے دوسرے کوچہ تک آنا جانا بالکل باطل ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جب آپ حاضر و ناظر تھے تو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا کیا مطلب؟ اور جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے یکے بعد دیگرے سب آسمانوں کی ایک ہی رات میں بجسدِ عنصری اور بحالتِ بیداری سیر کرنے اور معراج کا کیا مطلب؟ اس خبیث و ناپاک عقیدے کے بموجب نہ تو آپ مہاجر ہو سکتے ہیں اور نہ صاحب معراج۔ (العیاذ باللہ)

غرضیکہ آپ کے تمام سفر جو ہجرت، جہاد اور معراج وغیرہ کے لیے ہوئے تھے سب کا انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب آپ ہر ایک جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں ہی رہے پھر ہجرت کیسی رہی علیٰ ہذا القیاس، دوسری اشیاء کو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔ اور اسی سے ان بنا سپتی حنفیوں اور گندم نما جو فروش مجبوں کی عقیدت اور محبت کا تو اندازہ

کر لیجئے کہ ایک طرف قرآن کریم اور حدیث صحیح کا انکار کیا جاتا ہے اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت، جہاد اور حج وغیرہ کا انکار لازم آتا ہے۔

یہ تمام اعتراضات دیوبندیوں کے بڑے مصنف اور مایۂ ناز مؤلف گکھڑوی کے ہیں۔ جو اس نے بڑی عرق ریزی کر کے "آنکھوں کی ٹھنڈک" نامی کتاب لکھی اور اس کے ص ۲۱، ۲۲ پر یہ مدلل تقریر تحریر فرمائی اور اس کا ہم اہلسنت کو بنا سینی، حنفی اور گندم نما جو فروش" لکھنا قابلِ صد آفرین و تحسین ہے اسی سے ناظرین غور فرمائیں! کہ دیوبندی اپنے آپکو نہایت سنجیدہ طبقہ ظاہر کرتا ہے لیکن حقیقت سے آشنا حضرات کو معلوم ہے کہ یہ جتنا چپ شاہ ہیں اتنا شدید ترین غلیظ اور گندی گالی دینے اور لکھنے کے استاد ہیں۔ تفصیل فقیر کے رسالہ سبی دیوبندی یا شیعہ میں دیکھئے۔

لطیفہ جیسے سرفراز گکھڑوی یہ القابات ہمیں عنایت فرما رہا ہے۔ یہی القابات غلام خانی پارٹی عام دیوبندیوں کو عنایت فرماتی ہے۔ لیکن دیوبندی بچا نہ سکا اسے اُگل دیا۔ اور وہی کیچڑ ہم غریبوں پر ڈال دیا۔ تفصیل کے لیے مذکورہ بالا رسالہ دیکھئے

بہتان تراشی کا نمونہ

ناظرین! ہمارے عقیدہ کی تقریریں مذکورہ بالا پڑھنے کے بعد اب مخالفین کا ہمارے خلاف بہتان تراشی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے کہ "فریقِ مخالف کی اس چال گورکھ دھندے کے سمجھنے سے ہم قاصر ہیں کہ کسی کو تو کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ہر وقت اور ہر ایک کے لیے حاضر و ناظر ہیں اور کبھی کسی وقت حاضرین جلسہ سے کھڑا ہونے کا حکم فرمایا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ باادب کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی کو کہہ دیتے ہیں کہ مجالس مولود میں آپ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور کسی سے کہہ دیتے ہیں کہ جس آدمی کا تعلق اور رابطہ آپ سے قوی ہوتا ہے اس کے لیے آپ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور کسی کو لطائف اور امثال کے منطقی محاورات میں الجھا دیا جاتا ہے اور کبھی کسی کو طے الارض کی مستند یا غیر مستند کرامات سے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اور ان جزوی اور شخصی واقعات سے قاعدہ کلیہ بنا کر عامۃ المسلمین کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

ہیرا پھیری نہ صرف گکھڑوی اپنی کتاب ہذا میں چکمہ بازی اور ہیرا پھیری کر رہا ہے بلکہ تمام چھوٹے بڑے دیوبندی اصلی اور ڈالڈے اور وہابی اور چٹے اور گلابی، مودودی، نیچری اور نجدی سب کے سب اسی طرح کا عوام سے کھیل کھیلتے ہیں انکی ان افترا بازیوں، دھوکہ سازیوں اور فریب کاریوں کا ہمارے ہاں صرف یہی جواب ہے کہ ہم کہیں "هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ"[۱]۔ اور انہیں یہ بھی پڑھ کر سنا دیں کہ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ[۲]۔ ورنہ ہم نے اپنا عقیدہ کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ اگر کوئی جھوٹا افترا کر کے کسی کو جس طرح کہتا رہے تو وقتی طور پر تو کامیاب ہو گا۔ لیکن مرنے کے بعد اسکا حشر بہتانوں اور مفتریوں کیساتھ ہو گا۔

۱۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔
۲۔ بیشک بہتان تراشی وہی کرتا ہے جو بے ایمان ہوتا ہے۔

لطیفہ ہم نے اپنا عقیدہ آئینے سے صاف شفاف طریق سے پیش کر دیا ہے اب دیوبندیوں سے کہا جائیگا کہ تم اپنا عقیدہ صاف اور واضح بتاؤ کہ کیا حاضر و ناظر حضور علیہ السلام کے کمالات کے منافی ہے؟ اگر منافی ہے تو کیوں؟ اور ماننے والا مشرک ہے یا کافر یا مومن؟ اگر مشرک ہے تو نص قطعی قرآن و حدیث سے ثابت کرو جس میں لکھا ہو کہ حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر ماننے والا، کافر یا مشرک ہے۔ اگرچہ، چنانچہ، مگر اور لیکن کی گاڑی نہ چلانے دینا۔ بلکہ کسی کو کافر و مشرک کہنا عقیدہ ہے اور عقائد نصوص قطعیہ اور تصریحات غیر ظنیہ سے ثابت ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان میں اخبار احادیث (عام احادیث اگرچہ صحاح ستہ بھی ہوں) نا قابل قبول ہیں۔

اگر وہ کہیں کہ حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر ماننے والا کافر و مشرک ہے تو فقیر کے درج کردہ حوالہ جات میں ہزاروں علماء، مشائخ، فقہاء مفسرین و محدثین کی فہرست پیش کر کے دستخط کرالیں کہ کیا وہ حضرات بھی تمہارے اس فتویٰ کی زد میں ہیں یا صرف غریب اہلسنت (بریلوی) پہ غصہ و رنج ہے۔

اگر مجبور ہو کر کہیں کہ ہم حاضر و ناظر ماننے والوں کو (بآں معنیٰ کہ ہم نے عقیدہ کے بیان میں لکھا ہے) کو کافر نہیں کہتے اور بحمدہٖ تعالیٰ اصولی طور پر کہہ بھی نہیں سکتے تو پھر ان سے کہو کہ جھگڑا کیسا۔

(ف) اگر کسی دوست نے فقیر کا طریقہ مذکورہ یاد رکھ کر موقعہ پر ہر مخالف کے ہر مسئلہ مذکورہ بالا شرائط لکھوائے تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے مخالف کا عقل ٹھکانے لگ جائیگا۔ آزما کر دیکھئے۔

دیوبندیوں کی بڑ جب ختم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر تو اہلِ حق سے بارہا فریق مخالف نے مناظرہ (مکابرہ) اور مجادلہ بھی کیا ہے۔ اور اہل حق کی تکفیر بھی کی ہے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔

سراسر جھوٹ ہم اہلسنت پر یہ دوسرا جھوٹ ہے۔ ہم اہلسنت نے اِن غریبوں کو حاضر و ناظر و علمِ غیب کلی۔ نور بشر وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ انکے اکابر نے ان عباراتِ کفریہ پر لگایا ہے جسے آج وہ خود بھی مانتے ہیں کہ واقعی وہ عبارات کفریہ ہیں۔ تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب "کافر دیوبندی یا بریلوی" کا مطالعہ کیجئے۔

باقی رہا مناظرہ گکھڑوی بے چارہ کس باغ کی مولی! اسکے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کو زندگی میں فیصلہ کن مناظرہ کے لیے لاہور بلایا گیا اس نے مناظرہ کی شرائط بھی طے کرلیں۔ لیکن تھانوی تھانہ میں ہی رہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "تذکرہ علمائے اہلسنت" میں ہے۔

خلاصہ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں۔ کائنات تمام آپکے سامنے ایسے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ یہ قرب و بعد، دور کی مسافات اور درمیانی حجابات ہمارے لیے ہیں نبوت، ولایت کے مراتب کے لیے یہ قیود ختم کردیئے جاتے ہیں۔

یا یوں سمجھاؤ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت و روحانیت کائنات کے ذرے ذرے پر جلوہ افگن ہے۔

یہی دونوں تقریریں آسان اور عوام کے سمجھنے سمجھانے کے لیے سہل اور مناظرہ میں مخالف کو چنے چبوا دینے کا بہتر طریقہ ہے۔

اپنے عقیدہ کو مضبوطی اور دلائل قویہ سے واضح کرنے کے بعد مخالفین کے دو تہائی سے زائد دلائل مٹ کر خاک ہو جائیں گے۔ (انشاءاللہ) آنکھوں کی ٹھنڈک دیوبندیوں کی مایہ ناز کتاب کے اکثر دلائل اسی عقیدہ کی ناسمجھی پر لکھے گئے ہیں اگر کوئی صاحب نظر کتاب مذکورہ کو بہ نظر انصاف دیکھے تو فقیر کے بتائے ہوئے عقیدہ سے کتاب مذکور کو دلوا ریہ دے مارے گا۔ (انشاءاللہ تعالےٰ)

حاضر کا لغوی معنیٰ

لغت میں حاضر بمعنی کھلم کھلا اور بے پردہ آنکھوں کے سامنے آجانے والا کے استعمال میں ہوتا ہے۔ یہ صیغہ اسم فاعل مشتق از "الحضور" ہے جو غیبۃ کی نقیض ہے اہل عرب کہتے ہیں حضرت القاضی امرأۃ "المختار" یعنی قاضی کے سامنے عورت حاضر ہوئی اور صراح ص ۱۵۹ میں ہے کہ حضور حاضر شدن نقیض الغیبۃ، یعنی حضور بمعنی حاضر ہونا اور وہ نقیض غیبۃ کی ہے اور المنجد ص ۱۳۴ میں ہے کہ الحضر والحضرۃ خلاف الغیبۃ بمعنی حاضر ہونا غیبہ کی نقیض ہے علاوہ ازیں حاضر بمعنی پہلو اور نزدیکی صحن، حاضر ہونے کی جگہ وغیرہ، چنانچہ المنجد ص ۱۳۴ "الحاضر" بمعنی الجنب" یعنی پہلو القرب" قریب ہونا" الفناء" صحن" مکان الحضور۔ حاضر ہونے کی جگہ "ذات الحاضر" فلاں خود بعینہٖ کھلم کھلا موجود ہے۔

اور حاضر بمعنی بڑا قبیلہ، شہروں اور بستیوں میں رہنے والا" اسی المنجد ۱۳۴ اور مجمع بحارالانوار" جو احادیث کی لغت کی نہایت معتبر اور

مستند کتاب ہے اسکے صفحہ ۲۷۵ ج ۱۷ میں موجود ہے۔ الحاضر بمعنی بہت بڑا قبیلہ و ساکن الحضر خلاف البادی یعنی شہر کا باشی دیہاتی کی ضد بمعنی المقیم فی المدن والقری۔ وغیرہ اور لغت قرآن کی مشہور کتاب مفردات راغب مطبوعہ مصر صفحہ ۳۷۲ صفحہ ۳۷۳ میں ہے۔ الغیب مصدر غابت الشمس وغیرھا اذا استترت عن العین یقال غاب عنی کذا قال اللہ تعالیٰ ام کان من الغائبین واستعمل فی کل غائبۃ عن الحاسۃ۔ (یعنی الغیب غابت الشمس کا مصدر ہے جب سورج وغیرہ آنکھ سے اوجھل ہو جائے۔ یعنی نگاہوں کے سامنے نہ رہے۔

تو محاورات عرب میں "غابت الشمس" کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ مالی لا اری الھدھد" یعنی کیا میں ہدہد کو نہیں دیکھتا۔ ام کان من الغائبین کیا وہ غائب ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز سامنے نہ ہو یعنی حواس سے دور آنکھوں سے پوشیدہ ہو اسے غائب اور غیب کہتے ہیں جب یہ ثابت ہو گیا کہ حاضر غائب کی ضد ہے اسکے بعد یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غائب اسے کہتے ہیں جو حواس سے دور اور نگاہوں کے سامنے نہ ہو۔ تو اب یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ حاضر اسی کو کہا جائیگا جو حواس سے پوشیدہ نہ ہو اور کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے موجود ہو۔

ناظر کا لغوی معنی ناظر، نظر سے مشتق ہے تقلیب البصر والبصیرۃ لادراک الشئی و رویتہ وتدبراہ بہ

التامل والفحص وقد يراد به المعرفة الحاصلة بعد الفحص وهوا الرویئة هکذا فی المفردات للامام الراغب.
ص ۵۱۷)

یعنی کسی چیز کو ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر و بصیرت کو پھیرنا۔ اسکے علاوہ نظر سے کبھی تامل و تلاش کے معنی بھی مراد لیے جاتے ہیں اس سے وہ معرفت اور رویئت مراد ہوتی ہے جو تلاش کے بعد حاصل ہو۔

اسی طرح "مختار الصحاح ص ۲۹" میں ہے۔ النظر والنظرة ان بفتحتین تامل الشئی بالعین۔ یعنی کسی شے میں غور و تامل کرنا اور "المنجد ص ۱۸۸" میں ہے کہ نظر وا نظراً و منظراً و منظرة ومنظارا و نظرانا العبرہ و تاملہ بعینہ نظر نظراً فی الامر تدبرہ و فکر فیہ یقدرہ و بقیہ الشئی۔
ترجمہ: وہی ہے جو اوپر گزرا

اور کبھی آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی جس میں آنکھ کا تِل ہوتا ہے کو ناظر کہا جاتا ہے اور کبھی آنکھ کو ناظرہ کہا جاتا ہے "صراح" میں ہے۔ نظر، نظر بفتحتین، نظران نگریستن در چیزے بتامل یقال نظرت الی الشئی بمعنی دیکھنا اور کسی چیز میں غور و تامل کرنا، جیسے اہل عرب کہتے ہیں۔ نظرت الی الشئی۔ میں نے فلاں شئے غور و فکر سے دیکھی۔

ازالہ وہم اسی لغوی معنیٰ کی بنا پر اسکا اطلاق صرف اور صرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے ہو گا اللہ تعالیٰ کے لیے لغتہً اسکا استعمال ناجائز ہے البتہ بتاویل جائز ہے جیسا کہ شامی رحمہ

اللہ نے لکھا کہ۔

فان الحضور بمعنی العلم شائع ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم والناظر بمعنی الرؤیۃ الم یعلم بان اللہ یری فان المعنی یا عالم من رای۔ (بزازیہ)

کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بمعنی علم مشہور ہے۔ قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب چوتھا ہوتا ہے۔ اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے۔ رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے۔ پس اسکے معنیٰ یہ ہوئے کہ اسے عالم دیکھنے والے (لیس بکفر) کی وجہ یہ ہے کہ یا حاضر یا ناظر میں تاویل ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ "حضور" علم کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم۔ کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ انکا چوتھا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ کوئی فرد علم الٰہی سے باہر نہیں اسی طرح حاضر یا عالم کے معنی میں ہو گیا اور نظر رؤیۃ کے معنی میں مستعمل ہے اور رویۃ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے الم یعلم بان اللہ یری۔ لہٰذا یا حاضر و یا ناظر یا عالم و یا من یری کے معنیٰ میں ہوا۔ درمختار جلد اول باب کیفیت الصلوۃ میں ہے ویقصد بالفاظ التشہد الانشاء کانہ یحیی علی اللہ و یسلم علی نبیہ نفسہ التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے۔ گویا کہ نمازی رب کو تحیت اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض

کر رہا ہے۔ شامی میں اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں اَیْ لَا یَقْصِدُ الْاَخْبَارَ وَالْحِکَایَتَهٗ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمِنَ الْمَلٰئِکَتِهٖ۔ یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے۔ جو کہ حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ تمام عالم پر نگاہ رکھنا۔ ہر جگہ آناً فاناً سیر کرنا۔ ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا۔ یہ وہ صفات ہیں جو رب نے اپنے بندوں کو عطاء فرمائی ہیں۔ ثابت ہوا کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کیونکہ شرک کہتے ہیں۔ خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ماننا یہاں یہ نہیں۔ مزید تفصیل آئندہ اوراق میں پڑھیئے۔

خلاصتہ البحث

چونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس فرض ہے اسی لیے ہر وہ لفظ جو اللہ تعالیٰ کی تقدیس کے خلاف ہو اسکا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا اگر کوئی شخص بلا تاویل اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرے تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے اسی لیے فقہاء کرام نے اللہ پر لفظ حاضر و ناظر کا اطلاق بلا تاویل کفر کہا۔ جس دور میں اس لفظ کو کفر کا فتویٰ دیا گیا اس دور میں بلا تاویل اللہ کو حاضر و ناظر کہا جانے لگا اور ان الفاظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر عام ہو گیا۔ علمائے امت اور فقہاء ملت نے ان کلمات کے اللہ تعالیٰ پر بلا تاویل بولنے کو ناجائز اور حرام بلکہ کفر تک قرار دے دیا۔ کیونکہ ان الفاظ کے حقیقی اور وضعی معنٰی میں جسم و جسمانیت

لہ مفردات راغب النظر تقلیب البصر والبصیرۃ لادراک الشی درویتہ۔ یعنی نظر

اور حدوث وامکان پائے جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وجوب اور اسکی تنزیہ و تقدیس پر حرف آتا ہے۔ اور شانِ الوہیت کو بٹہ لگتا ہے لہٰذا عموم بلوٰی کی بنا پر محتاط علماء فقہ نے حاظر و ناظر کے تاویلی معنیٰ کا اعتبار کر کے ان کلمات کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز قرار دیدیا۔ اور کفِ لسان کے مختار و مرضی مسلک پر عمل کیا۔ چنانچہ درمختار میں ہے "یا حاضر و یا ناظر لیس بکفر" کہ اللہ تعالیٰ کو یا حاضر اور یا ناظر کہنا کفر نہیں۔ اس پر علامہ سید محمد بن عابدین شامی اپنی مشہور کتاب ردالمحتار ص ۲۳۵ ج ۳ پر رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہہ کر خطاب کرنا کفر نہیں۔ اس لیے کہ :۔

فان الحضور بمعنی العلم شائع ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم والنظر بمعنی الرویۃ الم یعلم بان اللہ یری فالمعنی یا عالم. (بزازیہ)

تحقیق لفظ حضور علم کے معنیٰ میں شائع ہے جیسا کہ آیتہ قرآنیہ سرگوشی کرنے والوں میں کوئی تین نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہے اور نظر بمعنی روئیت جیسا کہ قرآن میں ہے۔ کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ دیکھتا ہے پس یا حاضر و یا ناظر کے تاویلی معنیٰ اے عالم! اور اے دیکھنے والے! کے ہوئے

کے معنی ہیں۔ کسی چیز کا ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے آنکھ اور بصیرت کو پھیرنا۔ مختار الصحاح ص ۶۹۱ والنظر والنظران تامل الشئ بالعین یعنی نظر اور نظر انکے معنی ہیں آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تامل کرنا۔ اور یہی معنیٰ صراح ص ۲۱۴ میں مرقوم ہیں۔ اویسی غفرلہ

(ف) یہ حقیقت ہے کہ حاضر و ناظر کا بلا تاویل اللہ تعالیٰ پر بولنا حرام و ناجائز بلکہ کفر ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص اسماء ہوں اور ان کے لیے کسی اور پر بولنے سے شرک لازم آئے۔ مگر کمالات انبیاء کے منکر ہیں کہ حاضر و ناظر کے کلمات کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کرنا کفر و شرک قرار دیئے جا رہے ہیں یہ لوگ قرآن و حدیث، اطلاقات شریعت اور حقائق لغت عربیت سے کس قدر جاہل ہیں۔ یہ علم و عقل سے عاری اتنا نہیں جانتے کہ یہ ہر دو کلمات اپنے اصلی اور حقیقی معنیٰ کی رو سے ایسی ذات پر بولے جاتے ہیں جو جسم و جسمانیت رکھتی ہو اور لوازم حدوث و جسمانیت سے متصف ہو بلکہ موجودہ دور کے نام کے مدعیان توحید بضد ہیں کہ حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کے اسماء مخصوصہ میں سے ہیں۔ یہ بے چارے اپنے امام اور اپنے دیگر اکابر کی بے جا حمایت اور تقلید میں کچھ ایسے حواس باختہ اور از خود رفتہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو العیاذ باللہ لوازم جسم اور عیوب امکان و حدوث سے متصف جانتے ہیں اور الٹا اہل حق کے عقائد صحیحہ پر لے دے کرتے اور ان پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔

جیسے آج کل انکا یہ مشغلہ ہے کہ اہلسنت (بریلوی) اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ اسے کافر کہتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں "ملاّ فی سبیل اللہ" فساد، بلکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننے والے کو بدعتی کہتے ہیں چنانچہ انکے پیشوا مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔ اپنی کتاب ایضاح الحق مطبع فاروقی ۱۲۹۷ھ کے صفحہ ۳۵، ۳۶ پر لکھتے ہیں۔

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت

ومحاذات (الی قولہ) ہمہ از قبیل بدعت حقیقۃ است۔ اگر صاحب آں اعتقاداتِ مذکورہ از جنسِ عقائد دینیہ می شمارد!

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کو زمان مکان اور جہت سے پاک بتانا اور بغیر جہت ومقابلہ کے اسکا دیدار ماننا۔۔۔۔ سب حقیقی بدعتوں کے قبیل سے ہیں اگر اسے دینی عقیدہ جانے۔

اور مولوی حسین علی صاحب ساکن وان بھچراں ضلع میاں والی۔ تلمیذ رشید مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی تفسیر بلغۃ الحیران صـ۱۵۷/۱۵۸ پر لکھتے ہیں۔

اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے پہلے اس سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے۔ بلکہ اللہ کو انکے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔ اور آیات قرآنی جیساکہ ولیعلم اللہ الذین بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں

(ف) اہلِ علم وایمان عباراتِ منقولہ بالا کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ کیا اللہ تعالیٰ کو مکان وزمان اور جہت کی قید سے پاک سمجھنا اور بلاجہت ومقابلہ دیدار ماننا اللہ تعالیٰ کی شانِ الوہیت اور اسکے وجوب وجود کا اقرار نہیں اور عیوب حدث وامکان اور لوازم جسم وجسمانیت سے مبرا ومنزہ جاننا صحیح نہیں مگر ان جاہلوں کے نزدیک ضلالت ہے اور گمراہی۔ اور کیا پھر اللہ تعالیٰ کے علم کو نقص وزوال سے پاک جاننا اور کامل العلم ماننا صحیح عقیدہ نہیں۔ لیکن اہلِ حق کو مشرک وکافر کہنے والوں کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہونے والے اعمال انسانیہ سے بے علم جاننا قرآن وحدیث سے ثابت ہے یہ ہے انکا مبلغ علم اور قرآن فہمی) حالانکہ تمام متقدمین کا

مسلم عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و زمان سے منزہ و مقدس ہے چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ کلکتہ ص۲۵۵ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں عقیدہ سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست واورا جہتے از فوق و تحت متصور نیست وہمیں است مذہب اہل سنت وجماعت اور فتاویٰ قاضی خان فخر المطابع جلد ۴ ص۴۳ میں ہے رجل قال خدا بر آسمان می داند کہ من چیزے ندارم یکون کفر الان اللہ تعالےٰ منزہ عن المکان یعنی کسی نے کہا کہ خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بعینہٖ یہی مضمون بحر الرائق جزوہ ص۱۲۹ اور فتاویٰ عالمگیری جزو ۲ ص۲۵۹ میں مرقوم ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ اسکے علم کے لیے معمولی سی کمی کرنا کفر ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص۲۵۸ میں ہے یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بمالا یلیق به او نسبه الی الجہل او العجز او النقص یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اسکے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے ایسے ہی بحر الرائق ج ۵ ص۱۲۹ مطبوعہ مصر میں ہے۔

شاہد رسول

ہمارے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی شاہد بھی ہے اور حضور رسول کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں شاہد رکھا ہے اور شاہد کے معنی کتاب وسنت، اجماعِ امت اور تفاسیر سلف صالحین، لغاتِ قرآن اور اقوال علماء و محدثین سے ثابت کیے جا چکے ہیں کہ افرادِ عالم کے ذرہ ذرہ پر حاضر و ناظر، رقیب و نگران اور اپنے غلاموں کو مصائب اور تکالیف سے بچانے والے کے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے سابقہ اوراق میں سلیم الفطرت

اور پاکیزہ طبیعت حضرات کی تسلی کے لیے اچھا خاصا مواد جمع کر دیا گیا ہے مگر وہ دنی الطبع اور خبیث الفطرت افراد جنکے دلوں میں زیغ اور کجی ہے اور جنہیں کمالاتِ تاجدارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ضد اور انکے بر سرِ منبر انکار کے ذکر میں مزا ملتا ہے وساوسِ شیطانی اور خطراتِ خناسیہ سے عجیب پادر ہوا نقض وارد کر کے بھولے بھالے عوام کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا کرتے ہیں۔

قاعدہ تسمیہ ویسے تو ہر مسمی پر اسم کا اثر ہوتا ہے لیکن حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر اسم مبارک کی تاثیرات واضح ہیں مثلاً آپ قاسم ہیں تو بایں معنی کہ جملہ امور کی تقسیم آپکے ہاتھ میں ہے آپ سمیع ہیں تو قرب و بعد کا سماع آپکے لیے یکساں ہے۔
آپ بصیر ہیں کہ آپکا دیکھنا قرب و بعد اور اندھیرے اور اجالے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر (عرش علی) نیچے (تحت الثری) کے لیے برابر تھا۔ آپ خبیر ہیں تو آپکا خبر دینا اولین کے حالات و آخرین کے واقعات کے لیے کسی قسم کی کمی نہیں اسکی وجہ ہے کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے ہر اسم و صفت کا مظہر اتم بنایا۔ چنانچہ امام شعرانی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

اذا امر علی حضرات	حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ
الاسماء الالٰھیہ	علیہ وسلم جب شب معراج
صار متخلقا بصفاتھا	اسمائے الٰہیہ کے بارگاہوں
فاذا مر علی الرحیم	سے گزرے تو ان اسماء
کان رحیما او حلی	کی صفات کے ساتھ متصف

الغفور کان غفورا ہوتے گئے جب الرحیم پر
او علی الکریم گزرے رحیم بن گئے اور
کان کریما او علی المغفور سے گزرے تو غفور
او علی الحلیم کان کریم سے گزرے تو کریم
حلیما او علی الشکور حلیم سے گزرے تو حلیم اور
کان شکورا او علی شکور سے گزرے تو شکور
الجواد کان جوادا اور جواد سے گزرے تو جواد
اوکذا فما ہو گئے اسی طرح دیگر اسمائے
یرجع من ذلک الہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے
الا و ھو فی غایۃ گئے اور وہ اسماء جن صفات
الکمال (سے متعلق ہیں ان صفات
الیواقیت و الجواھر الہیہ سے متصف ہوتے گئے۔
ص۳۶ ج ۲ (باب المعراج) جب معراج سے
باب المعراج تشریف لائے تو انتہائے
کمال کے حال میں تھے۔

(ف) اس تقریر کے بعد سوچیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات شاہد و شہید ہیں اور وہی صفات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں جس طریقہ سے شاہد و شہید اللہ تعالیٰ کو ماننا ہے اس طریق سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننا ہو گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف اور التخلق باخلاق کا معنیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

حضور حضور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

ہندو پاکستان کے خواص وعوام کے عرف میں حضور کا لفظ نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے لیے اتنا غالب الاستعمال ہے کہ عام طبائع بلکہ خواص بھی اسکے غیر پر اطلاق کرنے سے جھجکتے ہیں اور تقریباً یہ اطلاق ہے بھی بدعت حسنہ جو اہلسنت کے قواعد واصول میں جائز ہے اور نہ وہابیوں کے لیے کل بدعۃ ضلالہ وکل ضلالۃ فی النار کے کھانے میں ہے انہیں چاہیئے کہ اس میں اطلاق کو صحاح کی احادیث صحیحہ سے ثابت کریں۔

لیکن ہمارا دعوی ہے کہ نہیں ثابت کر سکتے تو پھر اس سے ہمارے دو مسئلے چمکتے نظر آتے ہیں۔

۱۔ بدعت حسنہ کا جواز۔

۲۔ حضور حاضر وناظر ہیں (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیونکہ حضور حضرت سے مشتق ہے بمعنیٰ وہ جو غائب نہ ہو۔ چنانچہ لغات کی مشہور کتب میں ہے

المصباح المنیر میں ہے۔ حاضر حَضَرَۃُ مجلس القاضی و حَضَرَ الغائب حضورًا قدم من غیبتہ۔ منتہی الارب میں ہے حاضر حاضر شوندہ" یعنی حاضر وہ ہے جو حاضر ہو ایسے منجد ص۱۳۴ میں ہے کہ ایسے ہی مختار الصحاح وصراح وغیرہ میں ہے حاضر وہ ہے جو کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو۔ المفردات میں ہے الغیبۃ وہ جو سامنے نہ ہو اسکی نقیض حاضر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جتنے معانی لفظ حاضر کے منقول ہوئے اللہ تعالے ان سب سے مبرا اور منزہ ہے۔

قرآن کریم شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ حواس اور نگاہوں کے ادراک سے بھی بلند و بالا ہے قرآن مجید میں ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ آنکھیں اسکا ادراک نہیں کرسکتیں وہ تمام آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے)

لہذا ثابت ہوا کہ حاضر اس معنیٰ پر صرف ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اسی لیے ہم آپکو حضور کہتے ہیں بلکہ مخالفین بھی حضور کو حضور کہتے ہیں۔

لطیفہ جب سے مخالفین نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے کمال کا انکار کیا ہے اس وقت سے اللہ نے انکے رگ و ریشہ میں لفظ حضور داخل فرما دیا ہے کہ یہ تقریر اور ہر تحریر بلکہ گفتگو کے لب ولہجہ میں نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیگر القاب کی بہ نسبت صفت حضور زیادہ سے زیادہ کا عادی بنا دیا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں حضور نے کہا حضور کا حکم یہ ہے حضور کی سنت ہے وغیرہ وغیرہ اور حضور معنی بہت زیادہ اور ہر وقت حاضر کیونکہ حضور بروزن فعول صفت کا صیغہ ہے۔ ہمچوں رسول اور یہ وزن جس صفت کے لیے ہو وہ اسکے لیے دائمی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ دشمنوں سے منوانے پہ آئے تو یونہی منواتا ہے تاکہ انکار کے باوجود انکار نہ کرسکیں۔ یہ ایسے ہے کہ جب مخالفین نے حضور نبی پاک کے اسم گرامی کو چومنے کو بدعت کہا تو اہلسنت نے انہیں کہا نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی لینے سے قدرت نے تمہیں دو بار چومنے پہ لگا دیا ہے مثلاً لفظ محمد کہنے سے دو میم آتے

اور سرہیم یہ دونوں لب ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور دو لبوں کو ملانے کا نام چومنا ہے ایسے ہی حاضر و ناظر کے انکار پر ان سے بار بار حضور۔ حضور کی عادت ڈالدی ورنہ ظاہر ہے کہ ہر سنی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے القابات کے بعد نام لیتا ہے اور یہ رد کھے سو کھے صرف حضور پر اکتفا کرتے ہیں اور حضور بمعنی حاضر ہے۔

(آخری بات)

لفظ حاضر و ناظر۔ لغوی معنیٰ پر اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اسی لیے اسی معنیٰ پر اسکا خاصہ نہ ہوا تو اسکا اطلاق اسی معنیٰ پر حضور سرور عالم صلی علیہ وسلم اور اولیاء کرام پر ہونا یار لوگوں کا شرک انکے گھروں میں گھس گیا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور بلا کیف ومثال حاضر و ناظر ماننا ہمارے عقائد میں ہے لیکن لغوی معنی پر نہیں بلکہ اصطلاحی اور شرعی معنی پر اس عقیدہ پر اہل علم وہابی، دیوبندی ہمارے ساتھ ہیں۔ البتہ گکھڑوی اور اس جیسے اور جہاں ہمارے خلاف جس طرح چاہیں کہیں۔

سنی ہوشیار اہلسنت کے خلاف اکثر مسائل خود بنا کر بہتان تراشی کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں اہلسنت حضور کو ہر جگہ جسم سمیت مانتے ہیں۔ اہلسنت حضور کو بشر نہیں مانتے اہلسنت میلاد و گیارھویں وغیرہ کو فرض اور واجب کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ انکے جھوٹے الزامات سے ہوشیار رہیں اور انسے چاہیے کہ اپنے مسائل کی تحقیق علمائے اہلسنت سے سمجھ لیا کریں۔

بابِ اوّل

الحمد للہ تعالیٰ مقدمۃ الکتاب مکمل طور پر ختم ہوا یہ بھی ایک مستقل رسالہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اب باب اول شروع ہوتا ہے اس میں دلائل حاضر و ناظر صرف اور صرف قرآنی آیات سے ثابت ہونگے اور انکے ساتھ تفاسیر القرآن تائید کے طور پیش کی جائیں گی۔ اس صدی رواں میں ہمارے علماء کرام کی دو ضخیم تصانیف شائع ہوئی ہیں۔ علامہ محمد عنایت اللہ سانگل ہل (پنجاب) رحمۃ اللہ علیہ غزالی زمان علامہ احمد سعید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ فقیر نے غزالی زمان رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے سنا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حاضر و ناظر اور علم غیب کلی کے دلائل ایک ہی ہیں۔ اسلاف صالحین رحمہا اللہ کے دور میں چونکہ کسی کو اختلاف نہ تھا اس لیے اسکے علیحدہ عنوان قائم نہیں ہوا۔ آپ کے اس قول کی تائید حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ۔

دبا چندیں اختلافات و   یعنی اختلاف و مذاہب کے

کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم با حقیقت بے شائبہ مجاز توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال حاضر و ناظر است۔ (اخبار الاخیار رسالہ قرب السبل)	باوجود جو کہ علمائے امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

(ف) اس عبارت سے پوری طرح معلوم ہوا حاضر و ناظر کے مسئلہ میں زمانۂ قدیم میں کسی شخص کا اختلاف نہ تھا۔ وہابیہ چونکہ شیخ موصوف الصدر کے زمانۂ قدیم میں پیدا ہوئے ہیں انہوں نے آکر اختلاف پیدا کر دیا۔ اور اجماع امت کو توڑ کر من شذ شذ فی النار کے مستحق ہو گئے اور دراصل بدعتی یہی ہیں جو بعد میں پیدا ہو کر اتنا بڑا اختلاف پیدا کر دیا۔ اب عیب چھپانے کے لیے وہی بڑا وصف ہم اہلسنت پر تھوپ دیا۔

علم غیب کلی — اس مسئلہ پر آیات قرآنی اور احادیث و دیگر دلائل سے بھرپور فقیر کی کتاب۔ غایۃ المامول فی علم الرسول کا مطالعہ کیجئے۔

حاضر بمعنی عالم — علاوہ ازیں محاورۂ شریعت میں حاضر بمعنیٰ عالم ہے اسی محاورۂ شرعیہ کی وجہ سے حاضر و ناظر کو علم میں

شامل کیا جارہا ہے۔

محاورہ شرع میں حاضر بمعنی عالم کی دلیل کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

رو یا حاضر یا ناظر لیس بکفر فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ...... فَالْمَعْنٰی یَا عَالِمُ یَا مَنْ یَّرٰی۔

یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے اس لیے کہ حضور علم کے معنیٰ میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ یا حاضر یا ناظر کا معنیٰ ہو گا۔ اے جاننے والے اے دیکھنے والے۔ (فتاوی شامی ص ۳۴۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ

اس لیے کہ حضور علم کے معنیٰ میں اکثر استعمال ہوتا ہے" کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ "عالم" کو "حاضر" کہا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے۔

دو آدمیوں نے ایک سودا کیا، ایک آدمی کو سودا برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا ایک مقررہ مدت کے اندر اندر اختیار دیا گیا۔ اب جس شخص کو اختیار ملا ہے۔ اگر وہ سودا برقرار رکھنا چاہیے تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی برقرار رکھ سکتا ہے لیکن اگر سودا فسخ کرنا چاہے تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر فسخ نہیں کر سکتا۔

وَالشَّرْطُ هُوَ الْعِلْمُ وَ اِنَّمَا کَنّٰی بِالْحَضْرَةِ عَنْهُ۔ اور موجودگی سے یہاں مراد آگاہی ہے جسکو موجودگی سے کنایہ کیا۔ (ہدایہ ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

سیّد امیر علی اسکی شرح میں لکھتے ہیں۔

یعنی فسخ کرنے میں دوسرے کی آگاہی شرط ہے۔ خواہ وہ یہاں موجود ہو یا اسکو کسی ذریعہ سے آگاہ کردیا جائے پس جب وہ آگاہ ہوگیا تو گویا یہاں حاضر ہے۔ (عین الہدایہ ص۳۹ ج۲ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور)

ہدایہ کی اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ عالم بمعنیٰ حاضر آتا ہے۔ چونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم امت کے اعمال جانتے اور دیکھتے ہیں اس لیے آپکو امّت کے اعمال پر حاضر و ناظر کہا جاتا ہے۔

باب ۱

قرآنی آیات

۱۔ انّا ارسلناک شاھدا و مبشراً و نذیرا۔

ترجمہ: ہم نے تمہیں شاہد مبشر اور نذیر بنایا۔ [۱]

۲۔ و یکون الرسول علیکم شھیدا۔

(پ۲ البقرہ)

ترجمہ: یہ رسول تم پر شاہد ہیں۔

۳۔ جئنا بک علیٰ ھؤُلاءِ شھیدًا۔ (پ۵ النساء)

ترجمہ: ہم قیامت کے دن آپکو شہید بنائیں گے۔

تفسیر: آیت اول میں لفظ شاہد اور دوم و سوم میں لفظ شہید ہے اور شاہد شہید کے معنیٰ عالِم و حاضر ہیں۔ یہی اسکا حقیقی معنی ہے۔

---

[۱] یہ آیت دو مقام پر ہے (۱) سورۃ الاحزاب (۲) سورۃ الفتح۔ ان کے علاوہ سورۃ مزمل و سورۃ البحج میں بھی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

(۱) شرح شفاء صـ ۵۰۵ ج اوّل میں ہے۔ الشهيد من الشهود بمعنى الحضور و معناه العالم ولفظ شہید شہود سے مشتق ہے شہید حضور کے معنیٰ میں ہے اور حضور کے معنی عالم بھی ہیں۔

شرح مواقف صـ ۹۱۹ میں ہے۔

النظر في اللغة بمعنى رؤية۔ نظر لغت میں رؤیت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے آیت مذکورہ کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو علم و رؤیت اور حاضر و ناظر کی صفت سے نوازا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنیٰ عالم کے ہیں اور ناظر کے معنیٰ دیکھنے والے کے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اسکا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ علم وہ رؤیت اور وہ قدرت عطاء فرمائی ہے کہ آپ ہر جگہ اور ہر مقام کا علم رویت رکھتے ہیں اور چشم نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں اور آپ ہر ایک کے قریب ہیں۔ (حوالہ جات تفاسیر و شروح)

۱۔ حضرت مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شاهداً اى عالماً و مطلعاً

شرح الشفاء صـ ۵۰۵ ج اوّل۔ شاہد کے معنیٰ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپکو عالم بنایا ہے اور تمام اشیاء پر اطلاع دی ہے۔

۲۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لفظ شہید کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ و باشد رسول شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ

است پس او مے شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمارا واخلاص و نفاق شمارا۔

لہذا شہادت اور در و دنیا و دین بحکم شرع درحق امت مقبول و واجب العمل است (تفسیر عزیزی ص ۹۷۶ پارہ دوم)

ترجمہ: تمہارے رسول دن قیامت میں تم پر گواہ ہونگے کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجے کو پہنچا اور اسکے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا وہ کون سا حجاب ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کے گناہوں کو جانتے اور سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف ہیں اور تمہارے خلوص و نفاق میں مطلع ہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دنیا و آخرت میں عند الشرع امت کے حق میں مقبول ہے۔

(ف) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لفظ شہید کی تفسیر فرمائی ہے اس سے ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے نور نبوت کے ذریعہ اپنے ہر امتی کے رتبہ و مقامِ ایمان کے درجات اور اسکی حقیقت عدم ترقی کے اسباب و حجاب اپنے ہر امتی کے گناہ نیک و بد اعمال قلبی احوال و خطرات و وسواس وغیرہ کو جانتے ہیں۔ غرضیکہ اپنی امت کی ہر حرکت و سکون سے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) واقف ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی گواہی امت کے حق میں مقبول ہو گی۔ اور یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔

۲- ترکی دور کے بیباک اور حق گو مفسر قرآن اور عالم دین مسلک احناف کے پاسبان۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ کی تفسیر روح البیان میں ہے۔ ومعنی شهادت الرسول عليهم اطلاعه علی رتبة کل معتدین۔

شہادت کے معنیٰ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے رتبہ و مقام پر مطلع ہیں

۳۔ تفسیر خازن و مدارک میں ہے۔ ثم یؤتی بمحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم) فیسئل له عن حال امته فیزکیهم و یعلم بعد التهم۔

ترجمہ:۔ قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے متعلق سوال ہو گا تو اپنی امت کے عدل کی شہادت دیں گے۔ کیونکہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر امتی کی عدالت کو جانتے ہیں۔

۵۔ علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مطلب یہ ہے کہ اس ظاہر و باطن میں آپ کی سنت کی حقیقی پیروی کی جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ آپ موجودات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں آپ ہی محبوب ازلی ہیں، باقی تمام مخلوق آپ کے تابع ہے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

ے اسلام میں آپ بہت بڑے عالم دین تھے آپکا تعارف فقیر کی تفسیر فیوض الرحمٰن کے مقدمہ میں پڑھیے۔ (اویسی غفرلہ)

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں۔ اس لیے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں اور عدم سے وجود کی طرف نکالی جانے والی تمام ارواح، نفوس، اجرام و ارکان، اجسام واجساد، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتوں جنات، شیاطین اور انسانوں وغیرہ کے شاہد ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے اسرار، عجائب صنعت اور غرائب قدرت میں سے جس چیز کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو وہ آپکے مشاہدہ سے خارج نہ رہے آپکو ایسا مشاہدہ عطا کیا کہ کوئی دوسرا اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عَلِمْتُ مَا کَانَ وَ مَا سَیَکُوْن۔ (ہم نے جان لیا وہ سب جو ہو چکا اور جو ہو گا) کیونکہ آپ نے سب کا مشاہدہ کیا۔ اور ایک لمحہ بھی غائب نہیں رہے آپ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی۔ اسی لیے فرمایا ہم اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ یعنی ہم پیدا کئے گئے تھے۔ اور جانتے تھے کہ ہم نبی ہیں اور ہمارے لیے نبوت کا حکم کیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اور انکی روح ابھی پیدا نہیں کی گئی تھی۔ آپ نے انکی پیدائش، اعزاز واکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بناء پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔

آپ نے ابلیس کی پیدائش دیکھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے سبب اس پر جو کچھ گزرا، اسے راندۂ درگاہ اور ملعون قرار

دیا گیا، سب کچھ ملاحظہ فرمایا، ایک حکم کی مخالفت کی بناء پر اسکی طویل عبادت اور وسیع علم رائیگاں گیا۔

انبیاء و رسل اور انکی امتوں پر وارد ہونے والے حالات کے علوم آپکو حاصل ہوئے۔ (روح البیان ص ۲۶ ج ۹۔ الفتح تحت آیت انا ارسلناك شاھدا۔

۶۔ علامہ امام ابن الحاج فرماتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں انکے احوال نیتوں، عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپکی حیاتِ مبارکہ اور وصال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب کچھ آپ پر عیاں ہے اور اس میں کچھ اخفاء نہیں ہے۔

(المدخل ص ۳۵۲ ج ۱)

(۷) تفسیر نیشاپوری میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے

لان روح النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاھدۃ علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اول ما خلق اللہ نوری۔

ترجمہ: امت کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی ہے اسی لیے آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(۸) تفسیر مدارک میں آیت نمبر ۳ کے تحت لکھتے ہیں۔

الیٰ شاهدا علیٰ من کفر بالکفر و علیٰ من نافق بالنفاق و علیٰ من آمن بالایمان۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کافروں کے کفر منافقوں کے نفاق اور ایمان والوں کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دیں گے

(ف) واضح ہوا کہ کفر نفاق کا تعلق دل سے ہے۔

علامہ ابوالسعود اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

۹۔ اے نبی! ہم نے تمہیں ان لوگوں پر شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا جن کی طرف آپ مبعوث ہیں۔ آپ انکے احوال و اعمال کا مشاہدہ اور نگرانی کرتے ہیں۔ آپ ان سے صادر ہونے والی تصدیق و تکذیب اور ہدایت و ضلالت کے بارے میں گواہی حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن انکے حق میں یا انکے خلاف جو گواہی آپ دیں گے۔ مقبول ہوگی۔ (۱۱)

۱۰۔ علامہ سلیمان جمل نے الفتوحات الالٰہیہ (ج ۳ ص ۴۴۲) اور علامہ سید محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی (ج ۲۲ ص ۴۵) میں یہی تفسیر کی ہے۔

۱۲۔ امام محی السنۃ علاء الدین خازن رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک تفسیر یہ بیان کی ہے

شَاهِدًا عَلَی الْخَلْقِ کُلِّهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہونگے۔

(فائدہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام، ہر مومن و

کافر کو شامل ہے۔ لہذا امتِ دعوت میں ہر مؤمن و کافر داخل ہے لہذا امتِ اجابت میں صرف وہ خوش قسمت افراد داخل ہیں جو حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر مشرف باسلام ہوئے۔ آیت مبارکہ کی تفسیر میں عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْہِ (جنکی طرف آپکو بھیجا گیا) اور عَلَی الْخَلْقِ کُلِّھِمْ۔ کہہ کر حضرات مفسرین نے اشارہ کیا ہے کہ آپ صرف اہلِ ایمان کے ہی نہیں بلکہ کافروں کے احوال کا بھی مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اسی لیے آپ مومنوں کے حق میں اور کافروں کے لیئے شاہد ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

"بعض اکابر صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ کیا اور آپ نے انہیں دیکھا۔ اسی لیے آپکو شاہد کہا گیا۔(۱۴) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

در نظر بودش مقامات العباد
زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔

(۱۴) امام فخرالدین رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان شَاھِدًا میں کئی احتمال ہیں (پہلا احتمال یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ

شَہِیْدًا۔ (رسول تم پر گواہ ہونگے اور نگہبان) اس بناء پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شاہد بنا کر بھیجے گئے ہیں یعنی آپ گواہ بنتے ہیں اور آخرت میں آپ شہید ہونگے۔ یعنی اس گواہی کو ادا کریں گے جسکے آپ عامل بنتے تھے۔

(فائدہ) دیگر آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ کو سامنے رکھ کر بھی فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم قیامت کے روز دیگر گواہوں کے ساتھ ساتھ اپنی امت کے تمام افراد کی نیکیوں اور گناہوں کی گواہی دیں گے۔

اب ظاہر بات ہے کہ ہمارے اعمال کی گواہی وہی دے سکتا ہے جو ہم سے واقف ہو اور ہمارے اعمال سے بھی۔

حاضر و ناظر کے منکرین کی تائیدات

مخالفین کے چند اکابر کی تفاسیر بھی پیش کردیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی رہے۔

۱۔ دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی شاہد کا یہی معنیٰ لکھتے ہیں۔ مدارج النبوۃ ص۲۶ ج ۱) میں ہے۔ شاہداً یعنی عالماً (حاضر بحال امت تصدیق و تکذیب و نجات و ہلاکت الشان۔

ترجمہ: امت کے حال انکی نجات و ہلاکت اور تصدیق و تکذیب پر حاضر و عالم۔

۔ عبدالماجد دریا آبادی نے لکھا کہ اس صفت

کا ظہور حشر میں ہو گا، جب آپکی شہادت پر آپکی امت کا فیصلہ ہو گا۔ شاہدًا کے یہ معنی بھی کیے گئے ہیں کہ آپ تمام امتوں کے رسولوں پر بطور شاہد پیش ہونگے کہ وُہ اداۓ رسالت کر چکے۔ قِيْلَ الْمُرَادُ شَاهِدًا عَلٰى جَمِيْعِ الْاُمَمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَنَّ اَنْبِيَاءَ هُمْ قَدْ بَلَّغُوْهُمُ الرِّسَالَةَ۔ (روح) اور مولانا ئے رومی نے تو یہ پہلو مراد لیا ہے کہ حق تعالےٰ نے آپ کو بندوں کے مختلف مراتب و منازل سے مطلع کر رکھا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد
زاں سبب نامش خُدا شاہد نہاد

(تفسیر ماجدی ص ۸۵۱)

۲۔ مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خُدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ (تفسیر عثمانی ص ۵۵۰)

۳۔ مولوی محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں۔

اے نبی تحقیق ہم نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے اس شان سے کہ آپ قیامت کے دن گواہ ہونگے۔ قیامت کے دن آپ گواہی دیں گے کہ یہ گروہ ایمان لایا اور اس گروہ نے کفر کیا۔

(تفسیر معارف القرآن از کاندھلوی ص ۵۲۰ ۵)

۴۔ مفتی۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے لکھتے ہیں۔

اور امت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم عام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے۔

(تفسیر معارف القرآن ص ۱۷۶)

۵۔ ایک وہابی عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں۔

بعض آثار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوا اس گواہی کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی نیکیوں کی گواہی قیامت تک کی ادا فرمائیں گے۔

(احسن التفاسیر ص ۳۲۲ زیر آیت فکیف اذا جئنا)

۶۔ غیر مقلد وہابیوں کے پیشوا قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

(شاھدا) اَیْ عَلٰی اُمَّتِہٖ یَشْھَدُ لِمَنْ صَدَّقَہٗ وَاٰمَنَ بِہٖ وَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَکَفَرَ بِہٖ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے گواہ ہونگے۔ جس شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا اسکے حق میں گواہی دیں گے اور جس نے آپکی تکذیب کی۔ آپکا انکار کیا اسکے خلاف گواہی دیں گے۔ (تفسیر فتح القدیر ص ۲۸۸ ج ۴)

نوٹ: اور حوالہ جات بھی ہیں صرف نمونہ کے طور انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے

شاہد و شہید کی تحقیق

ان دونوں کا حقیقی معنیٰ ہے حاضر و ناظر اور قاعدہ ہے کہ پہلے حقیقی معنیٰ لیا جائے پھر مجازی۔ اور جن آیات مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاہد اور شہید کہا گیا ہے ان دونوں کا مصدر شہود اور شہادت ہے علماء لغت اور

ائمہ دین نے انکا حاضر و ناظر معنیٰ بتایا ہے۔

۱۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ...... وَالشَّهَادَةُ قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاهَدَةِ بَصِيْرَةٍ اَوْ بَصَرٍ...... وَ اَمَّا الشَّهِيْدُ فَقَدْ يُقَالُ لِلشَّاهِدِ وَالْمُشَاهِدِ لِلشَّيْءِ .... وَكَذَا قَوْلُهٗ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا۔ (المفردات)

شہود اور شہادت کا معنیٰ مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے۔ شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدہ سے حاصل ہونے والے علم کی بناء پر صادر ہو۔ رہا شہید تو وہ گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنیٰ ہے (جسکا ترجمہ یہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ اور آپکو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

۲۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

شہادت، مشاہدہ اور شہود کا معنیٰ دیکھنا ہے۔ جب تم کسی چیز کو دیکھو تو تم کہتے ہو۔ شَاهَدْتُ كَذَا۔ (میں نے فلاں چیز دیکھی) چونکہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے اس دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔ امام قرطبی فرماتے ہیں
"شہادت کی تین شرطیں ہیں جنکے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتی۔
۱۔ حاضر وناظر ہونا۔
(۲) جو کچھ دیکھا ہے اسے محفوظ رکھنا۔
(۳) گواہی کا ادا کرنا۔

۴۔ امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں۔
وَمَعْنَى الشَّاهِدِ الْحَاضِرُ فَكُلُّ مَا هُوَ حَاضِرٌ قَلْبَكَ فَهُوَ شَاهِدٌ لَكَ (تذکرۃ القرطبی ص ۱۳۶)
شاہد کا معنیٰ ہے حاضر وہ شے جو تیرے دل پر حاضر ہے تو وہ تیرے لیے شاہد ہے۔

محاورۂ قرآن پاک واحادیث مبارکہ

قرآن مجید میں شاہد وشہید کے مادے۔ (مصدر۔ ماضی۔ مضارع وغیرہ بمعنیٰ حاضر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا۔ یعنی ہم تم پر حاضر تھے۔ یہاں شہود بمعنیٰ حاضر ہے اور فرماتا ہے۔ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ۔ یعنی حاضر ہونگے اس روز مقرب لوگ اس آیت میں بھی یشہد بمعنیٰ حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ ...... الخ یعنی تم کو ماہ صیام حاضر ہو۔ یہاں شہد بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۔
یعنی جب حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت آئی اے بنی اسرائیلیو۔

تم حاضر تھے۔ دیکھو شہداء کلمہ بمعنیٰ حاضر ہے۔

اگر اس معنیٰ کے سوا دوسرے معنیٰ میں مستعمل ہوگا۔ تو وہ مجاز ہے لیکن پھر حقیقی معنیٰ حاضر سے مناسبت ضروری ہوگا۔ مثلاً شہید (مقتول فی سبیل اللہ) کو اس لیے شہید کہا جاتا ہے کہ اس پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس لیے گواہ کو شاہد کہا جاتا ہے کہ وہ واقعہ پر حاضر وموجود ہوتا ہے۔ اسکی تحقیق آئے گی۔ بلکہ قرآن مجید کی ایک آیت میں شہید بمعنیٰ حاضر کی تصریح ہے۔ کما قال تعالےٰ۔

۵۔ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا۔

ترجمہ:۔ اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا۔ پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے۔ خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں انکے ساتھ حاضر نہ تھا۔

(ف) اس آیت میں اللہ نے منافق کا مقولہ بیان فرمایا ہے اور یہاں شہید بمعنی حاضر ہے۔ بیضاوی میں ہے۔

حاضر انی تلك الغزاة فيصيبنی ما اصابهم۔

(تفسیر بیضاوی ص۱۳۰ ج ۲ تحت آیت ہذا۔ اور امام رازی نے فرمایا کہ۔ یعنی حاضر الواقعة فیصیبنی ما اصابهم من البلاء والشدة (تفسیر کبیر ص۲۶۶ ج ۳)

(قاعدہ) امام سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان میں بطور قاعدہ لکھا کہ قرآن مجید میں ہر جگہ شہید بمعنی حاضر آئیگا۔ سوائے چند مقامات کے۔ (

(نوع ۳۹۔ وجوہ ونظائر) جلد اوّل۔

لطیفہ یقین کیجئے کہ دیوبندی فرقہ مطالب کی تحریف لفظی و معنوی کے کاریگر ہیں جیسے بن پڑتا ہے مضمون کو اپنے مطلب کی طرف لیجانے کی سعی خام کرتے ہیں. یہاں بھی اتقان کے مترجم حلیم انصاری نے کام کر دکھلایا ہے کہ شاہد کے قاعدہ میں حاضر و ناظر (امام سیوطی) رحمۃ اللہ کے بیان کردہ عبارت کا ترجمہ گواہی دینے والا لکھ مارا. ص ۲۴۲ ج ۱)

دیگر آیات

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا۔

ترجمہ: اور گواہی دی حاضر ہونے والے نے زلیخا کے اہل سے۔

(پ ۱۲ یوسف)

یہاں شاہد کے معنیٰ مشاہدہ کرنے والے کے کئے گئے ہیں. اگر مشاہدے کے معنی نہ لیے جائیں. تو فرمان خداوندی معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

۷. وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ه

ترجمہ: قسم ہے مشاہدہ کرنے والے کی. اور مشاہدہ کئے گئے۔

(پ ۳۰ بروج)

اسکا ترجمہ تفاسیر میں بھی یہی کیا ہے جو ہم نے کہا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّاهِدُ هُوَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مشاہدہ کرنے والے وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(تفسیر ابن جریر پ ۳۰ ص ۱۷ تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۲ ج ۴)

وہابیوں کے سردار حافظ محمد صاحب لکھوکے نے بھی یہی معنیٰ کیا ہے۔

ع

ہک آکھن شاہد نبی محمد ہے۔ مشہود قیامت

(تفسیر محمدی ص ۲۸۱ ج ۷)

مخالفین اپنے منہ اقراری

مناظرہ کے وقت دعوی کرتے ہیں کہ۔

۸۔ آیت وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔ میں شاہد حاضر کے معنیٰ میں ہے۔

۹۔ وَهُوَ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْكُمْ شُهُودًا۔

ترجمہ؛ اور مومنوں کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے حاضر تھے۔

اس آیۃ کریمہ میں مصدر شہود کے معنیٰ قرآنی حاضر کے ثابت ہو گئے۔

۱۰۔ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا

ترجمہ؛ اور تمہارا کوئی عمل ایسا نہیں کہ ہم تمہارے حاضر نہ ہوں۔

(پ ۱۱ سورۃ یونس)

۱۱۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا۔

اور چاہیئے کہ ان دونوں کے عذاب دینے کے وقت حاضر ہو

یَشْهَدُ مضارع ہے جسکے معنی حاضر کے ہیں۔

۱۲۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِّيَشْهَدُوْا

مَنَافِعَ لَهُمْ (پ ۱۷ الحج)

لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے تاکہ آپکے پاس پیدل آئیں گے اور ہر پیاسی اونٹنی پر گہرے اور چوڑے راستے سے آئیں گے تاکہ منافع کے لیے وہ حاضر ہوں۔

۱۳۔ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ۔

اور ہم انکے حکم کے وقت حاضر تھے۔ (پ ۱۷ ع سورہ الانبیاء)

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُونَ۔

کیا ہم نے فرشتوں کو مونث پیدا کیا اس وقت وہ موجود تھے۔

آخری فیصلہ

صرف نمونے کی چند آیات پیش کی ہیں انمیں ثابت ہے کہ شاہد و شہید حاضر کے معنیٰ میں ہے۔ یہاں مناظرانہ آخری فیصلہ عرض کر دوں، کہ اللہ کے لیے مخالفین بھی مانتے ہیں کہ وہ اپنی شان کے لائق حاضر و ناظر ہے تو اسکا حاضر ہونا بھی لفظ شہد سے ہے اسکے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں خود حاضر و ناظر بھی جسکی تحقیق مقدمہ میں ہم نے لکھ دی۔

شاہد و شہید از احادیث

شاہد و شہید بمعنیٰ حاضر و ناظر بیشمار احادیث مبارکہ میں مستعمل ہوا ہے ان تمام روایات کو نقل کرنا تطویل لاوطائل ہے صرف دو روایتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ نماز جنازہ کی آخری رکعت سے پہلے دعا مشہور کے الفاظ ہیں۔

اللّٰھم اغفر لحیّنا وَ میّتنا وَشاھدنا وَ غائبنا۔

ترجمہ: اے اللہ ہمارے زندوں اور مردوں اور ہمارے موجودوں اور غائبوں کو بخش۔ اس دعاء میں شاہد بمعنی حاضر ہے کہ اسکا بالمقابل غائب ہے۔

۲۔ بخاری و مسلم و دیگر اکثر صحاح ستہ میں ہے۔ فلیبلغ الشاھد الغائب" چاہیئے حاضر غائب کو خبر دے۔ ایسی روایات میں شاہد بمعنی حاضر ہے۔

کل کائنات پر حاضر و ناظر

جب آیت سے ثابت ہوا کہ آپ حاضر و ناظر ہیں لیکن کسی پر اسکا استدلال بھی آیت سے کیا جاتا ہے کہ آپ کل کائنات پر حاضر و ناظر ہیں۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

مفسر ابو السعود

انا ارسلنٰك شاهداً علیٰ من بعثت الیهم تراقب احوالهم و تشاهد اعمالهم و تتحمل عنهم الشهادة بما صدر عنهم من التصديق والتكذيب و سائر ماهم علیه من الهدى والضلال و تؤديها يوم القيٰمة اداءً مقبولاً ما لهم وما عليهم

(تفسیر ابو مسعود ص ۱۷۹ ج ۲)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیشک ہم نے بھیجا آپکو شاہد اور حاضر و ناظر بنا کر ان سب پر جنکی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے آپ انکے احوال کی نگہبانی فرماتے ہیں اور انکے اعمال کا مشاہدہ فرماتے

فرماتے ہیں یعنی ان سب کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور آپ ان سے تحمل شہادت فرماتے ہیں۔
یعنی انکے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن۔ جو ادا کی ہوئی ہوگی ان تمام باتوں میں جو انکے فائدے کے لیے ہونگی اور ان تمام باتوں میں بھی جو انکے نقصان کے لیے ہونگی۔

۲۔ جلالین صـ ۳۵۳ میں ہے۔
شاهدا علی من ارسلت الیهم۔

۳۔ تفسیر درمنثور میں امام سیوطی نے عن ابن عباس مرفوعاً ..... شاهدا علی امتك
اخرجه ابن ابی حاتم۔
(الطبرانی و ابن مردویه والخطیب وابن عساکر
(تفسیر درمنثور صـ ۲۰۶ جلد ۵)

۴۔ تفسیر بحر المحیط میں ہے
شَاهِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْهِمْ وَ عَلٰی تَکْذِیْبِهِمْ وَ تَصْدِیْقِهِمْ۔
جنکی طرف آپ مبعوث کیے گئے ہیں انکی تکذیب اور تصدیق کے آپ گواہ ہوں گے۔ (البحر المحیط صـ ۲۳۸)
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

(شاھدًا) ای للّٰہ بالوحدانیّۃ و انّہ لا الٰہ غیرہ و علی النّاس باعمالہم یوم القیامۃ۔

آپ اللہ کی وحدانیّت کے اور اس بات کے کہ اسکے علاوہ کوئی معبود نہیں کے گواہ ہیں اور قیامت کے دن سب انسانوں کے اعمال کی بھی آپ گواہی دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر صـ ۴۹ جلد ۴)

بیضاوی شریف صـ ۹۷ جلد ۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔

شاھدًا علی من بعثت الیہم بتصدیقہم و تکذیبہم و نجاتہم و ضلالہم۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم جنکی طرف مبعوث ہوئے انکی نجات و گمراہی وغیرہ پر شاہد ہیں!

بیضاوی شریف صـ ۵۱۲ میں فرمایا۔ (شاہد علی امتک)

ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی امّت پر شاہد ہیں۔

مدارک میں ہے صـ ۲۳۵ جلد ۳

شاھدًا علی من بعثت الیہم و علی تکذیبہم و تصدیقہم مقبولاً لک عند اللّٰہ لہم و علیہم۔

ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکی طرف آپ مبعوث ہیں انکی تصدیق و تکذیب کے آپ شاہد ہیں۔ لعنی آپکی شہادت انکی نجات اور انکی گرفت کے لیے قابل قبول ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام دنیا کو اپنی نظرِ مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔ مقاماتِ کثیرہ و امکنہ متعددہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا صرف ممکن بلکہ امر واقع ہے۔ اور یہ جملہ امور آیت شاہد و شہید سے ثابت ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوق کے ذرہ ذرہ کے شاہد اس لیے ہیں کہ آپ خدا تعالیٰ کی جملہ مخلوق کے ہر ذرہ کے نبی ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس مسئلہ پر فقیر کی مستقل تصنیف "کائنات کا نبی" پڑھیئے۔

لطیفہ:- محدث اعظم علامہ سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ سے ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا حضور علیہ السلام ہر ذرۂ کائنات کے نبی ہیں ایک تنکا ہاتھ میں لیکر کہا کہ کیا اسکے بھی۔ آپ نے برجستہ فرمایا تنکا جانتا ہے کہ میرے نبی ہیں اس نے کہا ہاں فرمایا تنکا امتی نبی کو جانتا ہے تو نبی نہیں جانتا کہ وہ میرا امتی ہے۔ مخالف سنکر کھسیانہ ہو گیا۔

شاہد و شہید بمعنی گواہ

بعض لوگ شاہد بمعنی گواہ کرتے ہیں تو اس سے بھی بمعنی حاضر ثابت ہوتا ہے کیونکہ گواہ شرعاً اور عرفاً اس کو کہتے ہیں جو واقعہ پر حاضر ہو اگر واقعہ پر حاضر نہ ہو اور ایسے ہی کہہ دے تو اس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں سابق انبیاء علیہم السلام کی امتوں اور اپنی امت کی گواہی دینگے تو بھی اس معنی پر آپ شاہد و شہید ہیں۔

ایک مثال

واقعہ کچھ فاصلہ پر ہو لیکن گواہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہو گواہی کے وقت کہے کہ میں نے واقعہ دیکھ کر گواہی دی ہے تو یہ گواہی قابل قبول ہے اگر واقعہ قریب تو ہوا لیکن درمیان میں دیوار حائل ہو اگرچہ وہ گفت وشنید یا دیگر قرائن سے گواہی دے تب بھی وہ گواہی قابل قبول نہیں اس لیے کہ گواہ نے واقعہ کو آنکھوں سے دیکھا نہیں۔

نبوت کی گواہی

صحیح بخاری میں ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچا دیئے تھے اور اپنی گواہی کے لیے امت مصطفےٰ علیہ السلام کو پیش کریں گے ان کی گواہی پر اعتراض ہو گا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی دوسری یہ کہ یہ میری امت والے قابل گواہی ہیں بس مقدمہ ختم انبیاء کرام کے حق میں ڈگری اگر حضور علیہ السلام نے گذشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود بچشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی

گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی جیسا کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی دیوبندی وہابی حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات ماننے میں تنگ ظرف اور بخیل واقع ہوئے ہیں اس لیے جب ہم آپ کے کمالات کے ضمن میں آپ کا حاضر وناظر ہونا شاہد وشہید سے ثابت کیا (جب کہ ان دونوں لفظوں کا حقیقی معنی حاضر وناظر ہے) تو صرف عوام کے ذہنوں کو خراب کرنے کے لیے ان کے حقیقی معنیٰ کا انکار کر کے مجازی معنیٰ کی طرف دوڑے ہم نے انکا تعاقب کرتے ہوئے ثابت کیا کہ گواہ کا حقیقی مطلب بھی یہی ہے کہ موقعہ پر حاضر اور موجود ہو پھر یہ لوگ گواہ کے ایک گھٹیا معنیٰ کا سہارا لیتے ہیں وہ یہ کہ گواہ کبھی سنی سنائی گواہی دیتا ہے اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی ہیں (معاذ اللہ)

حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ سنی سنائی گواہی دینے والا گواہ کمزور اور ضعیف طریقہ ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب حقیقی گواہی کے تمام اسباب کہیں سے نہ مل سکیں ان عزباء فی العلم سے کوئی پوچھے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنی سنائی گواہی دینے والا گواہ ننے کس حدیث سے سمجھا ہے اور آپ کے لیے کون سے مواقع ہیں جو آپکو حقیقی گواہ نہیں بننے دیتے حالانکہ

جملہ اسلاف واخلاف نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلی اور حقیقی گواہ مانا ہے۔ (چند حوالے)

۱۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے لکھا کہ علیکم شہیدا ای مطلعا ورقیبا علیکم وَنَاظِرًا لا فعالکم وَمُزَکِّیًا لِاَقْوَالِکُمْ۔

یعنی رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم تم پر مطلع ہیں تمہارے افعال دیکھ رہے ہیں اور تمہارے اقوال کا تزکیہ فرمائیں گے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صـ۲۶۴)

(۲) شیخ ابوالقاسم محمد بن احمد جزری الکلبی الغرناطی المتوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا اَیْ بِاَعْمَالِکُمْ

رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں گے یعنی تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔

(التسہیل لعلوم التنزیل صـ۶۳)

(۳) حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا بِمَا عَمِلْتُمْ اَوْ فَعَلْتُمْ۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے ہر ہر عمل اور ہر فعل

کے گواہ ہوں گے۔

(تفسیر ابن جریر صہ ۶)

(فائدہ) الحمدللہ صحابی رسول کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر ہر امتی کے ہر ہر عمل کی گواہی ارشاد فرمائیں گے اور اس حقیقی گواہی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال امت پر حاضر ناظر تسلیم کرنا پڑے گا۔

(سوال) صحابی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سر آنکھوں پر ابن جریر کی سند کا کیا اعتبار۔

(جواب) ہم ابن جریر کی سند عرض کر کے سند کی تصحیح کرتے ہیں ابن جریر کی سند یوں ہے۔

حدثنا محمد بن بشار قال ثنا سفیان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی سعید

تعارف ابن جریر

ابن جریر کا نام محمد ہے حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں

محمد بن جریر بن یزید	محمد بن جریر بن یزید الطبری
الطبری الامام الجلیل	عظیم امام ہیں قرآن حکیم
المفسر ابو جعفر	کے مفسر ہیں ابو جعفر کنیت
صاحب التصانیف الباھرۃ	ہے ان کی وقیع تصانیف
ثقۃ صادق ... ابن	ہیں ثقہ ہیں صادق ہیں

جریر مِنْ کِبَارِ اَئِمَّۃِ الْاِسْلَامِ الْمُعْتَمِدِیْنَ
معتمد کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں۔

(میزان الاعتدال ص۳۹۴ ج۲)

محمد بن بشار

حافظ ذہبی لکھتے ہیں

ثِقَۃٌ صَدُوْقٌ ..... قُلْتُ قَدِ احْتَجَّ بِہٖ اَصْحَابُ الصِّحَاحِ کُلُّھُمْ وَھُوَ حُجَّۃٌ بِلَا رَیْبٍ ..... قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ کَتَبْتُ عَنْ بُنْدَارٍ نَحْوًا مِنْ خَمْسِیْنَ اَلْفَ حَدِیْثٍ وَلَوْلَا سَلَامَۃٌ فِیْہِ لَتَرَکْتُ...... رَوٰی عَنْہُ الْاَئِمَّۃُ السِّتَّۃُ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ وَابْنُ صَاعِدٍ وَالنَّاسُ۔

محمد بن بشار ثقہ ہیں، صدوق ہیں۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں تمام اصحاب صحاح نے ان سے حجت پکڑی ہے۔ بلاشبہ یہ حجت ہیں..... امام ابوداؤد کہتے ہیں میں نے بندار (محمد بن بشار) سے پچاس ہزار حدیث لکھی ہیں اگر اس میں سلامتی نہ ہوتی تو میں اسے ترک کردیتا ائمہ ستہ ابن خزیمہ ابن صاعد اور دیگر محدثین نے ان سے روایت کی ہے (میزان صفحہ ۴۹ ج۳)

(۳) مؤمل (بروزن محمد) بن اسمٰعیل

اس کے متعلق بعض محدثین نے خطا کے ارتکاب کا دعوٰی کیا لیکن مشہور محدث ابوداؤد نے اس کی بڑی عظمت بیان کی ہے اور اس کی شان میں جو اعتراضات وارد ہوئے ان کو رفع فرمایا ذَکَرَہٗ اَبُوْ دَاؤدَ فَعَظَّمَہٗ وَرَفَعَ مِنْ شَانِہٖ امام ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا (میزان الاعتدال ص ۲۲۵)

(۴) سفیان ابن عیینہ :

حافظ ابن حجر ان کے متعلق فرماتے ہیں

ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجۃ (تقریب التہذیب ص ۱۹۸)

(۵) الاعمش

ان کا نام سلیمان ہے حافظ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں

ائمہ ثقات میں سے ایک ہیں صغار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے ان پر صرف تدلیس کا عیب لگایا جاتا ہے لیکن جب وہ حدثنا کہیں تو اس میں کوئی کلام نہیں اور اگر روایت "عن" سے ہو تو بعض اوقات کسی ضعیف سے تدلیس ہوتی ہے جب "عن" سے روایت ابراہیم ابن ابی وائل اور ابوصالح السمان سے ہو تو یہ اتصال پر محمول ہوتی ہے

(میزان الاعتدال ص ۲۲)

جو روایت ہم نے پیش کی ہے یہ اگرچہ "عن" سے ہے لیکن ابوصالح سے ہے اس لیے یہ روایت متصل ہے۔

(۶) ابوصالح ۔

انکا نام "ذکوان" ہے حافظ ابن حجر ان کے متعلق کہتے ہیں
ثقہ، ثبت۔ (تقریب التہذیب صہ۱۵۱)

(۷) ابو سعید رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک صحابی کی تفسیر مسند ہی کہلاتی ہے
(تفسیر الصحابی عندھما مسند مستدرک حاکم صہ۱۲۳)

لطیفہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی گواہی کا اعتراف کافروں کو بھی ہوگا ورنہ وہ قیامت میں ان کے شور مچانے کا ذکر ہوتا بلکہ اس کے برعکس انہیں تسلیم کے سوا چارہ نہ ہوگا جیسے یہی دیوبندی وہابی کل قیامت میں اعتراف کریں گے انہیں انکار ہے تو آج دنیا میں اسی لئے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے آج دنیا میں تسلیم کرنے کی دعوت دی ہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا۔

منکرین کے اکابر کی تصریحات ۱۔ دیوبندی فرقہ کے حکیم صاحب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

اور وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ (کہ اس امت کا پیغمبر ہوگا) قائم کریں گے جو ان کے اعمال سیئہ کی شہادت دیں گے۔
(تفسیر بیان القرآن صہ۱۷۹ ج۲)

(۲) مولوی محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں

یہ گواہ انبیاء کرام ہوں گے جو اپنی امت پر ان کے اچھے اور برُے اعمال کی گواہی دیں گے اور ان کی گواہی پر نہ کوئی جرح کر سکے گا اور نہ قدح جو وہ کہہ دیں گے اسی کے مطابق فیصلہ ہو گا

(تفسیر معارف القرآن صـ ۲۸۱)

(۳) مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں

یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں یعنی یاد رکھو وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تاکہ اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیا معاملہ حق کے پیغام اور پیغام بر کے ساتھ کیا ہے

(تفسیر عثمانی صـ ۳۵۸)

(۴) جلالین میں ہے

هُوَ نَبِيُّهَا يَشْهَدُ لَهَا وَعَلَيْهَا وَهُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ـ

(۵) دیوبندی کمالین میں صـ ۲۶ ج ۲ کا ترجمہ یوں مذکور ہے یعنی نبی جو اپنی امت کے موافق یا خلاف گواہی دے ۔

شرعی گواہی کی تحقیق

منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد وشہید کا معنیٰ گواہ کر کے دھوکہ دیتے ہیں اس سے ان کا منشا یہ ہے کہ گواہ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ موقعہ پر موجود ہو بلکہ موقعہ پر عدم موجودگی کے باوجود گواہی دی جا سکتی ہے یہ ان کا دھوکہ اس لیے ہے کہ ایسی گواہی کو شرعاً شہادۃ علی الشہادۃ کہا جاتا ہے اسے شرعی گواہی تو کہہ سکتے ہیں حقیقی گواہی نہیں کہہ سکتے اور ایسی گواہی حضور علیہ السلام کے لیے ماننا گمراہی ہے۔

حقیقی گواہی

(۱) مفردات امام راغب میں ہے۔

اَلشَّھَادَۃُ قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاھَدَۃٍ وَھِیَ الْاِطِّلَاعُ عَلَی الشَّیْءِ عِیَانًا فَاشْتُرِطَ فِی الْاَدَاءِ مَا یُنْبِئُ عَنِ الْمُشَاھَدَۃِ

شہادت مشاہدہ سے اسم ہے اور مشاہدہ نام ہے کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر مطلع ہونے کا اسی لیے شہادت کی ادائیگی میں مشاہدہ سے خبر دینے کی شرط لگائی گئی ہے

(البحر الرائق ص ۵۵)

(۲) نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

وَاَصْلُ الشَّھَادَۃِ الْاِخْبَارُ بِمَا شَاھَدَہٗ وَشَھِدَہٗ

گواہی میں اصل یہ ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو
اور اس پر حاضر ہوا ہو اس کی خبر دینا۔

(نہایہ ص ۵۱۴ ج ۲)

(۴) فتاویٰ شامی میں ہے۔

وَهِيَ الاِطِّلَاعُ عَلَى الشَّيْءِ عَيَانًا
آنکھوں دیکھ کر کسی چیز کی اطلاع دینا (شہادت کہلاتا ہے) مخالفین کے گھر کی گواہی

(فتاویٰ شامی ص ۵۰۱ ج ۴)

(۱) دیوبندی فرقہ کے حکیم اشرف علی تھانوی کہتے ہیں
بلا مشاہدہ کے شرعاً شہادت جائز نہیں

(افاضات یومیہ ص ۲۸۱ ج ۲ ملفوظ (۵۰۶)

ایک اور دیوبندی عالم محمد حنیف صاحب گنگوہی فاضل دیوبند لکھتے ہیں شَهِدَ (س - ك) شَهَادَةً گواہی دینا شریعت میں کسی حال کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو اٹکل اور گمان سے نہ ہو بلکہ چشم دید ہو۔

(الصبح النوری شرح مختصر القدوری ص ۲۸۶ ج ۲)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حقیقتاً گواہ وہی ہوتا ہے جو آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بروز قیامت اعمال امت کو دیکھ رہے ہیں مشاہدہ فرما رہے ہیں یعنی اعمال امت پر حاضر ناظر ہیں

(۲) دیوبندیوں کا درس قرآن میں ہے۔

شہید (احوال کہنے والا) شاہد، شہادت، شہود، مشہود اور مشاہدہ وغیرہ بے شمار لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں اس لفظ کے معنی ہیں موجودگی اور گواہی کا مفہوم پوشیدہ ہے گواہ کو شاہد اور شہید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ خاص امر واقعہ میں موجود ہوتا ہے اور اس سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے۔

(درس قرآن صفحہ ۱۲۹۵ مطبوعہ ادارہ اصلاح وتبلیغ لاہور)

(۷) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "شہید" کا ترجمہ وہابی عالم علامہ وحید الزمان نے ایک حدیث کی توضیح کرتے ہوئے یوں کیا ہے۔

اَنَا فَرَطُکُمْ وَاَنَا شَہِیْدٌ۔

میں قیامت میں تمہارا پیش خیمہ ہوں (تم سے آگے جاکر تمہاری ضرورت کا بندوبست کروں گا اور میں تمہارا گواہ ہوں گا تو گویا میں تمہارے ساتھ ہوں۔

(لغات الحدیث صفحہ ۴۹ کتاب ش)

حقیقی گواہی کے گواہ کا اپنا بیان

حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ عَلَیْکُمْ وَاَنَا شَہِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ

(رواہ البخاری صفحہ ۹۸ ج ۱)

نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہارا

پیش خیمہ ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں گا اور مجھے اللہ کی قسم ہے بے شک میں ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں

اسی حدیث کے تحت بین السطور

شارحین حدیث کا بیان

یوں لکھا ہے۔

أَيْ أَشْهَدُ عَلَيْكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ فَكَأَنِّي بَاقٍ مَعَكُمْ۔

یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو گویا میں تمہارے ساتھ ہی ہوں

(بین السطور بخاری شریف صفحہ...)

(۲) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۹ ص ۳۴۲ میں ہے۔

أَشْهَدُ عَلَيْكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ۔

میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا۔

(۳) حضرت ملا علی قاری قیامت کے روز نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان گواہی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

وَفِيْهِ تَنْبِيْهٌ نَبِيْهٌ عَلٰى أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ نَاظِرٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَرْضِ الْأَكْبَرِ۔

اور اس میں ایک شان والی تنبیہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ... پیشی میں حاضر ناظر ہوں گے

(... مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۶ ج ۱۰)

قیامت میں حاضر وناظر

اس دن تو ہر مسئلہ واضح سے واضح تر ہو جائیگا بالخصوص حاضر وناظر تو ایسا واضح ہوگا کہ منکرین بھی کہہ اٹھیں گے کہ ھذا ھو الحق المبین (انشاء اللہ) اسکی تفصیل وتحقیق باب الاحادیث میں آئیگی۔

مفسرین نے فرمایا

ابتدا میں فقیر نے مفسرین کے اقوال لکھے انہیں یہاں ساتھ ملا دیئے مثلاً صاحب روح البیان نے فرمایا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم امت کی گواہی دیں گے اس کا معنی اور مطلب یہی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نورِ حق کی وجہ سے دین پر چلنے والے ہر دین دار کے رتبہ پر بھی مطلع ہیں اور اس کے دین کی حقیقت پر بھی اور اس حجاب سے واقف ہیں جس نے امتی کو دین میں کمال حاصل کرنے سے روک رکھا ہے پس نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گناہوں کو پہچانتے ہیں ان کے ایمان کی حقیقت کو امت کے اعمال ان کی نیکیوں گناہوں اخلاص اور نفاق سب کو نورِ حق کی وجہ سے جانتے ہیں پہچانتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ص۲۴۸ ج۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ، زیرا کہ او مطلع است
بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ
از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست و حجابے
کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس
او میشناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمار او
اعمال نیک وبد شما را و اخلاص و نفاق شمارا و لہذا
شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و
واجب العمل است

یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے کیوں کہ آپ
صلے اللہ علیہ وسلم نور نبوت کی وجہ سے ہر دین دار
کے اس رتبہ پر مطلع ہیں کہ جس تک وہ پہنچا ہوا ہے
اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا
ہے اور اس حجاب سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ
سے وہ ترقی سے رکا ہوا ہے پس نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمان کے درجات
کو تمہارے اچھے برُے اعمال کو اور تمہارے خلوص
و منافقت کو پہچانتے ہیں پس آپ کی شہادت
دنیا (اور آخرت اسعد) میں بحکم شرع امت کے حق
میں مقبول اور واجب العمل ہے

(تفسیر عزیزی ص ۵۱۸)

یہی شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں۔

پس پیغمبر ایں امت گویا درحق ہر ہر یک از امت
خود موافق حال او گواہی میدہد۔

پس اس امت کے ہر ہر فرد کے متعلق اس کے
حال کے موافق گواہی ارشاد فرمائیں گے
(تفسیر عزیزی ص ۵۲۱)

آیت نمبر ۲

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ ۱۷)

اور ہم نے نہیں آپ کو مگر تمام جہانوں کی رحمت

تقریر نمبر ۱ | امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ امر قطعی ہے کہ اس آیت مبارک میں کاف خطاب سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور یہ امر بھی واضح ہے کہ رحمۃ للعلمین ہونا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی رحمۃ للعلمین نہیں ہو سکتا جس کی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں وارد ہے اور قاعدہ ہے کہ مقام روح میں جو وصف وارد ہوگا۔ وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہوگا کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح ممکن نہیں لہٰذا ضروری ہوا کہ رحمۃ للعلمین ہونے کا وصف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص ہو کسی دوسرے کے لیے اگر مبالغہ کے طور پر یہ لفظ یا اس کا ہم معنی کلمہ وارد بھی ہو تو اسے مبالغہ یا مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

حقیقت یا واقفیت سے اسکو کوئی تعلق نہ ہوگا ۔

جیسے آیت کریمہ :

اَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

بے شک میں نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ۔

یہی کلمہ العالمین کا عموم دلیل خصوص پائے جانے کی وجہ سے باقی نہیں رہا کیونکہ اس میں صرف اور صرف ان کے ہم زمان لوگ مراد ہیں ۔

بخلاف آیت ھذا کے کہ اس کے العالمین کے لیے کوئی مخصص نہیں اسی لیے یہ اپنے عموم پر ہے اگر مخالفین کے پاس اس کے مخصوص کی دلیل ہے تو پیش کریں ۔

جب کہ ان کے قطب مولوی رشید احمد گنگوہی نے اسے غیر نبی علیہ السلام یعنی علماء کے لیے جائز مانا ہے اور وہ بلا دلیل ہے اگر ہے تو مخالفین بیان کریں ورنہ یقین کریں کہ رحمۃ للعلمین ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعلمین تسلیم کرنا ہے تو یقیناً ماننا پڑے گا ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین کے ہر ہر فرد کے لیے رحمت ہیں ۔

(۲) العلمین سے مراد صرف انسان یا جن ولبشر وملائکہ ہی نہیں بلکہ کل جہاں ماسوی اللہ ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا رسالت سے ہے اور رسالت کل

مخلوق کے لیے عام ہے جیسا کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

أُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (مسلم شریف)

میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب رسالت کل مخلوق کے لیے عام ہے تو رحمت بھی سارے جہانوں کے لیے عام اور اللہ عزوجل کے سوا ہر ذرے کو شامل قرار پائی۔

(۲) رحمت کے متعلق مفسرین نے دو توجیہیں کی ہیں اگر مستثنیٰ منہ اعم علل ہو تو رحمۃ اَرْسَلْنَا فعل کا مفعول قرار پائے گے اور تقدیر عبارت یہ ہو گی

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ لِعِلَّةٍ مِّنَ الْعِلَلِ اِلَّا لِاَجْلِ الرَّحْمَةِ لِلْعٰلَمِيْنَ)

ہم نے آپ کو کسی کے لیے نہیں بھیجا صرف عالمین کے واسطے رحمت کے لیے بھیجا ہے اور اگر اعم احوال کو مستثنیٰ منہ بنایا جائے تو رحمت ضمیر خطاب سے حال ہو گا اور لفظ رحمت مبنی الفاعل ہو کر بمعنی راحم قرار پائے گا اور تقدیر عبارت یوں ہو گی۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ فِيْ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ اِلَّا حَالَ كَوْنِكَ رَاحِمًا لِلْعٰلَمِيْنَ ٥

اے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ

تمام جہانوں کے لیے رحم کرنے والے ہیں لفظ رحمت مفعول لہٗ ہو یا حال بہر صورت حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم راحم قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ مفعول لہٗ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل ہے اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راحم ہونا حال اور مفعول لہٗ دونوں کے مطابق ہے۔

خلاصۃ الکلام

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات کی تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرّہ ایک ایک قطرہ کے لیے رحم فرمانے والے ہیں اس معنیٰ پر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ ہژدہ ہزار عالم کے ذرّہ ذرّہ کے حاضر و ناظر ثابت ہوئے۔

(سوال) بعض مفسرین نے العالمین سے الناس یا صرف انس وجن اور ذوی العقول مراد لیے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ٥

ہم نے نہیں بھیجا آپکو مگر صرف لوگوں کا رسول بناکر

(جواب) جن مفسرین نے صرف الناس یا انس وجن یا ذوی العقول مراد لی ہے انہوں نے بلا دلیل کہا ہے یا انکی مراد یہ ہے کہ جب آپ اشرف المخلوقات کی رحمت ہیں تو غیر بطریق اولیٰ اس میں شامل ہیں کیونکہ جملہ ہژدہ ہزار عالم کا خلاصہ یہی انواع ثلاثہ ہیں اس لیے ان کے حق میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت ہونا بقیہ عالمین کے حق میں حضور

(صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رحمت ہونے کو مستلزم ہے
اور آیت
(وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ)
ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر صرف لوگوں کا رسول بنا کر
بھی ہماری مؤید ہے کیونکہ اہل حق کا مذہب یہی ہے کہ حضور
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ ہژدہ ہزار عالم ذرہ ذرہ کے رسول
ہیں یہاں تک کہ انبیاء کرام اور رسل بھی آپ کی امت کے
احاطہ میں ہیں۔

آیت میں "الناس" کو اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے
ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہوا کہ جب اشرف المخلوقات کے
آپ رسول ہیں تو ان سے ادنیٰ کے لیے بطریق اولیٰ رسول ہیں
(صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تقریر (۲) (تو اصل وجود آمدی از نخست) یعنی آپ جملہ
عالمین کی اصل ہیں ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ جب
تک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل کائنات اور تمام
عالمین پر فیض خداوندی کا واسطہ نہ ہوں اس وقت تک حضور
اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ العلمین ہونے کے کوئی
معنی نہیں ہو سکتے۔

بناء بریں جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل قرار پائے
تو تمام عالم کے جمیع افراد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرع
ہوئے پس جس طرح درخت کی ہر شاخ ہر پتے بلکہ اس کے

ہر جزو میں اصل ہی کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح تمام جہانوں یعنی ماسوی اللہ میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی نورانیت اور روحانیت مقدسہ جلوہ گر ہو گی اور عالم کا ذرّہ ذرّہ روحانیت ونورانیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گاہ قرار پائے گا چنانچہ مخالفین کے مستند اور معتمد علیہ مفسّر اپنی تفسیر روح المعانی کے تحت آیت ھذا لکھتے ہیں کہ

وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للجمیع باعتبار انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واسطۃ الفیض الالٰھی علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نورہٗ صلے اللہ علیہ وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول ماخلق اللہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر وجاء اللہ تعالیٰ المعطی وانا القاسم والصوفیہ قدست اسرارھم فی ھذا الفصل کلام فوق ذٰلک۔

تمام جہانوں کے لیے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کل ممکنات پر انکی قابلیت واستعداد کے موافق فیض الٰہی کا واسطہ عظمیٰ ہے۔
اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اوّل مخلوقات ہے کیونکہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ یا جابر اول ما خلق اللّٰہ نور نبیک اے جابر اللہ عزوجل نے تیرے نبی کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں حضرت صوفیہ کرام کا کلام ہمارے اس کلام سے بڑھ کر ہے چنانچہ صوفیہ کرام کے سرتاج صاحب عرائس البیان اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت جلد ۲ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں کہ۔

وما ارسلناک الا رحمة للعلمین ایها الفهیم ان الله سبحانه اخبرنا ان نور محمد صلی الله علیه وآله وسلم اول ما خلق فی الارض من جمیع خلقه ثم خلق جمیع الخلائق من العرش الی الثری من بعض نوره فارساله من العدم الی مشاهده القدم رحمة لجمیع الخلائق اذا الجمیع صدر منه فکونه کون الخلق وکونه سبب وجود الجمیع فهو رحمة کافیة وانهم ان جمیع الخلائق صورة مخلوقة مطروحة فی فناء القدرة بلا روح حقیقة منتظر القدوم محمد صلی الله علیه وآله وسلم۔

فاذا قلنا ان العالم صار العالم بوجوده
لانه روح جمیع الخلائق قال اللہ تعالیٰ
وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔

(ترجمہ) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر رحمت تمام جہانوں کے لیے اے صاحب فہم و تیسرو اللہ عزوجل نے اس آیت مبارکہ میں ہمیں بتایا کہ خالق کائنات نے ان کل مخلوقات میں جو چیز سب سے پہلے پیدا کی۔
وہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ہے پھر اللہ عزوجل نے اس نور کے ایک جزو سے از عرش تا فرش تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا لہذا عدم سے مشاہدۂ قدم کی طرف ان (محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بھیجنا جمیع مخلوقات کے لیے رحمت ہے۔ کیونکہ مصدر (خلائق وہی ہیں) سب کا صدور و ظہور انہی کے نور سے ہے لہذا ان کا ہونا مخلوق کا ہونا ہے اور ان کا موجود ہونا وجود خلق کا موجب ہے اور ان کا وجود مبارک جمیع خلائق پر اللہ عزوجل کی رحمت کا سبب ہے اس لیے کہ سب کے وجود کا سبب وہی ہیں لہذا وہ ایسی رحمت ہیں جو سب کے لیے کافی ہیں۔
اور اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی سمجھ دیا

ہے کہ قضاء قدرت میں تمام مخلوقات صورت مخلوق کی طرح بے جان اور بغیر روح حقیقی کے پڑی ہوئی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو تمام عالم وجود محمدی سے زندہ ہو گیا اس لیے کہ تمام مخلوقات روح حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا۔

ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کیلیے

(فائدہ) عرائس البیان کا مذکورہ بالا بیان تفسیر روح البیان ص۵۲۸ ج۵ میں بھی نقل فرمایا ہے

عارف باللہ علامہ صادی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

فلینا صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین

ولولا رحمتہ بنا مابقی منا احد

(تفسیر صادی جلد ا ص۱۶۶)

پس ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اگر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا تعلق ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔

آیت کریمہ کی جو تفسیر جلیل القدر علماء ومفسرین نے لکھی ہے کاش مخالفین ان کی تحریروں پر اعتماد کرتے تو انہیں یقین ہوتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ورابطہ ہژدہ ہزار عالم کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ہے۔

آپ کے فیض و برکت سے کائنات زندہ ہے جب ہر شے کا آپ سے رابطہ ضروری ہے تو آپ کو کس طرح دور سمجھا جائے یا کس طرح بے خبر مانا جائے جب آپ رحمۃ للعلمین ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عالم کائنات کا کوئی فرد آپ کے فیض و رحمت سے خالی ہو سکتا ہے۔

لطیفہ :- گکھڑوی اور دوسرے دیوبندی آیت کا مفہوم سمجھتے ہی نہیں اسی لیے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں رحمۃ للعلمین مانتے ہیں کہ

بلاشک اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کی اصلاح و فلاح کے لیے بھیجا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول بنا کر بھیجنا خدا تعالیٰ کی تمام جہانوں پر رحمت کرنا ہے

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۲۵)

افسوس کہ مخالفین نے یہ معنیٰ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کو صرف اصلاح و فلاح تک محدود کر دیا غور کیا جائے تو یہ معنیٰ صرف چند شرعی امور تک نبوت کو محدود مانا گیا ہے اسی لیے یہ بھلے مانس کہا کرتے ہیں کہ ان کے مولوی بھی رحمۃ للعلمین ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

(تفصیل فقیر کی کتاب پیر پرستی میں دیکھئے)

تقریر نمبر ۳ | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کے لیے حاضر و ناظر

اس وقت ہو سکتے ہیں جب آپ اعلیٰ درجہ کے نورانی روحانی اور لطیف ہوں چونکہ رحمۃ للعلمین ہونے کی وجہ سے آپ کا تمام جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے اس لیے ان کا روحانی نورانی اور لطیف ہونا بھی ضروری ہوا اس مضمون کو مندرج ذیل تقریر سے سمجھئے۔

۱ حیات آیت سے چند مسئلے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کے لیے رحمت فرمانے والے ہیں لہذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات کے عالم بھی ہیں۔

۲ اختیار عالم کے ہر ذرے تک اپنی رحمت اور نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار بھی رکھتے ہیں۔

۳ حاضر و ناظر تمام عالم کو محیط اور تمام کائنات کی ہر شئے سے قریب بھی ہیں

۴ نور ایسے روحانی نورانی اور لطیف ہیں جس کی بنا پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا دوسری چیز کے بعد ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت تمام افراد عالم سے یکساں قریب ہیں اسے مزید وضاحت کے ساتھ سمجھئے۔

سر وہ رحم نہیں کر سکتا وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو رحمۃ للعالمین نہیں ہو سکتے جب آیۃ قرآنیہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعلمین ہونا ثابت ہو گیا تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا۔

علم غیب

صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کریگا اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور کہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کرکے ظالم کے ظلم سے اُسے بچائے اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی رحم کی درخواست سن لیتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اس لیے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے مجھ پر رحم کیجیے اسطرح آپ اپنی امت کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ رحمۃ للعلمین نہیں ہو سکتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رحمۃ للعلمین ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

اختیار کل

(۲) صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا ہے جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے وہ دن رات اللہ کی عبادت و ریاضت کرتے کرتے وہ اسقدر ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے ہمارے پاس وہ اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہوا اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے معلوم ہوا کہ قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لیے ضروری ہے حبیب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لیے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور علیہ الصلوٰۃ کے لیے حاصل ہے۔

قریب نبی کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم

کے قریب ہو اس بات کو مثال کے ذریعے یوں سمجھیے کہ مثلاً آپ فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا آپ اس کی مدد کے لیے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کیلئے آپ آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا اب غور کریں کہ آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اور اس کے حال سے عالم بھی ہیں رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن اس وجہ سے کہ رحم کرنے کے لئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔

نتیجہ: جب آیتہ قرآنیہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کے لیے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت نورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔

آیت نمبر ۵ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل کی رحمت محسنین کو قریب ہے۔

طریق استدلال

اللہ تعالیٰ عزوجل کی علی الاطلاق رحمت مطلقہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اور محسنین کی خصوصیت اس لیے کہ وہی اس نعمت سے وافر حصہ پاتے ہیں جسکی تفصیل باب اقوال العلماء میں آئے گی (انشاء اللہ)

مخالفین سے جب جواب نہیں بنتا تو غلط طور ہاتھ مارتے ہیں یہاں بھی ایسے ہی ہوا گکھڑوی نے لکھا اگر یہی مراد ہے تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف محسنین کے لیے رحمت ہیں اور بس

(جواب) اسکا یہ معنی نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک سے قریب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے چونکہ محسنین کے ساتھ ایک خاص قرب مراد ہے وگرنہ تو ان مندرجہ ذیل آیات کا جواب کیا ہو گا۔

ان اللّٰہ مع المتقین

اللہ عزوجل پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

ان اللّٰہ مع الصابرین

اللہ عزوجل صابروں کے ساتھ ہے

کیا ان آیات کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ عزوجل سوائے ان کے اور کسی کے ساتھ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ ایک جگہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

(وھو معکم اینما کنتم)

(تمہارے سب کے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)
ثابت ہوا کہ متقین، محسنین، صابرین کے ساتھ ایک خاص نوعیت کا ساتھ ہے ورنہ عام معیت سب کو حاصل ہے اسکی تقریر وہی ہو گی جو مفسرین کرام نے قرآن مجید کے بارے میں بیان فرمائی ہے کہ اگرچہ یہ ھدیً للناس ہے لیکن چونکہ اس سے فائدہ پانے والے متقین ہیں
اسی لیے ان کے لیے فرمایا ھدًی للمتقین (متقیوں کو ہدایت دینے والا) دوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا

وما ارسلناک الا کافۃ للناس
اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا
حالانکہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف انسانوں کے رسول نہیں بلکہ جملہ کائنات کے رسول ہیں جیسے اس آیت میں اشرف المخلوقات کی تصریح سے جملہ عالمین ضمناً داخل ہیں ایسے ہی المحسنین میں دوسرے جملہ یعنی العالمین داخل ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ
(پ۶ المائدہ ع ۱۵)
ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔ اور روشن کتاب۔
تفسیر آیت کو حاضر و ناظر سے اس لیے تعلق ہے کہ ہم مدعی ہیں۔ کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حاضر و ناظر جسمانیت اور بشریت کے ساتھ نہیں بلکہ بایں طور کہ حاضر و ناظر کے عالمین کے ذرہ ذرہ پر اور روحانیت و نورانیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لیے قرب اور بعد مکانی یکساں ہے کیونکہ عالم خلق زمان و مکان کی قید سے مقید ہوتا ہے لیکن عالم امر ان قیود سے پاک ہے اس معنیٰ پر بیک وقت متعدد مقامات پر رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا اور ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات کثیرہ اور امکنہ متعددہ میں آپ صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم) کو اہل اللہ کا دیکھنا اور کھلم کھلا بیداری میں آپکی زیارت سے مشرف ہونا۔ دلائل کی روشنی میں ایسا واضح امر ہے کہ جسکا انکار کوئی دیندار مسلمان نہیں کر سکتا۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں۔ اسی لیے تمام دنیا کو اپنی نظر مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔ اور مقامات کثیرہ اور امکنہ متعددہ میں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل میں ایک دلیل آیت۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

ہے چنانچہ جلالین شریف میں اس آیہ کے تحت مرقوم ہے۔ (قد جاءکم من اللہ نور) ہو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامہ صادی اس پر فرماتے ہیں سمی نوراً لانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔ آپ نور سے موسوم ہیں کہ آپ ہر حسی و معنوی نور کی اصل ہیں۔

چونکہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت مقدسہ پر بیشمار ضخیم تصانیف موجود نہیں۔ صرف چند ضروری باتیں عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے منکرین نے عوام میں تاثر دے رکھا ہے۔ کہ نور صرف روشنی کا نام ہے حالانکہ یہ غلط اور سراسر غلط ہے یہ روشنی نور کے انواع میں سے ایک نوع ہے نور در اصل اسے کہا جاتا ہے جو خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرے۔ امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا النور ھو ظاھر بنفسہ ومظھر لغیرہ۔ (احیاء) اس معنیٰ پر تو حقیقی نور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہی ہو سکتی ہے۔ باقی جتنا انوار ہیں ان پر نور کا اطلاق مجازاً ہے۔ اسکی تحقیق فقیر کی شرح حدائق جلد ۱۵ یعنی شرح قصیدہ نور۔

۲- نور مقید بہ قیود جہات نہیں ہو قرب و بعد کی مسافتوں کی قیود سے بھی مقید نہیں وہ بیک وقت بہمہ جہت۔ اور دور و بعید میں موجود ہوتا ہے اگرچہ اسکا مرکز ایک ہو لیکن اپنے اوصاف سے ہر جگہ موجود ہوتا ہے اسکی ایک مثال آنکھ کی بینائی کی ہے ایسے ہی سورج کو سمجھئے وغیرہ وغیرہ عقلیات کے باب میں اسکی متعدد مثالیں قائم کی گئی ہیں۔

۴- نور لطیف شے ہے یہ اپنی لطافت کی وجہ سے بیک وقت متعدد مقامات بلا قید بعد و قرب موجود ہوتا ہے اور یہ صرف ممکن نہیں بلکہ واقع ہے۔ بلکہ کروڑوں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جن کو

تم اپنا ایمان سمجھتے ہونگے۔ مثلاً تمہاری آنکھوں کی بینائی۔ جب تم روشنی میں اپنے آگے دیکھتے ہو تو آپکی بینائی ایک ہی وقت میں زید کے ساتھ بھی ہے اور عمر کے ساتھ بھی۔ انسانوں کے ساتھ بھی۔ حیوانوں کے ساتھ بھی)۔ بلکہ جہاں جہاں تک بھی تیری قوت بصر میں طاقت ہے۔ وہاں تک بجمیع

اشیاء کے ساتھ آگہی بینائی حاضر بھی ہے اور ناظر بھی۔ اسی طرح اپنی قوت آواز کا تصور فرمایئے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھ کر زید کو بلاتے ہیں تو آپ کی آواز کی طاقت جہاں تک رسائی رکھتی ہوگی وہاں تک ہر شے کے ساتھ ہوگی چنانچہ ریڈیو کے ذریعے کائنات کے ذرہ ذرہ میں پہنچے ہوئے آواز کو روزمرہ دیکھا جارہا ہے۔ دیکھو ایک آواز ایک ہی آن میں ریڈیو میں پڑی ہوئی کراچی میں بھی ہے اور لاہور میں بھی۔ لندن میں بھی ہے امریکہ میں بھی۔ افریقہ میں بھی عرب میں بھی۔ اور عجم میں بھی۔ بلکہ تمام دنیا میں بیک وقت موجود ہے جہاں ریڈیو کے ذریعے سننا چاہو سن سکتے ہو۔ تمہارے کان اگر ریڈیو کے بغیر نہیں سن سکتے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ آواز کسی جگہ موجود نہیں۔ بات یہ ہے کہ آواز تو بیک وقت ہر جگہ موجود ہوتی ہے مگر تمہیں اسکا ریڈیو کے بغیر احساس نہیں ہوتا۔ جہاں ریڈیو لگ گیا احساس ہوگیا۔ احساس نہ ہونا آواز کی عدم موجودگی کی دلیل نہیں بلکہ تمہارے کانوں کی کمزوری کا ثبوت ہے آواز تو بلاشبہ موجود ہوتی ہے۔ اپنے کانوں کی کمزوری کو ریڈیو کے ذریعے دور کر کے دیکھ لو آواز کو موجود پاؤ گے۔ وسعت خواہ کروڑوں مربع میل کی ہو اور خواہ اربوں مقامات کیوں نہ ہوں۔ آواز کے وجود میں کوئی کمی نہیں۔ کمی ہے تو سننے والوں کی قوت سماعت میں ہے کہ وہ بغیر ریڈیو کی مدد کے سن نہیں سکتے۔ پس ثابت ہوگیا کہ متعدد مقامات پر ایک ہی آن میں لطیف شئے موجود ہونا لازمی ہے اور ناممکن بالکل نہیں۔ مگر دیدہ بینا درکار ہے ورنہ یہی کہا جائے گا کہ

آنکھ والا تیری قدرت کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

اصل موضوع

اصل بات کی طرف آیئے عرض کی جا رہی تھی کہ لطیف شئے کا متعدد مقامات پر بیک وقت موجود ہونا غیر ممکن نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب صاحب لولاک لما محبوبِ خدا۔ سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم لطیف از لطیف اکثیف۔ اسکا فیصلہ اگر وہابی مولوی کر دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

دلیل لطافت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپکو معلوم ہو گا کہ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو معراج شریف جسم اطہر سے ہوئی تھی۔ نہ کہ صرف روحانیت کے اعتبار سے اب اشکال یہ ہے کہ آپکا جسدِ اقدس اگر کثیف ہوتا تو ایک ہی آن میں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے فرش سے چل کر لامکاں کی سیر فرماتے ہوئے اسی آن بلکہ آن سے بھی کم میں واپس تشریف نہ لاتے اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی ہر شئے سے زیادہ لطیف ہیں۔

۲۔ اگر کسی کی عقل و فہم کی وہاں تک رسائی نہیں تو اسے چاہیئے کہ وہ عالم ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لے۔ چنانچہ آپ اپنے مکتوبات شریف کے صک ۱۸۷ ج ۲ مطبوعہ لکھنؤ میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس چیز سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وجود (اقدس) سے زیادہ لطیف نہ ہوتا۔ حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا نور کائنات کے ہر ہر ذرہ میں موجود اور حاضر و ناظر ہے۔

۳- یہ وہم کہ نقل سے بھی ثابت نہیں کہ ایک شخص ایک آن میں متعدد مقامات پر حاضر ہو۔ اسکے متعلق بھی گوش ہوش کی ضرورت ہے۔ آپکو یقین ہو گیا کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ذی روح کے قابض ارواح ہیں۔ خواہ انسان ہوں یا حیوان جن ہوں یا شیطان جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جنکو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح الصدور کے صفحہ ۱۷ تا ۲۲ اور شعرانی مختصر تذکرہ قرطبی کے صـ۲۳ تا صـ۲۴ میں بسط سے جمع فرمائی ہیں۔

۴- اسی ملک الموت کے متعلق یہی دونوں حضرات اپنی کتاب صفحات مذکورہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ملک الموت ہر ہر صاحب روح کے ساتھ ہر وقت ہے چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی کتاب مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں۔ اَلدُّنْیَا بَیْنَ یَدَیْ مَلَکِ الْمَوْتِ بِمَنْزِلَۃِ الطَّسْتِ بَیْنَ یَدَیِ الرَّجُلِ۔ صـ۱۸ یعنی ملک الموت کے سامنے ساری دنیا ایسے ہے جیسے ایک تھال کسی کے سامنے رکھا ہو۔

۳- مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالےٰ مصنف تفسیر مظہری اور رسالہ مالا بد منہ جن پر زمانہ حال کے وہابیہ کو بڑا ناز ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ انکو اپنے زمانہ کا امام بیہقی کا لقب دیتے تھے۔ اپنی کتاب تذکرۃ الموتیٰ والقبور کے صـ۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ابو نعیم وغیرہ از مجاہد روایت کردند کہ زمین نزدیک ملک

الموت مانند طشت است۔ الحدیث

۴۔ امام شعرانی کی کتاب مذکورہ ص۲۴ کے یہ الفاظ ہیں۔ عن ثابت البنانی رضی اللہ عنہ انہ قال اللیل والنہار اربع وعشرون ساعۃ لیس منہا ساعۃ تاتی علی ذی روح الا وملک الموت قائم علیہا الحدیث۔

ترجمہ:۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دن اور رات کے کل ۲۴ گھنٹے ہیں اور ان گھنٹوں سے کوئی ایسا گھنٹہ نہیں کہ جسمیں ہر ذی روح پر ملک الموت حاضر نہ ہو۔

۵۔ یہی الفاظ ابن حجر مکی نے اپنی مشہور کتاب فتاوٰی حدیثیہ کے ص۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ملک الموت ہر ذی روح پر حاضر و ناظر ہے اور ملک الموت ہمارے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک (نوکر) ہے جیساکہ کتب معتبرہ سے ثابت اب سوچ کر بتایئے کہ نوکر تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مگر افسوس کہ ساری کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہ ہو سکیں۔ اور ملک الموت کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں آتا۔ اور اپنے نبی علیہ السلام کے ماننے سے شرک" یہ عجیب منطق ہے۔ ملک الموت کے متعلق فقیر کا رسالہ پڑھیئے ملک الموت اور حاضر و ناظر۔

نوٹ: لطیف اشیاء کی مزید بحث باب عقلیات میں آئیگی (انشاء اللہ)

آیت نمبر۷۔ وَلَوْ اَنَّہُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

ترجمہ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

طریق استدلال ظلم کا سلسلہ نفس ہو تو اس میں ہر طرح کا گناہ مراد ہوتا ہے کبیرہ سے لیکر خلاف اولیٰ تک اسی لیے آیت میں ہر طرح کے ظالم لنفسہ کو حکم ہے کہ ارتکاب خطا کے بعد رحمت ایزدی سے ناامیدی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ بخشش طلب کرنے کی سبیل کرنی چاہیئے اسی لیے حکم ہے لا تیئسوا من روح اللّٰہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاؤ اور فرمایا لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاؤ بلکہ فرمایا۔ انہ لا یئیس من روح اللّٰہ الا الکفرون الخ اللہ کی رحمت سے کافر ہی ناامید ہوتے ہیں اور گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں اور حضور اکرم کریمانہ سے شفاعت فرمائیں۔ دنیا میں کون سا ایسا انسان ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ کبیرہ نہ سہی صغیرہ اور کم از کم خلاف اولیٰ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضری دو۔ اس حکم پر وہ عمل کریں جو مدینہ پاک میں ہوں وہ بھی حضور کی زندگی میں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہو گی اور مالدار بھی عمر میں ایک دو

بار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں لہذا تکلیف مالا یطاق ہوگی۔

اور یہ اللہ تعالے سے محال ہے جسکا صاف یہی مطلب ہے کہ وہ تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تم بھی حاضر ہو جاؤ۔ اس لیے ہم اہلسنت ہم اپنے نبی کو زندہ اور علم کلی کا عالم اور اپنے لیے حاضر و ناظر سمجھ کر معروضات پیش کرنے کے حق میں ہیں۔ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ہماری غلطیوں کے ارتکاز پر ہماری شفاعت فرماتے ہیں اور آپکو شفاعت کا اذن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں ہمارے جیسوں کی ہزاروں نہ صرف غلطیاں معاف ہو رہی ہیں بلکہ ہر دکھ درد کا مداوا ہوا ہے اور قیامت میں بھی انشاء اللہ ہم فقیروں کو نہ بھولیں گے۔

لطیفہ دراصل دیوبندی وہابی خوارج کے نقش قدم پر ہیں بھلا ان غریبوں سے کون پوچھے کہ اگر خوارج کی طرح شفاعت کے منکر ہو تو پھر تم مجبور ہو اگر شفاعت کے قائل ہو تو پھر ہمارے حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اگر ہمیں جانتے نہیں تو شفاعت کس کی کریں گے شفاعت تو وہ کرے جو مجرم سے باخبر ہو

آیت ۸ :۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(پ ۱۱) تو یہ بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول

جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت۔ استدلال حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت سے حاضر و ناظر پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے تین طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ جاءکم میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں۔ اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر جگہ موجود ہیں دوم یہ فرمایا گیا۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبر دار ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبر دار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اگر آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو مِنْكُمْ کافی تھا مِنْ اَنْفُسِكُمْ کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ فرمایا گیا عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہے تب ہی تو ہماری

تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں اَنفُسِکُمْ کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دُکھ درد ہو تو آقا کو گرانی اُس کے کرم کے قربان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(۹) اَلَمْ تَرَ (الآیات) اے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیا آپ نے نہیں دیکھا۔

(فائدہ) اسی طرح کی متعدد آیات جن میں اَلَمْ تَرَ، آیا ہے۔

طریقۂ استدلال اَلَمْ تَرَ الخ میں استفہام ہے اور رویت سے ہے اور رؤیۃ جسمانی آنکھ اور بصیرت (روحانی طور) دونوں کے لیے مستعمل ہوتی ہے اور ہم انشاء اللہ احادیث مبارکہ میں تفصیل سے عرض کریں گے کہ جتنا سابقہ واقعات گزرے ہیں ان سب پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روحانی طور پر موجود تھے اسی لیے جب بھی اللہ تعالےٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تو اپنے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو بطور یاددہانی کے لیے فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ۔ مخالفین کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں۔ صرف ڈوبے کو تنکے کا سہارا کے طور اس پر اعتراض کیا کہ

کا معنیٰ ہے" اَلَمْ تَعْلَمْ (یا محمد باعلامی ایاک" اے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کیا میرے تبلانے سے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے تبلادیا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا تو اس پر اَلَمْ تَرَ کا اطلاق ہوا۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک تبریدالنواظر ص ۱۲۸)

جواب: گکھڑوی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ جس واقعہ پر اَلَمْ تَرَ داخل

ہوا ہے وہ واقعہ اَلَمْ تَرَ کے ماقبل مذکور ہوتا ہے یا مابعد اس بات پر تو خود قرآن مجید شاہد ہے کہ واقعہ اَلَمْ تَرَ کے بعد ہی مذکور ہے تو گھکھڑوی کے خیالات کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ نے بتلایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا تو بتلانے سے پہلے اَلَمْ تَرَ سے استفہام کیسا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ ۔ (پ ۳ البقرہ ع ۲۵ ایت ۲۵۸)

ترجمہ: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے رب تعالیٰ کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا اس آیت مبارکہ میں الذی کے ساتھ اس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب مشار علیہ کا مخاطب کو علم ہی نہیں تو اشارہ سے گفتگو کیسی۔ اشارہ جب ہی صحیح ہوتا ہے کہ مخاطب نے وہ واقعہ دیکھا ہو۔ ہم یہاں صرف ایک دلیل پر اکتفا کرتے ہیں۔

سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ	ہم آپ کے سامنے اچھا
اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا	قصہ بیان فرماتے ہیں ساتھ
اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ	وحی کرنے ہمارے آپ پر
هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَ اِنْ	قرآن اور اگرچہ آپ ہمارے
كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ	اس بیان سے پہلے اس قصہ
الْغٰفِلِیْنَ ۔ (پ ۱۲ یوسف ایت ۳)	سے غافل ہیں۔ یہ نہ فرمایا

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْجَاهِلِيْنَ.

چونکہ آنحضرت اس واقعہ پر روحانی طور پر شاہد تھے۔ لیکن توجہ اس طرف نہ تھی اس لیے اللہ تعالےٰ شروع میں فرماتا ہے اِذْ قَالَ یُوْسُفُ یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے کہا۔

سوال؛ اگر یہ بات ہے تو صرف واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہی کافی تھا۔ پورا واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

(جواب) نبی اللہ اتنی ہی بات کی طرف توجہ فرماتا ہے جتنی بات کی طرف توجہ کا حکم ہو۔ بغیر حکم الٰہی اللہ تعالےٰ کا نبی کسی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

لطیفہ فقیر اویسی غفرلہ کو ایک سفر میں سنؔ اسّی سالہ بوڑھا دیوبندی مولوی ملا اور وہ مختلف موضوع پر بحث کرتا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی نفی تک جلنے لگا اور دلیل میں (وَ اِنْ كُنْتَ من قبلہ لمن الغافلین۔) پڑھ کر کہا کہ آپ کو علم نہ تھا تبھی تو (معاذ اللہ) آپکو غافل کہا گیا ہے۔ فقیر اویسی نے کہا جناب والہ غافلین غفلت سے ہے اسکا معنیٰ ہے عدم توجہ اور عدم توجہی سے لاعلمی ثابت نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ اس واقعہ سے غیر متوجہ تھے اور یہ بجا ہے کیونکہ آپکو توصرف توجہ اپنے رب کی طرف تھی ماسوی اللہ کی طرف اس وقت متوجہ ہوتے جب حکم ربانی ہوتا اور یہاں بھی ایسے ہی ہوا کہ آپکو جب متوجہ کیا تو آپ متوجہ ہوتے چونکہ وہ بوڑھا ضدی نہ تھا اسی لیے میرے پاؤں پکڑنے لیے فرمایا مولانا میری غلطی ہے میں اپنی غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔

استدلال | نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اول الخلق ہیں، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

لہٰذا ہمارا یہ دعویٰ اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام مخلوق سے پہلے عالم وجود میں جلوہ گر ہوئے اور اسکے زبردست دلائل ہمارے ہاں موجود ہیں۔ چند یہاں حاضر ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

(كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ خَلْقًا) وآخرهم في البعث (طبقات ابن سعد قال الشيخ حديث صحيح)

ترجمہ: میں پیدائش میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔ (شرح جامع صغیر ص ۱۰۳ ج ۳)

اسی لیے علامہ عزیزی نے فرمایا۔

بان جعله الله حقيقة تقصر عقولنا عن معرفتها و افاض عليها وصف النبوة من ذلك الوقت فكان هذا له باطنًا ثم ظهر۔

(السراج المنير جلد ۳ ص ۱۰۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسی حقیقت بنایا کہ ہماری عقل اسکی معرفت سے قاصر ہے اور اسی وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔

۲۔ روایت میں ہے کہ۔

كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد) قال الشيخ حديث صحيح

(السراج المنیر جلد ۳ صـ۱۰۴)

ترجمہ: میں نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں قولہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کنت نبیًا لم يقل كنت انسانًا ولا كنت موجودًا اشارة الى ان نبوته صلى الله عليه وسلم كانت موجودة فى اول خلق الزمان فى عالم الغيب دون عالم الشهادة فلما انتهى الزمان بالاسم الباطن الى وجود جسمه و ارتباط الروح به صلى الله تعالى عليه وسلم انتقل حكم الزمان فى جريانه الى الاسم الظاهر فظهر بذاته جسماً و روحًا فكان الحكم له باطنا اولا فى كل ما ظهر من الشرائع على ايدى الانبياء والرسل.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے کنت نبیاً فرمانا۔ اور نہ فرمانا کہ میں انسان تھا اور نہ فرمانا کہ میں اس جسم سے موجود تھا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اول زمانہ سے عالم غیب میں موجود تھی نہ کہ عالم شہادت میں جب آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ باطن کا زمانہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسم اور روح کے ساتھ ظاہر ہوئے پس روزِ اوّل سے باطنی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حکم تھا۔ ان تمام شرائع میں جو انبیاء کرام اور رسولوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے۔

(شرح جامع صغیر للمناوی)

آیت: ۱۵

وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ۔ (پ۱۱ التوبہ)

ترجمہ: اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

فسیری اللہ و رسولہٗ والمؤمنون (پ۱۱ التوبہ)

ترجمہ: تو اب تمہارے کام دیکھیگا اللہ اور اسکا رسول اور مسلمان

(ف) ان دونوں آیتوں سے ہم اہلسنت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حاضر و ناظر کا استدلال کرتے ہیں۔

طریقہ استدلال آیت اوّل میں لفظ رؤیت صاف طور پر مذکور ہے جسکے دو فاعل ہیں ایک اللہ تعالٰی جسکا دیکھنا اس حیثیت کا ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں بلکہ اعمال کے ظہور سے پہلے بھی وہ جانتا ہے دوسرے نبی اکرم علیہ الصلوٰہ والسلام لیکن آپکا دیکھنا اللہ تعالٰی کے دکھانے سے ملے اور یہ دیکھنا آپ کے لوازمات نبوت میں سے ہے لہذا دونوں فاعلوں کا دیکھنا اپنی اپنی شان کے مطابق ہے۔ مخالفین کا یہ کہنا کہ یہ آیت صرف منافقوں کے اعمال کی رؤیت پر دلالت کرتی ہے) غلط ہے کیونکہ آیات قرآنیہ کا اگرچہ مورد خاص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے ورنہ تو یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالٰی بھی

سوائے منافقوں کے اور کسی کے بھی اعمال نہیں دیکھتے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالےٰ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مومنین کا بھی ذکر ہے۔

وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ہ

یعنی اللہ تعالےٰ اور اُسکا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین تمہارے عمل دیکھ لیں گے۔

یہاں اہلِ ایمان کے لیے رؤیت بمعنی علم ہے اگر حقیقی معنیٰ ہو تو بھی اسکی تفصیل آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ وسلم کے لیے صریح اور صحیح احادیث میں آیا ہے۔

(۲) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا (الحدیث)

رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ مطبوعہ اصح المطابع کراچی۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ کر رکھدی۔ پس میں اسکے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہر چیز ظاہر ہے بلکہ ذرات کائنات بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح تیسری حدیث آرہی ہے۔

۳- قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَ اِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا

(مواہب لدنیہ شریف)

ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں نے دنیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ جیسے اپنی اس ہتھیلی کو اور اسکی شرح میں علامہ زرقانی نے ص ۲۲۱ (تحریر فرمایا ای ظهر و كشف لی الدنیا بحیث احطت جمیعها۔

ترجمہ یعنی دنیا کو میرے لیے منکشف فرمایا اور میں نے دنیا و ما فیہا کا احاطہ فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت مبارکہ کی وسعت کا بیان اسی کتاب کے باب الحدیث میں آرہا ہے۔ ہاں مومنین کاملین کا اعمال دیکھنا عقلاً اور نقلاً درست ہے۔ حدیث پاک میں ہے اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ بوجہ اُس نور کے جو کہ مومن کے قلب پر چمکتا ہے۔ حقائق مومن پر روشن ہو جاتے ہیں اور ما فی الضمائر پر اطلاع ہو جاتی ہے (شرح جامع صغیر جلد اص ۴۲ لیکن باوجود اسکے پھر بھی مومن کسی طرح بھی اس صفت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں۔

افہام و تفہیم

مخالفین کو صرف ضد انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے ہے اور بس ورنہ یہی با[illegible] غیر انبیاء اولیاء کرام میں پائی جائے تو مان جاتے ہیں مثلاً ملک الموت علیہ السلام کے لیے [illegible]

مبارکہ میں ہے کہ وہ ہر ذی روح کے ساتھ ہر وقت ہے چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی کتاب مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں۔ (اَلدُّنیا بین یدی ملک الموت بمنزلۃ الطست بین یدی الرجل)

ترجمہ: ملک الموت کے سامنے ساری دنیا ایسے ہے جیسے ایک ایک تھال کسی کے سامنے رکھا ہو۔

اسی طرح مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالےٰ مصنف تفسیر مظہری اور رسالہ مالابد منہ جن پر زمانۂ حال کے وہابیہ کو بڑا ناز ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ انکو اپنے زمانہ کا امام بیہقی کا لقب دیتے تھے۔ اپنی کتاب تذکرہ الموتی والقبور کے صـ۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ابونعیم وغیرہ از مجاہد روایت کردند۔ کہ زمین نزدیک ملک الموت مانند طشت است۔ الحدیث اور امام شعرانی کی کتاب مذکورہ صـ۲۴ کے یہ الفاظ ہیں۔ عَنْ ثابت البنانی رضی اللّٰہ عنہ اَنَّہٗ قَالَ اللَّیْلُ وَالنَّھَارُ اَرْبَعٌ وَ عِشْرُوْنَ سَاعَۃً لَیْسَ مِنْھَا سَاعَۃٌ تَاْتِیْ عَلٰی ذِیْ رُوْحٍ اِلَّا وَمَلَکُ الْمَوْتِ قَائِمٌ عَلَیْھَا الحدیث۔

جسکا ترجمہ یہ ہے کہ دن اور رات کے کل ۲۴ گھنٹے ہیں اور ان گھنٹوں سے کوئی ایسا گھنٹہ نہیں کہ جس میں ہر ذی روح پر ملک الموت حاضر نہ ہو۔ اسی طرح یہی الفاظ ابن حجر مکی نے اپنی مشہور کتاب فتاوٰی حدیثیہ کے صـ۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اسکی تفصیل گزر چکی ہے اور مستقل بحث فقیر کے رسالہ "ملک الموت اور حاضر و ناظر" میں پڑھیئے۔

بفضلہ تعالیٰ یہی بات حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بطریقِ اتم پائی جاتی ہے اور انکے طفیل اولیاء کرام میں بھی چنانچہ باب الحدیث و اقوال علماء میں بکثرت نقول عرض کرونگا۔ انشاء اللہ سر دست چند نقول ملاحظہ ہوں۔

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ اپنی مشہور کتاب الابریز شریف صفحہ ۲۴۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَكْبَرُ الاَرْوَاحِ قَدْرًا	یعنی ارواح سے سب سے
وحجمًا رُوحُہ صلی	بڑی اور سب سے موٹی حضور
اللّٰہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کی روح
فَاِنَّھَا تملاءُ السَّمٰوٰتِ	اقدس ہے کہ وہ تمام آسمانوں
وَالاَرْضِیْنَ۔	اور زمینوں پر حاوی ہے

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب جواہر البحار میں فرماتے ہیں کہ۔

اِنَّ جَسَدَہُ الشَّرِیْفَ لَا یَخْلُوْ عَنْہُ زَمَانٌ وَلَا مَکَانٌ وَلَا مَحَلٌّ وَلَا مَکَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا کُرْسِیٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بَرٌّ وَلَا سَھْلٌ وَلَا بَحْرٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ

ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے نہ کوئی عرش اور نہ کرسی اور نہ قلم اور نہ جنگل اور نہ دریا اور نہ نرم زمین اور نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے ذرہ ذرہ میں حاضر و ناظر ہیں۔

آیت ۱۱ :۔

واعلموا ان فیکم رسول اللہ اور جان لو بیشک تمہارے میں رسول موجود ہیں۔

طریقہ استدلال یہ قاعدہ اصول تفسیر کا مشہور ہے کہ آیت قرآنی کا مورد خاص اور حکم عام ہوتا ہے اس قاعدہ پر یہ حکم تا قیامت تمام امت کے لیے ہے تو معنیٰ ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہژدہ ہزار عالم کے ہر ذرہ اور قطرہ کے لیے حاضر و ناظر ہیں اور تا قیامت تمام امت کے ساتھ حاضر و موجود اگر بقول مخالفین یہ آیت خاص ان لوگوں کے لیے ہے جو آپکے ہم زمان تھے۔ تو بھی انہیں یہ مطلب مہنگا پڑیگا اس لیے اگر صرف آپکے ہم زمان لوگ مراد ہیں تو وہ بھی مختلف علاقوں اور مختلف مقامات پہ رہتے تھے اس لحاظ سے اسکے لیے ماننا پڑیگا۔ تو تمام امت کے لیے بھی ماننا پڑیگا کہ آپ انکے لیے اور سب کے لیے حاضر بھی ہیں ناظر بھی۔

سوال: گکھڑوی لکھتا ہے کہ اگر فی کم رسولہ سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر ہیں تو بتلایئے کہ مختلف قسم کے اور گوناگوں عذاب دینا میں پہلے بھی اور اب بھی کیوں ظاہر اور نازل ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔

(پ۹ الانفال ع ۴ ایت ۱۲۳)

یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپکے ہوتے ہوئے انکو عذاب دے۔

جواب: اس عذاب سے عذاب استیصال مراد ہے جو کہ قیامت تک نہیں

آسکتا۔

یہ تو الٹا ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں زندہ موجود ہیں اسی لیے ہم عذاب سے محفوظ ہیں۔

آیت نمبر ۱۲ :-

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (اللہ تعالیٰ عذاب نہ دے گا درآنحالیکہ (اے حبیب) تم ان میں موجود ہو اور نہ ان کو عذاب دینے والا ہے جب کہ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔

فرمان کے جزو اوّل کے ترجمہ سے واضح ہوتا ہے کہ وعدہ، صدق حضور کی حیات ظاہری تک محدود ہے لیکن اسکے سرسری غور کرنے سے ایک دوسرے معنیٰ بھی جلوہ گر ہوتے ہیں جو حقیقت میں اس وعدۂ کرم کی روح ہے اور وہ یہ کہ حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم میں موجود ہونا صرف زمانہ مسعود محمود ترسٹھ سال تک محدود نہیں بلکہ جب تک ہم میں حضور کی قولی و فعلی تعلیم کا اثر اور پابندی رہے گی۔ اور جس زمانہ تک ہمارے جسم اور دل آپکے بتلائے ہوئے اور دکھلائے ہوئے اوصاف و اخلاق کے آئینہ دار رہیں گے اور حضور کے اسوۂ حسنہ اور طریق عمل کو ہم اپنا مرکزِ عمل بنائیں گے۔ اس وقت تک حضور کی ذاتِ والا صفات ہم میں موجود کہلائے گی اور گویا ہم میں حضور کی موجودگی ہی مانی جائے گی خواہ کسی نامحدود زمانہ تک ہو۔ اور اس وقت تک ہم پر وہی برکات و سکینت نزول فرماتی رہے گی جو عہدِ حیات ظاہری میں رہیں اور اس وجہ سے ہم ہر آفت و ذلت اور عذاب سے نہ صرف خود ہی محفوظ رہیں گے۔ بلکہ تمام دنیا کی اصلاح و فلاح و نجات کا ذریعہ

ثابت ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سے صدہا سال بعد آنے والی مقدس ہستیوں نے خود کو آئینہ جمال محمدی اور عکس ظلال نبوی بنا کر دنیا بھر کی مخلوق پر وہی انوار و تجلیات کی بارش برسائی جو حضور کے زمانہ کی برکات کا نمونہ تھیں اور ایک عالم کو چاہِ ضلالت سے نکال کر فضائے رشد و ہدایت تک پہنچا دیا۔ اور دین قویم اور صراطِ مستقیم پر رہروان راہِ ہدایت کو مستحکم و مستقیم کر دیا۔

آیت ۱۳:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔

طریق استدلال واقعات پر جہاں لفظ اِذْ ہو وہاں جملہ مفسرین اذکر محذوف مانتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ اے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فلاں واقعہ یاد کیجئے جسکی تشریح فقیر نے پہلے عرض کر دی ہے یہاں بھی وہی بات ہے کہ آدم علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ہوا۔ وہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عالم دنیا سے پہلے معائنہ و مشاہدہ فرمایا جیسا کہ روایات کا مطالبہ بتاتا ہے وہ یہ کہ نہ صرف سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے بلکہ اس سے پہلے ابتدائے آفرینش سے لیکر بہشتیوں کے بہشت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کے کون سے امور ہیں جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوجھل ہیں

احادیث مبارکہ کے باب میں فقیر نے بہت کچھ عرض کر دیا ہے چند نمونے عقائد صحابہ میں بھی فقیر نے عرض کیے ہیں۔ انکے عقائد کی تفصیل ہم

نے اپنی کتاب "الاصابہ"، میں عرض کی ہے۔ نمونہ کے طور پر یہاں صرف سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا قصیدہ عرض کر دیتا ہوں

قصیدۂ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی کا شانِ ورد

کتب سیر میں مرقوم ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کر دوں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح خود طاعت ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو اللہ تعالٰے تمہارے منہ کو سالم رکھے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

من قبلها طبت في الظلال وفي
مستودع حيث يخصف الورق

ثم هبطت البلاد لا بشر
انت ولا مضغة ولا علق

بل نطفة تركب السفين وقد
الجم نسراً واهله الغرق

تنقل من صالب الى رحم
اذا مضى عالم بدا طبق

وردت نار الخليل مكتتما
في صلبه انت كيف يحترق

حتی احتوی بیتک المہیمن من
خندف علیا تحتہا النطق

و انت لما ولدت اشرقت
الارض وضاءت بنورک الافق

نحن فی ذلک الضیاء فی النور
و سبل الرشاد نخترق

یہ قصیدہ مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں نقل کر کے اسکا ترجمہ اور چند اشارے حاشیہ پر لکھے ہم نے اسی کا ترجمہ اور اسکے اشارے لکھ دیتے ہیں۔

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں) کے پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے۔ مُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ۔ اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف۔ کہ آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھا لیا۔ اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے۔ اسکے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین کی طرف) نزول فرمایا اور آپ اس وقت نہ بشر تھے۔ اور نہ مضغہ اور نہ علق کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہے اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاع ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ بلکہ

رصلب آبار میں محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ کشتیٔ نوح) میں سوار تھا۔
اور حالت یہ تھی کہ بشریت اور اسکے سامنے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ بواسطہ حضرت نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح
بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا۔ جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تو دوسرا طبقہ ظاہر اور شروع ہو جاتا تھا۔ (یعنی یہ مادہ سلسلہ آبار کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا) یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ نے نار خلیل میں بھی درود فرمایا۔

چونکہ آپ انکی صلب میں مختفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے آپ اسی طرح منتقل ہوتے رہے۔) یہاں تک کہ آپکا خاندانی شرف جو کہ (آپکی فضیلت پر شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ جاگزیں ہوا جسکے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے تھے۔ خندف لقب ہے آپکے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی انکی اولاد میں سے آپکے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو انکو سب کے

لہ یہ ترجمہ اور اشارے مولوی اشرف علی تھانوی کے ہیں ملاحظہ ہو نشر الطیب۔
عہ۔ یہ اشرف علی کی خیانت ہے دراصل وہ مادہ نور تھا جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا۔

سامنے بالکل نشیب درجات کے ساتھ ہے، اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

اس تمام مضمون سے تھانوی صاحب نے ہم اہلسنت کے مطابق لکھا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے نور ہیں عالم جسمانیت میں تشریف لائے تو یہ جسمانیت بشریت آپکی حقیقت نہیں کہلائے گی بلکہ حقیقت خدا جانے یا اسکا پیارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

(ف) یہ اشارہ لگا کر مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے کہ ظاہر ہے کہ جنت میں سایوں میں ہونا اور کشتی نوح میں اور نار خلیل میں ہونا یہ سب سے قبل ولادت جسمانیہ ہے یہ سب حالات روح مبارک کے ہوئے کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہر اً ان مراتب میں صرف آپکا وجود بالقوۃ مراد نہیں ہے (جیسے غیر مقلدین وہابیہ) کہتے ہیں جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے) کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد نوح، ابراہیم علیہ السلام میں مشترک ہے پھر آپکی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ عالیہ ہے کہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا۔ مثلاً یہ کہ جزء مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباء کے خود آپکی روح کو کوئی خاص تعلق ہو یہ قرینہ عقلیہ ہے اور نقلیہ قرینہ خود اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا سبب بتایا گیا ہے۔ آپکے ورود فرمانے سے سوا اگر اس جزء مادہ کے ساتھ آپکی روح کا کوئی خاص تعلق مانا جاوے تو اس جزء کی وارد فی النار ہونے کے کیا معنی کیونکہ ورود کے معنی مقتضی میں وارد کے خارج ہونے کو اور جزء کو داخل کہا جاتا ہے

ؔ یہ بھی اشرف علی کی خیانت ہے روح اور شے ہے نور اور۔ روح کا تعلق ماں کے پیٹ کے اندر بعد کو ہوتا ہے۔ (اویسی غفرلہ)

وارد اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے تطورات آپکے نور مبارک کے لیئے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا اور چونکہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا۔ اس لیے حدیث تقریری سے ان مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہوگیا۔ یعنی یہ جملہ مضمون اشرف علی تھانوی کا اپنا ہے جو اس نے نشر الطیب کے حاشیہ پر خود لکھا۔ (اویسی غفرلہ)

مزید تائید اگرچہ فقیر نے اسی موضوع کو اپنی کتاب (وہی اوّل) میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن یہاں چونکہ اذکر یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل میں ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب یاد کرنے کا نہیں کہا گیا بلکہ سابق دور میں آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے اسی کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کیجئے۔ اور آپکی وہ موجودگی حقیقتاً تھی۔ چند احادیث مبارکہ سے اس مسئلہ کو۔

حدیث نمبر ۱:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال آدم بین الروح والجسد۔

(جواہر البحار وغیرہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کب سے ہے تو آپ نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(۲) عن علی بن الحسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما عن امیہ عن جلاہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال کنت نورًا بین یدی ربی قبل خلق آدم باربع عشرۃ الف عام۔

(جواہر البحار ص ۱۱۳)

ترجمہ: اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی امام زین العابدین کے بزرگوں سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے چودہ ہزار سال بصورت نوراللہ کے ہاں موجود تھا۔ یہی روایت تھانوی نے نشر الطیب ص ۷-۸ میں نقل کی ہے۔

(ف) پہلی اور اس روایت میں اختلاف نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سفر کے مختلف اطوار داد وار بتائے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے۔ زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑنے سے شبہ نہ کیا جائے رہ گئی تحقیق اسکے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اسکو مقتضی ہو۔ (نشر الطیب ص ۸)

دوسری روایت میں زائد مدت کا ذکر ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۳- عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سال

جِبْرِيْل قَالَ يَا جِبْرَائِيْلُ كَمْ عَمَرْتَ مِنَ السِّنِيْنَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتُ اَعْلَمُ غَيْرَ اَنَّ فِى الْحِجَابِ الرَّابِعِ نَجْمُ يَطْلَعُ فِى كُلِّ سَبْعِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ رَأَيْتُهُ اثنين و سَبْعِيْنَ الف مرة فقال يا جبرائيل و عِزَّةِ رَبِّى جل جلاله اَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ۔ [1]

ترجمہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جبریئل علیہ السلام سے پوچھا تم نے کتنی عمر گزاری ہے جبریئل علیہ السلام نے عرض کیا مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ ستر ہزار سال میں ایک ستارہ طلوع کرتا ہے اور اسے میں نے بہتر ہزار بار دیکھا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اپنے رب العزۃ کی قسم وہی ستارہ میں ہی تھا۔

(ف)

اشرف علی تھانوی کی گواہی

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے نشر الطیب [2] لکھی ہے اس میں نور محمدی کے بارے میں احادیث لکھی ہیں صرف آپ لوگوں کے لیے اسی سے ہی عرض کرتا ہوں۔

---

[1] روح البیان تحت آیت۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ پ۱۱ نیز جواہر البحار ص۱۱۰۳ میں بھی یہ روایت ہے لیکن اس میں رایتہ اثنین وسبعین مرۃ ہے [2] مطبوعہ دیوبند از ص۶ تا ص۱۰ بقدر ضرورت ۱۲

پہلی فصل[1]، فصل نور محمدی[2] کے بیان میں پہلی روایت عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی۔

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی۔ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور سے (نہ بایں معنیٰ کہ نور الٰہی اسکا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گردش کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا۔ اور نہ جن تھا اور نہ انسان پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا فرمانا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ یہ طویل حدیث ہے۔

(ف) اس حدیث مبارکہ سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث شریف میں منصوص ہے۔

---

[1] اس میں چند فصول لکھے اور اس کے حاشیہ پر خود مصنف نے لکھا روایۃ ہذا الفصل کلہا المواہب ۱۲۔

[2] ہم کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں پڑے تھے۔

تو اصل وجود آمدی از نخست
دیگر ہر چہ موجود شد فرع تست
سعدی

نیز اس سے ثابت ہوا کہ کیا شان احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے
(اویسی غفرلہ)

اسکے فوائد میں تھانوی نوٹ لگا کر کہا ہے کہ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں۔

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق الاشیاء نور نبیک من نورہ الخ

ترجمہ: یہ حاشیہ لگا کر تھانوی نے لکھا ہے کہ ظاہراً نور محمدی[لے] صلی اللہ وآلہ روح محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ ہے مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے لیے مادہ ہونا ضروری نہیں پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا کہ اس مادہ کے چار حصے کیے گئے اور مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اسکا جزد نہ ہو بلکہ کسی طریقہ سے محض اسکا سبب خارج عن الذات ہو۔

اسکے حاشیہ پر تھانوی نے نوٹ لگا کر لکھا ہے کہ اور اس وقت ظاہر ہے

لے یہ اشرف علی کی خیانت ہے تفصیل گزری ہے۔ (اویسی غفرلہ)

کہ آپکا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپکی روح کو عطا ہوئی تھی اور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روح محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے جیسا اُوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شاید مراد ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا. سو اس سے آپکے وجود کا تقدم حضرت آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپکی کیا تخصیص تھی تقدیر کا تمام اشیاء مخلوق کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص دلیل اسکی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے ثبوت کے ثبوت کی پس اس سے آپکے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن تحقیق نہ تھا.

انکا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا. روایت کیا اسکو احمد اور بیہقی اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے

(ف) اور مشکوٰۃ شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے.

حدیث ۔ ۱۶.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکے لیے نبوۃ کس وقت ثابت ہو چکی تھی. آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح جسد کے درمیان میں تھے (یعنی انکے تن میں جان بھی نہ آئی تھی.) روایت کیا اسکو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے

(ف) اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبتی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اسکو روایت کیا ہے اور حاکم

نے اسکی تصیح کی ہے۔

شعبیؒ سے روایت کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اس وقت روح جسد کے درمیان تھے۔ جبکہ مجھ سے میثاق (نبوۃ کو) لیا گیا۔ (کما قال تعالیٰ و اذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح الایۃ) روایت کیا اسکو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن مرجب کے ذکر کے موافق۔

بقایا حاشیہ صد سے اس لیے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا۔ (یہی جواب آجکل کے غیر مقلدوں کو دیا جاتا ہے۔ جو آپکے تقدم زمانی کے قائل نہیں۔ (اویسی غفرلہ) اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے بلکہ نبوت ہی کے ثبوت کا کیا معنیٰ کیونکہ نبوت کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا۔ سو یہ وصف تو خود تاخیر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ متاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانیکے بعد۔

حاشیہ ہذا لے یہاں پر تھانوی ع لگا کر لکھتا ہے کہ، اس حدیث میں بھی مثل حدیث بالا کلام ہے ہم کہتے ہیں "علیہ السلام" اویسی غفرلہ

ہے یہاں پر تھانوی صاحب نے نشان لگا کر لکھا ہے۔

حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اسکی مساعد ہے نہ عقل۔

آیت نمبر ۱۴ :-

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (پ ۷ ع ۱۴ سورۃ الانعام)

ترجمہ :- اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

اسی آیت شریفہ کے ماتحت تفاسیر کے حوالے جات ملاحظہ ہوں۔

۱- اُقِيْمَ عَلٰى صَخْرَةٍ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَمَا فِي السَّمٰوٰتِ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى اَسْفَلِ الْاَرْضِيْنَ وَرَاٰى مَا فِيْهِمَا مِنَ الْعَجَائِبِ۔ (خازن جلد ثانی)

ترجمہ : حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لیے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لیے زمین کھولی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا۔ جو زمینوں میں ہیں

(ف) اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ آپ کو دکھا دیا گیا۔ کیا آسمانوں اور زمین کی کوئی شئے آپ سے مخفی نہیں۔ جس کے لیے درمیانی حجابات دور ہوں اس کے لیے قرب و بعد کی قید اٹھ جاتی ہے اسی کو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے یہی ہمارا مدعا ہے۔

۲۔ قَالَ مُجَاهِدٌ فُرِجَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ فَنَظَرَ اِلٰى مَا فِيْهِنَّ حَتّٰى انْتَهٰى نَظَرُهُ اِلَى الْعَرْشِ وَ فُرِجَتْ لَهُ الْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى مَا فِيْهِنَّ ۝ (مدارک التنزیل)

ترجمہ: مجاہد نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لیے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ انکی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لیے سات زمینیں کھول گئیں۔ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

(ف) اس سے معلوم ہوا گیا کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں جو کچھ ہے ان سب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھ لیا۔

(۳) اَنَّهُ جَلَّ لَهُ الْاَمْرُ سِرُّهُ وَ عَلَانِيَتُهُ فَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ اَعْمَالِ الْخَلَائِقِ۔ (تفسیر ابن جریر)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پوشیدہ و ظاہرہ تمام چیزیں کھل گئیں۔ پس ان سے مخلوق کے اعمال میں سے کچھ نہ چھپا رہا۔

(ف) ابن جریر کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام پوشیدہ اور ظاہرہ چیزیں ظاہر ہو گئیں یہاں تک کہ مخلوق کے اعمال بھی۔

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَ اِلٰى حَيْثُ مُنْتَهٰى اِلَيْهِ فَوْقِيَّةِ الْعَالَمِ الْجِسْمَانِيِّ وَ مَا فِي السَّمٰوٰتِ مِنَ

الْعَجَائِبِ وَالْبَدَائِعَ وَرَاَى مَا فِیْ بَطْنِ الْاَرْضِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ ۝

(تفسیر کبیر)

ترجمہ: اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہوتی ہے۔ دیکھ لیا اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

۲۔ النَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

نبی مسلمانوں سے اُن کی جانوں سے قریب ہیں۔

مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اَولٰی کے معنی قریب تر تو آیت مبارکہ کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی زیادہ قریب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔

مولوی قاسم نانوتوی کی اصلی عبارت ملاحظہ ہو۔ لکھا کہ النَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کو دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی اُن کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولٰی بمعنی اقرب ہوا اور بمعنی احبُّ یا اولٰی

بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئے گی کیونکہ اجنبیت اور اولیت بالتصرف کے لیے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس ہو سکتا۔

(تحذیر الناس ص۱۰)

تبصرہ اویسی غفرلہ نفس سے یہاں وہ لطیفہ مراد ہے کہ فواد (قلب) کی بھی جان ہے یعنی بائیں پستان کے نیچے چار انگل کے فاصلہ پر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اس کا نام قلب ہے اور یہ صرف انسان میں نہیں بلکہ ہر جاندار (جانور وغیرہ) میں ہے اسی لوتھڑے کے اندر فواد ہے جو صرف اور صرف انسان کو نصیب ہے۔ اس فواد (قلب انسانی) میں جان (نفس) ہے لیکن ہر انسان سے اپنی جان دور ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کو اس کی جان سے بھی اقرب (زیادہ) قریب ہیں۔ لیکن اس کا نظارہ وہی کرتے ہیں جنہیں قلب کی صفائی نصیب ہے جیسے اقوال علماء کے باب میں درجنوں حوالہ جات پیش کروں گا جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ جو ذات جان سے زیادہ قریب ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے اللہ والے کہتے ہیں کہ اگر ہم لمحہ بھر انہیں نہ دیکھیں تو کافر ہو جائیں۔ وہ کہتے ہیں ؎

خلقت بھولی جیندی گول ہے
او ہر دم فرید دے کول ہے

یعنی جسے مخلوق تلاش کر رہی ہے وہ ہر لمحہ فرید (ولی اللہ) کے پاس ہے۔

لطیفہ جو لوگ حضور علیہ السلام کے قرب (حاضر و ناظر) کے منکر ہیں وہ مجبور ہیں۔ کیونکہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا فرمان جو مومنین کے لیے ہے

بیان فرمایا ہے۔ مؤمنین جمع ہے جمع پر "ال" داخل فرمایا تاکہ فائدہ عموم کا دے۔ جس میں تمام مؤمنین ابتداء سے انتہا تک شامل ہو گئے اور فرمایا کہ مؤمنین کی جانیں اتنی قریب ان کے لیے نہیں ہیں جتنا کہ قرب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین سے ہے۔

اَوْلٰی کے معنیٰ قریب تر ظاہر کرنے کے لیے بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ میں لفظ اَوْلٰی کو دوبارہ فرمایا تاکہ پہلے اَوْلٰی کے معنیٰ اَقْرَبُ کو مضبوط ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اَوْلٰی بمعنیٰ اقرب میں دوسری جگہ بھی مراد لیے ہیں جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ۔

بے شک بہت نزدیک لوگوں کے ابراہیم علیہ السلام سے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی تابعداری کی۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اَوْلٰی بمعنیٰ اَقْرَب و نزدیک تر لیے ہیں۔ چنانچہ اس اقربیت کا ذکر جو اَوْلٰی کے لفظ میں ہے۔ مؤمنین کی خصوصیّت سے یہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَوْلٰی بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ تَرَكَ دِيْنًا فَعَلَيَّ (رواہ النسائی ج ۱۔ ص ۲۷۹)

میں زیادہ قریب ہوں ہر مؤمنین کے ساتھ اس کی جان سے جس نے قرضہ چھوڑا تو اس کا ادا کرنا مجھ پر لازم ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۳ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ میں مومنوں کی جانوں سے بھی انہیں زیادہ قریب ہوں۔

فائدہ اس حدیث پاک میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر و ناظر کے مسئلہ کو خود حل فرمایا اگر تم مومن ہو ہو تو آپ کا حاضر و ناظر سمجھنا تمہارے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُؤمِنٍ کی قید لگائی ہے۔

حقیقی معنیٰ اولیٰ بمعنیٰ اقرب کا حقیقی معنیٰ بھی یہی ہے اس لیے کہ یہ مشتق ہے ولایۃ بمعنی نزدیک شدن سے اور خود مخالفین کے مولوی قاسم نانوتوی نے بھی اَوْلیٰ کے معنیٰ اقرب یعنی قریب تر ہی لیے ہیں۔ جیسا کہ گذرا۔

مفسرین نے فرمایا نہ صرف مولوی قاسم نانوتوی بلکہ بعض مفسرین جیسے عرائس البیان وغیرہ نے بھی اَوْلیٰ بمعنیٰ اقرب (قریب تر) کیا ہے۔

(۱) علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

(اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ) ای اَحَقُّ وَ اَقْرَبُ اِلَیْہِمْ (مِنْ اَنْفُسِہِمْ) (روح المعانی)

نبی ان کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں۔

(۲) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

"پیغمبر نزدیک تراست بمومناں از ذات ہائے ایشاں"

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۸۱)

"پیغمبر مومنوں کے زیادہ قریب ہیں ان کی ذوات سے بھی"

خود ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولیٰ بمعنی اقرب استعمال فرمایا ہے
(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً

ترجمہ : لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص خوش نصیب ہوگا جو زیادہ درود وسلام بھیجنے والا ہوگا۔

(بخاری شریف، ترمذی شریف ج ۱ ص ۶۴، مشکوٰۃ شریف ص ۱۹)

یعنی دنیا میں جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ وسلام بھیجے گا۔ قیامت میں وہ میرے قریب تر ہوگا۔ دیکھئے یہاں اولیٰ بمعنی اقرب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرمایا ہے۔ جسے تفصیل دیکھنی ہے وہ کتب احادیث کے باب اولیٰ کا مطالعہ فرمائے۔ مثلاً کنز العمال اور شرح جامع صغیر اور وہ کتب جو حروف معجمہ پر مرتب ہیں۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔ روئے مبارک سوئے یاراں کرد وفرمود الستم بالمؤمنین من انفسھم نمے دانید شماکہ در قرآن مجید ہم مذکور است کہ النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم ..... قالوا بلٰی گفتند صحابہ آرے تو نزدیک ترین ودوست ترین بمومناں ہستی از نفوس ایشاں۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۰۱)

جب حضور منزل غدیر خم پہ پہنچے صحابہ کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک میں مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں

کے نزدیک اور زیادہ دوست ہوں. جیسا کہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ نبی مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ متصرف نیز شیخ محقق قدس سرہ نے فرمایا۔

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔۔۔

پیغمبر نزدیک تراست بمومناں	حضور مومنوں سے بنسبت ان کی
از ذاتہائے ایشاں۔	ذات کے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۸۱)

نیز مولوی قاسم نانوتوی نے ایک اور تصنیف میں لکھا کہ

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم

جس کے یہ معنی ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے. مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے اعنی ان کی جانیں اسے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے اصل معنیٰ اولیٰ کے اقرب ہیں۔ (آب حیات ص ۵۸)

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔

مامن مؤمن الا وانا	کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور
اولی الناس بہٖ فی الدنیا	آخرت میں تمام لوگوں کی بنسبت
والآخرۃ (اخرجہ البخاری	اس سے زیادہ قریب ہوں۔

ص ۳۲۳ و ج ۲ ص ۷۰۵) وابن جریر و تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۸۲)

ایک اور روایت میں یوں ہے۔

انا اولی بالمؤمنین من	میں تمام مومنوں سے بنسبت
انفسھم۔	ان کی جانوں کے زیادہ قریب ہوں۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔

انا اولیٰ بکل مومن من نفسہٖ۔	میں ہر مومن سے اس کی جان کی بہ نسبت زیادہ نزدیک ہوں۔

(اخرجہ احمد وابوداؤد، درمنثور ج ۵ ص ۱۸۲)

۳۔ حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا۔

یا بریدۃ الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم قلت بلیٰ یارسول اللہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والنسائی۔ تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۸۲)	اے بریدہ کیا میں تمام مومنوں سے ان کی جانوں کی بہ نسبت زیادہ قریب نہیں ہوں۔ میں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ آپ واقعی تمام مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اولیٰ ولی سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اَلوَلیُ سے مشتق ہے اور "الولی" نزدیک شدن" نزدیک ہونا۔ اور مصباح اللغات ص ۹۵۵ پر ہے "ولیاً" قریب ہونا۔ اگر یہی اس کا حقیقی معنیٰ ہے باقی معانی مجازی ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ حقیقی معنیٰ پہلے مجازی معانی بعد کو جب کہ حقیقی معنیٰ نہ بن سکے۔

۴۔ عن معاذ بن جبل قال لما بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوصیہ ومعاذ	یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو

راکب و رسول اللہ صلی اللہ	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان
علیہ وسلم یمشی تحت	کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے
راحلتہ فلما فرغ قال	تشریف لے گئے معاذ رضی اللہ
یا معاذ انك عسی ان	عنہ سوار تھے۔ اور حضور ان کی
لا تلقانی بعد عامی	سواری کے نیچے پیادہ چلتے تھے
ھذا او لعلك ان تمر	جب آپ (وصیت سے) فارغ
بمسجدی ھذا وقبری	ہوئے تو فرمایا اے معاذ قریب
فبکی معاذ جشعا لفراق	ہے کہ تو مجھے نہ ملے گا۔ میرے
رسول اللہ صلی اللہ	اس سال کے بعد اور شاید تو
علیہ وسلم ثم التفت	میری مسجد اور میری قبر پر گذرے۔
فاقبل بوجھہ نحو	یہ سن کر حضرت معاذ حضور علیہ الصلوٰۃ
المدینۃ فقال ان اولی	والسلام کے فراق کے غم سے
النّاس بی المتقون من	رونے لگے۔ تو آپ نے ادھر سے
کانوا وحیث کانوا۔	التفات کرکے مدینہ طیبہ کی
(رواہ احمد فی المسند	طرف منہ کیا اور فرمایا کہ میرے
ج ۵ ص ۲۳۵) (مشکوٰۃ شریف	بہت قریب وہ لوگ ہیں جو
ص ۴۴۵/۴۴۶ کتاب الرقاق فصل ۳	متقی ہیں جو ہوں جہاں ہوں۔

فائدہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے بیضاوی شریف میں المتقین کے تین مراتب بتائے ان کا ادنیٰ مرتبہ یہی کہ اللہ و رسول کو ماننا الحمد للہ اس معنی پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سنی مسلمان کے قریب ہیں۔

(فوائد) حدیث پاک سے چند مسائل ثابت ہوئے۔

۱۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال شریف کا علم۔
۲۔ حضرت معاذ کے مزار شریف پر آنے کا علم۔
۳۔ حضرت معاذ کی زندگی کا علم۔
۴۔ متقی لوگوں کا حضورؐ کے قریب ہونا اگرچہ بظاہر کتنا دور کیوں نہ ہوں۔
۵۔ حضورؐ کا حضرت معاذ کو تسلی دینا کہ تو بظاہر یمن میں ہوگا اور باطن میں میرے قریب ہوگا۔

گویا شعر ذیل حضرت معاذ کے لیے کہا گیا ہے۔

گر بمنی در یمنی پیش منی   گر بے منی پیش منی در یمنی

فائدہ اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ ان اولی النّاس بی المتقون وفرمود قریب ترین مردم بمن پرہیزگارانند من کانوا وحیث کانوا ہرکسانے کہ باشند و ہر جا کہ باشند این وصیت وتسلیہ است مر معاذ را کہ باید تقوی ورزی و برفراق ما غم نخوری چوں از متقیاں باشی بصورت اگر جدا باشی بمعنی با مائی۔ (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۴۰۸)

فائدہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سب کے قریب اور ہر ایک کے نزدیک ہیں مگر ہیں ملائکہ کی طرح پوشیدہ آپ کے قرب اور دیدار سے وہی فیضیاب ہوتے ہیں جن سے بوجہ مجاہدات و ریاضیات وکثرت درود شریف کے حجابات دور کر دیئے گئے۔ پھر وہ تقویٰ کی وجہ سے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے اور قلوب کو تسکین بخشتے ہیں۔

فائدہ یہ متقین کے درجہ اول کے لیے ہے۔ جس کی تفصیل و تشریح اقوال علماء کے باب میں آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالےٰ)

کہ وہ حضرات قلوب کے تصفیہ اور نفوس کے تزکیہ کی برکت سے ہر لمحہ اور ہر لحظہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پرانوار سے سرشار رہتے ہیں۔ ولکن الوہابیہ قوم لا یعقلون۔

نوٹ:۔ آیات کا سلسلہ بیان ختم کر کے آگے احادیث سے حاضر و ناظر کا ثبوت پیش کیا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْن

باب ۲ الاحادیث

حاضر و ناظر کی احادیث اتنا بکثرت ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو کتاب ضخیم سے ضخیم تر ہو جائے گی اسکے متعلق ابتدا میں فقیر نے عرض کیا ہے کہ وہ احادیث مبارکہ جو حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کی ہے وہ بعینہ مسئلہ حاضر و ناظر کے متعلق ہیں لیکن پھر بھی بعض احادیث مبارکہ مستقل طور پر مسئلہ حاضر و ناظر کے استدلال میں ہمارے علمائے کرام نے پیش فرمائی ہیں ان میں بعض تو ایسی طویل البحث ہیں اُن پر مستقل رسائل تیار ہیں ان کے اکثر علیحدہ مستقل طور پر ایک عرصہ پہلے فقیر نے شائع کیے ہیں یہاں موضوع کی مناسبت سے ان کی تلخیص پیش کرتا چلا جاؤں گا تاکہ بحث تشنہ تکمیل نہ رہے ان میں سب سے پہلے التحیات کی بحث عرض کرتا ہوں۔

التحیات اور حاضر و ناظر

فقیر نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب رفع الحجاب عن تشہد اہل الحق واہل الاحزاب، لکھی ہے اس کے کئی ایڈیشن اس وقت تک نکل چکے ہیں بقدر ضرورت یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

حاضر و ناظر کا مسئلہ التحیات سے بھی حل ہو جاتا ہے

چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ہر نفل و سنت کی ہر دوسری رکعت میں اور فرض کے ہر دوسرے قعدہ میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے اگر کوئی عمداً چھوڑ دے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اسی التحیات کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں السلام علیک ایہا النبی الخ،، سلام ہو آپ پر اے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم) دیکھئے التحیات میں صیغہ خطاب بھی ہے اور پھر ایہا حرف ندائیہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ ضمیر خطاب اور حرف نداء کہہ رہا ہے کہ تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنی نمازیں قبول کراؤ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول کتاب احیاء العلوم شریف جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرائط میں فرماتے ہیں منہا احضرنی قلبك النبی علیہ السلام و شخصہ الکریم وقل السلام علیك ایہا النبی! یعنی اپنے دل میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو حاضر و ناظر جان کر عرض کر السلام علیک الخ بلکہ ہمارے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ التحیات میں نمازی کا یہ خیال ہو کہ میں ہدیہ دربارگاہ رسالت میں سامنے حاضر ہو کر پیش کر رہا ہوں چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ وجہ (الانشاء) کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علے | نمازی الفاظ تشہد سے ان معانی کا ارادہ کرے جو اسکی مراد ہے اور یہ علی وجہ الانشاء ہو گویا کہ

نبیہ و علیٰ نفسہ	وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
واولیاؤہ (لا) الاخبار	میں تحفے پیش کر رہا ہے اور
عن ذالک ذکرہ فی	اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ
المجتبیٰ لا حکایتہ	وسلم پر اور خود اپنی ذات
سلام اللہ	اور اولیاء اللہ پر سلام پیش
(درمختار جلد اول ص۲۴۷ ج ۱)	کر رہا ہے اخبار اور حکایت
	سلام کی نیت ہرگز نہ کرے

اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا اور اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لیے ہے (سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے) اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو۔

(۲) ولا بدعن ان یقصد	نمازی کے لیے الفاظ تشہد
التشہد معانیہا	کے معانی موضوعہ کا اپنی
التی وضعت لہا	طرف سے بطور انشا
من عندہ کانہ یحیی	مراد لینا اور ان کا قصد
اللہ تعالیٰ ویسلم	کرنا ضروری ہے گویا کہ
علی النبی صلے اللہ	وہ اللہ کو تحفے پیش کر رہا
علیہ وسلم وعلیٰ	ہے اور نبی اکرم صلے اللہ
نفسہ واولیاء اللہ	علیہ وسلم اور اپنی ذات پر
تعالیٰ کذا فی الزاہدی	واولیاء کرام پر سلام
وعالمگیری - ص۷۲	عرض کر رہا ہے۔
(مطبوعہ سندھ ج ۱)	

نمازی کے لیے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشا مراد لینا اور ان کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنی ذات پر اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے

(ف) اسی طرح دیگر کتابوں میں یہی مضمون موجود ہے مثلاً شامی ج۱ص۴۷۷ اور مراقی الفلاح ص۱۵۵ وغیرہ وغیرہ ان عبارات سے وہابیہ کا وہ مکر و فریب بھی دفع ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ مسئلہ حاضر و ناظر فقہہ کی کتابوں میں نہیں ہے مزید عبارات اور تحقیق و تفصیل کی کتاب رفع الحجاب میں ملاحظہ ہو۔

رازِ نہانی

نماز معراج المؤمن میں ہے جب بندہ بندگی میں عاجزی در عاجزی دکھاتا ہے تو آخر میں اسے بارگاہِ حق میں حاضری نصیب ہوتی ہے تو تحیات پیش کرتا ہے تو اسے گویا فرمان ہوتا ہے کہ انکا شکریہ ادا کرو جس ذات کے طفیل یہاں پہنچا ہے چنانچہ عرفاء نے فرمایا کہ نماز میں السلام علیك ایھا النبی، کہنے کا حکم بھی اس امر پر مبنی ہے کہ جب حقیقتِ محمدیہ تمام ذراتِ کائنات میں موجود ہے تو ہر نمازی کے باطن میں بھی اس کا پایا جانا ضروری ہے اور چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم باوجود تمام کائنات میں جلوہ گر ہونے کے اللہ تعالیٰ کے دربار سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے اس لئے نمازی کو حکم دیا گیا کہ جب تو دربارِ الٰہی میں حاضر ہو تو خطاب و ندا کے ساتھ

انہیں مخاطب کر کے السلام علیك ایھا النبی کے الفاظ سے ان کی خدمت میں تحفہ سلام پیش کر، چنانچہ قطب ربانی غوث صمدانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف کتاب المیزان مطبوعہ مصر ص۱۴۵ پر تشہد کے بیان میں ارقام فرماتے ہیں

میں نے سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ شارع (حقیقی) نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرما دے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں اس لیے کہ وہ دربارِ خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس نمازی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بالمشافہ (روبرو) سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔

فائدہ

اس عبارت میں شھود نبیھم فی تلک الحضرۃ " (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بارگاہِ ایزدی میں حاضر وجلوہ گر ہونا) اور فانہ لا یفارق حضرۃ اللہ ابدًا (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے) اور فیخاطبونہ بالسلام مشافھۃ (نمازی بالمشافہ یعنی حضور کے روبرو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کے ساتھ

خطاب کرتے ہیں اخاص طور پر قابلِ غور جملے ہیں یہ تینوں جملے اس مقام پر مخالفین کے تمام شکوک و شبہات کا قلع قمع کر رہے ہیں ایسے چمکتے ہوئے دلائل کے سامنے کسی کو رباطن کا یہ کہنا کہ السلام علیک ایہا النبی معاذ اللہ بعید غائب کو خطاب ہے حضور کی محض خیالی صورت ہوتی ہے خود حضور بارگاہِ ایزدی میں حاضر نہیں ہوتے کیسی دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے بھلا کوئی منصف مزاج ایسے روشن کلمات کے ہوتے ہوئے اس تنگ نظری اور تاریک خیالی کو قبول کر سکتا ہے؟

(فائدہ) اسی مضمون کو تشہد کے بیان میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ارقام فرمایا ہے

اہلِ عرفان کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکیت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لا یموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات کی تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں یہ شرفِ باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتِ متابعت کا طفیل ہے نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہِ خداوندی میں جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب کے حرم میں

حبیب حاضر ہے یعنی دربارِ خداوندی میں نبی
کریم صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں حضور کو
دیکھتے ہی السلام علیک ایہا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے ہوئے
حضور کی طرف متوجہ ہوئے (فتح الباری ج۲ ص۲۵۰)

یہی عبارت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۶ ص۱۱۱ اور مواہب اللدنیہ ج۲ ص۲۳، زرقانی شرح مواہب جلد ۷ ص۳۲۹، ص۳۲۰، زرقانی شرح موطا امام مالک جلد ۱ ص۱۷۱، سعایہ جلد ثانی ص۲۲۷، فتح الملہم جلد ۲ ص۱۴۳ اوجز المسالک جلد ۱ ص۲۶۵ پر بھی بعینہا مرقوم ہے ہم نے تکرار اور اعادہ سے بچنے کے لیے صرف کتابوں کے نام مع صفحات تحریر کرنے پر اکتفا کیا ہے یہ تمام عبارات فقیر نے رفع الحجاب میں لکھدی ہیں۔

انتباہ

مقامِ غور ہے کہ ان تمام کتابوں کے مصنفین اور محدثین کرام یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری، امام قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ، امام بدر الدین عینی صاحب عمدۃ القاری، امام زرقانی صاحب شرح مواہب و شرح موطا، مولٰنا عبدالحی لکھنوی صاحب سعایہ، رحمہم اللہ تعالٰی حتٰی کہ سرگروہِ منکرین ومعاندین صاحب فتح الملہم و اوجز المسالک، سب بیک زبان کہہ رہے ہیں کہ فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضرؐ یعنی نمازی جب دربار الٰہی میں نظر اٹھاتا ہے تو حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پاتا ہے، فوراً عرض کرتا ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ

اللہ وبرکاتہٗ،، اے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

یہ الگ بات ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا انہوں نے حاضر کے معنے غائب اور اثبات کے معنی نفی سمجھ لیے یہ ان کی اپنی شومی قسمت اور کور باطنی ہے کہ ان کو کسی نماز میں حرم حبیب کی حاضری نصیب نہ ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے بھی فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر صادر کرا دیا اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید اور اپنے حبیب کی تعریف و توصیف منکرین و معاندین سے بھی کرا لیتا ہے اور جن کے قلوب انکار و عناد کی بیماری سے پاک تھے انہوں نے پوری وضاحت کے ساتھ حق کی تائید فرمائی جس کے ثبوت میں ہم مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت سعایہ سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

اہل معرفت کے طریق پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ
کہ نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ ملکوت
کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ
میں حاضری کی اجازت مل گئی فرحت مناجات
سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں خبردار
کیا کہ یہ سب کچھ بواسطہ نبی رحمت اور انہی کی
برکت متابعت سے ہے انہوں نے خبردار
ہوتے ہی نظر اٹھائی تو ملک حبیب کی بارگاہ
میں حبیب کو حاضر پایا فوراً السلام علیک ایہا

النبی" کہتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے میرے والدِ علام اور استاذ قمقام نے (اللہ تعالیٰ انہیں دار السلام میں داخل فرمائے) اپنے رسالہ نور الایمان بزیارہ آثارِ حبیب الرحمٰن" میں فرمایا کہ خطابِ تشہد یعنی التحیات میں السلام علیک ایہا النبی کہنے کا راز یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندہ کے باطن میں حاضر و موجود ہے اس حالت کا پورا انکشاف بحالتِ نماز ہوتا ہے لہذا محلِ خطاب حاصل ہو گیا اور بعض اہلِ معرفت نے فرمایا کہ بندہ جب ثناءِ الٰہی سے مشرف ہوا تو اسے حرمِ الٰہی کے حریم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت کو خوب روشن کر دیا گیا حتی کہ اس نے حرمِ حبیب میں حبیب کو حاضر پایا فوراً ان کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا السلام علیک ایہا النبی (اے نبی! صلے اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام

ا‍ے علامہ عبدالحی کے والد حضرت علامہ عبدالحلیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مکتبہ فریدیہ ساہیوال میں شائع ہو گئی ہے اہل علم اس حوالہ کے علاوہ اس کا مکمل مطالعہ کریں سبحان اللہ کیسے لوگ تھے (اویسی غفرلہٗ)

ہو اور اللہ کی رحمت اور اس برکتیں ہوں،،
(سعایہ جلد ۲ ص ۲۲۷/۲۲۸ مصنفہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی)

(ف) حقیقتِ محمدیہ کا موجوداتِ عالم میں جاری وساری ہونا اور ذواتِ مصلین میں اس کی جلوہ گری اور اسی بناء پر التحیات میں السلام علیک ایہا النبی کہنے کا حکم دیا جانا ایسا روشن مسئلہ ہے جس کی تصریح نہ صرف مولانا عبدالحی لکھنوی اور ان کے والدِ ماجد اور دیگر ائمہ دین نے فرمائی بلکہ بکثرت علماء محدثین و علماء محققین نے اس نفیس مضمون کو اپنی تصانیف میں ارقام فرما کر اہل سنت پر احسانِ عظیم فرمایا فرمایا چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ و نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است

در جمیع احوال واوقات خصوصًا در حالتِ عبادت
و آخر آں کہ وجودِ نورانیت و انکشاف دریں احوال
بیشتر و قوی تر است و بعضے از عرفا گفتہ اند کہ
ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است
در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت
در ذواتِ مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی
را باید کہ ازیں بارگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود
تا بہ انوار قرب و اسرارِ معرفت متنور و فائز گردد اھ
(اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۴۰۱)

اور حضور علیہ السلام ہمیشہ اہل ایمان کا نصب العین
اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال و

واقعات میں خصوصاً حالت عبادت میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت وانکشاف کا وجود اس مقام میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ تمام موجودات کے ذرات اور افرادِ ممکنات میں جاری وساری ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں لہٰذا نمازی کو چاہیئے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ ہو تاکہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے روشن اور فیض یاب ہو"

(اشعۃ اللمعات جلد ا صا۴۰)

بعینہٖ یہی عبارت تیسیر القاری شرح صحیح بخاری جلد اول باب التشہد نے الآخرۃ ص۲۸ مطبوعہ مطبع علوی لکھنو ص۱۷۳/۲/۱ میں موجود ہے اور مسلک الختام شرح بلوغ المرام میں ص۲۴۴ پر نواب صدیق حسن خان بھوپالی اشعۃ اللمعات کی یہی عبارت منقولہ بالا تحریر فرما کر ایک شعر بھی لکھتے ہیں۔

در راہِ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست
می بنیمت عیاں و دعا می فرستمت

زیارت رسول کا نسخہ

حضرت مولانا ابوالحسن محدث سندھی محشی مسلم شریف نے انباء الانبیاء

ہیں لکھا کہ" السلام علیک ایہا النبی الخ پر ہر التحیات میں ایسا راسخ تصور ہو کہ گویا وہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالمشافہ آمنے سامنے سلام عرض کر رہا ہے اس رسوخ تصور کے یہ برکت ہوگی کہ ایک وقت ایسا نصیب ہوگا کہ درمیانی حجابات ہٹ جائیں گے اور نمازی حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے دیکھے گا جس کے جواب میں آپ فرما رہے ہوں گے وعلیک السلام یا امتی التحیات کے متعلق مخالفین (دیوبندی وہابی) اعتراض کرتے ہیں ان کے تفصیلی جوابات فقیر نے رفع الحجاب" میں لکھدیئے یہاں ان کا ایک مایۂ ناز اعتراض لکھ کر انکا تفصیلی جوابات لکھنا ہے

(سوال) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں التحیات میں السلام علیک ایہا النبی پڑھا کرتے تھے، جب حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم السلام علی النبی پڑھنے لگے اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ورنہ بعد الوفات بھی خطاب کا صیغہ باقی رہتا۔

(۱) اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ بعد الوفاۃ صیغۂ خطاب اس لیے باقی نہیں رہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ظاہری حیات میں (جب کہ السلام علیک ایہا النبی پڑھا جاتا تھا مخالف بتائے کہ حاضر و ناظر تھے یا نہیں؟ بر تقدیر اول مخالف خود اپنے قول سے مشرک قرار پائے گا اس لیے کہ جب حضور کا حاضر و ناظر ہونا شرک ہے تو وہ حیات ظاہری میں

بھی شرک ہوگا کیونکہ شرک کسی صورت میں بھی توحید نہیں ہو سکتا اور بر تقدیر ثانی صیغہ خطاب کو بدلنا بے فائدہ ہوگا کیونکہ صیغہ خطاب خطاب پر عدم مخالف جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حضور کے حاضر و ناظر ہونے پر دلالت نہیں کرتا اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد بھی حاضر و ناظر کے معنی پر دلالت نہ ہوگی پھر خطاب سے غیب کی طرف عدول کرنے کا کیا فائدہ ہوا ثابت ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا یہ مطلب ہی نہیں کہ ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد السلام علیک چھوڑ دیا تھا بلکہ اس کے معنی وہی ہیں جو محققین نے بیان کئے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز ہم آگے چل کر ان کی تفصیل عرض کریں گے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے یہ معنی کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں السلام علیک ایہا النبی کہا کرتے تھے حضور کی وفات کے بعد ہم نے السلام علیک ایہا النبی کی بجائے السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا عقل و درایت کی روشنی میں قطعاً نا قابل قبول اس لیے کہ بزعم مخالف اس کی وجہ یہی ہے کہ بعد الوفاۃ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم امت سے غائب ہو گئے تو خطاب کا محل باقی نہ رہا غائب کو حاضر کے صیغہ سے مخاطب کرنا درست نہیں لہٰذا صحابہ کرام نے خطاب کو چھوڑ کر غیبت کا عنوان اختیار کر لیا اگر السلام علیک ایہا النبی میں خطاب و ندا کے معنی کو تسلیم کیا جائے

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اس کا پڑھنا درست نہ ہوگا چہ جائیکہ بعد الوفاۃ اور خطاب کے الفاظ دراصل منادیٰ اور مخاطب کو سنانے کے لیے بولے جاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ سیکڑوں مسلمان عہد رسالت میں دور دراز مقامات پر نمازیں پڑھتے تھے معترضین کے مذہب کی رو سے ان کے اس خطاب و نداء کو حضور کسی طرح نہیں سن سکتے بلکہ بزعم مخالفین اپنے ہمراہ نماز پڑھنے والوں کا بھی یہ خطاب حضور نہیں سن سکتے کیونکہ نماز میں التحیات جہراً نہیں پڑھی جاتی بلکہ سراً (خفیہ اور آہستہ) پڑھی جاتی ہے جس کا سننا وہابیہ کے نزدیک حضور کے لیے قطعاً جائز نہیں لہذا نمازیوں سے غائب ہونے اور ان کے الفاظ نداء خطاب کو نہ سننے کے اعتبار سے حیات اور بعد الوفات دونوں زمانے یکساں قرار پائے پھر صحابہ کا ایک زمانہ میں الفاظ خطاب کو پڑھنا اور دوسرے میں ترک کر دینا عقل و فہم و درایت کی روشنی میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور اگر السلام علیک ایہا النبی میں خطاب و نداء کے معنی کو تسلیم نہ کیا جائے تو بعد الوفات اسے ترک کر کے السلام علی النبی پڑھنا بالکل مضحکہ خیز ہوگا اس لیے کہ الفاظ خطاب سے عدول کی وجہ یہی تھی کہ اس میں خطاب کے معنی پائے جاتے ہیں جب ان معنی کو تسلیم ہی نہ کیا گیا تو الفاظ ترک کرنا سوائے فائدہ نہیں تو اور کیا ہے۔

(۳) الفاظِ حدیث میں خطاب چھوڑنے پر دلالت نہیں پائی جاتی جس سے مخالفین کو استدلال کا موقع ہاتھ آئے دیکھئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المصابیح میں فرماتے ہیں کہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ "ہم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں السلام علیک ایہا النبی کہتے تھے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم نے السلام علی النبی کہا ابو عوانہ کی روایت ہے بخاری کی روایت میں جو اس کے مقابل اصح ہے یہ الفاظ نہیں بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں" فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی "جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم نے سلام کہا یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر"۔

بخاری کی اس روایت نے بیان کر دیا کہ یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود کا نہیں بلکہ راوی کا قول ہے اس نے اپنی فہم کے مطابق اپنے لفظوں میں بیان کر دیا اور اس قول میں بھی دو احتمال ہیں (۱) جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں ہم السلام علیک ایہا النبی کہا کرتے تھے اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کہتے رہے (۲) ہم نے خطاب چھوڑ دیا جب الفاظ میں احتمال پیدا ہو گیا تو دلالت (قطعیہ) باقی نہ رہی۔

(مرقاۃ صفحہ ۵۵۸ / ۱۲۰)

(ف) ملا علی قاری کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ ابو عوانہ کی روایت سے مخالفین کا استدلال قطعاً باطل ہے۔

(۴) حضور صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو سورۃ قرآنیہ کی طرح اس تشہد کی تعلیم دیتے تھے جس میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ ہیں دیکھئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے" (مسلم شریف جلد اول ص۱۷۴)

بلکہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میری ہتھیلی تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تشہد سکھایا جیسے قرآن کی سورت مجھے سکھاتے تھے (مسلم شریف جلد ا ص۱۷۴)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ایسے عظیم الشان اہتمام کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرما ہوئے الفاظ کو محض اپنے خیال سے بدل دینا کتنی بڑی جسارت ہے صحابہ کرام سے اس قسم کی دیدہ دلیری کسی طرح متصور نہیں ہو سکتی ورنہ احتمال پیدا ہو گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قطعی طور پر سکھائی ہوئی چیزوں کو صحابہ کرام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد محض اپنے خیال اور قیاس سے بدل دیا معاذ اللہ ایسی صورت میں سارا دین اس احتمال کی لپیٹ میں آجائے گا جس کا تصور بھی کسی مسلمان کے لیے گوارہ نہیں ہو سکتا۔

(۵) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بعد جمہور صحابہ کرام "السلام علیک ایہا النبی" پڑھتے تھے جیسا کہ عرف شذی میں شرح منہاج سے سبکی کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرام حیات فرماتے اور بعد الوفات دونوں حالتوں میں السلام علیک ایہا النبی پڑھتے تھے۔ علاوہ ازیں ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مذہب میں بھی تشہد نماز میں پڑھا جاتا ہے جس میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ ہیں ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں مخاطب کرنا عین حق و صواب ہے۔

(سوال) نماز میں جو ہم "السلام علیک ایہا النبی" کہتے ہیں اس میں حضور کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر السلام علیک ایہا النبی فرمایا تھا اس سلام و خطاب کی حکایت کرتے ہیں۔

(جواب) مخالفین کا سلام تشہد کو واقعہ معراج کی حکایت قرار دینا مخالفین کے اپنے اصول و مسلمات کے خلاف ہے اس لیے کہ وہ علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں مانتے جس کی سند موجود نہ ہو بخلاف ہمارے کہ ہم ابواب فضائل و مناقب میں ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی سند ہمارے سامنے نہ ہو مگر علماء محدثین یا فقہائے معتبرین و دیگر علمائے معتمدین نے انہیں قبول کیا ہو۔

جس روایت کے پیش نظر یہ کہا جاتا ہے کہ سلام تشہد واقعہ معراج کی حکایت ہے اس کی کوئی سند نہیں اگر ہے تو پیش کیجئے بلکہ مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی عرف شذی میں ص ۱۴۹ پر اس روایت کے متعلق

کہتے ہیں و لکن لم احد سندہ ھذا الروایۃ یعنی اس روایت کی سند میں نے نہیں پائی۔

اب بتائیے بے سند کی روایت پر آپ کے مسلمات کی روشنی میں اس حکایت کا حکم کیسے قائم ہو گا۔

(جواب) جن عبارات میں سلام تشہد کا علی سبیل الحکایت ہونا وارد ہے وہاں مجرد حکایت مراد نہیں بلکہ حکایت علی طریق الانشاء مراد ہے یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو السلام علیک ایہا النبی" کے ساتھ خطاب فرمایا تھا لہذا نمازی کو بھی چاہیے کہ ہم جیسے میں حبیب کو حاضر پاکر واقعہ معراج کے مطابق بہ نیت انشاء سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو السلام علیک یا ایہا النبی" کے ساتھ خطاب کرے نہ یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت ہو اور نمازی خود اپنی جانب سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر انشاء سلام کی نیت نہ کرے معاذ اللہ ایسا کہنا تمام محدثین و فقہاء بلکہ ساری امت مسلمہ کے خلاف چل کر سبیل مومنین سے اعراض کرتا اور جہنم کی طرف چلا ہے مخالفین کی برادری کے ایک غیر مقلد نے لکھا کہ

قال قیل کیف شرع ھذا اللفظ وھو خطاب بشر مع کونہ منھیا عنہ فی الصلوٰۃ فالجواب ان ذالک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم

(عون المعبود جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

یعنی اگر کہا جائے کہ السلام علیک ایہا النبی کیسے شروع ہوا

حالانکہ وہ خطابِ بشر ہے اور خطابِ بشر نماز میں جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔

فائدہ اگر یہاں مجرد حکایت ہوتی تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کیوں کہ محض بطریقِ حکایت تو آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ حتیٰ کہ یا ہامان بھی قرآنِ مجید میں وارد ہے اور وہ الفاظ قراءتِ قرآن کے اثناء میں نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کا پڑھنا مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا قول کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے! معلوم ہوا سلامِ تشہد میں خطاب اور انشاء کا ہونا ضروری ہے مجرد حکایت کا قول قطعًا باطل اور مردود ہے۔

اہلسنت محدثین کرام علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی مضمون کو مختصر الفاظ میں ادا کیا ہے علامہ موصوف حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں ومنھا ان المصلی یخاطبہ بقولہ السلام علیک ایھا النبی ولا یخاطب غیرہ" یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سے یہ امر بھی ہے کہ نمازی اپنے قول السلام علیک ایھا النبی کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتا ہے اور حضور کے غیر کو خطاب نہیں کر سکتا

(مواہب اللدنیہ جلد ا ص۲۹۴)

فقہاء کرام

تمام فقہاء (حنفی شافعی۔ مالکی، حنبلی) نے انشاء مراد لی ہے چند عبارات کے تراجم ملاحظہ ہوں

(۱) درِ مختار میں ہے۔

نمازی الفاظِ تشہد سے ان معنیٰ کا قصد کرے جو اس کی مراد ہیں اور یہ قصد علی وجہ الانشاء ہو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا اور اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لیے ہے سلامِ تشہد بہ نیتِ انشاء کہا جائے اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو،،

(درِ مختار جلد ۱ صـ۴۷۶)

(۲) علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں۔

منصف کے قول (لا الاخبار عن ذلک) کے معنیٰ یہ ہیں کہ نمازی تشہد میں اس واقعہ کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ کرے جو معراج میں صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ سبحانہٗ اور فرشتوں سے واقع ہوا تھا (شامی جلد ۱ صـ۵۱۱)

الف) صاحب در مختار اور علامہ شامی دونوں نے مجرد حکایت واخبار کے قول کو رد فرما کر انشاء سلام کے قصد کو متعین فرما دیا۔

(۳۳) عالمگیری میں ہے۔

نمازی کے لیے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشاء مراد لینا اور ان کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفہ پیش کر رہا ہے اور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام اور اپنی ذات پر سلام کہہ رہا ہے (عالمگیری ج۱ ص۷۲)

اگلی عبارات ابتداء میں ہم نے لکھی ہیں اور یہاں لکھ دی ہیں یہ بہت [تحریریں یقینی] ہیں اور اعتراضات بھی ان سب کو ہم نے رفع الحجاب میں تفصیل سے لکھ دیا خلاصہ یہ ہوا کہ نماز کے ہر دوگانہ اور تین رکعت والی نماز میں دو دفعہ نمازی التحیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ضمیر خطاب سے پکار کر عرض کرتا ہے یا نبی سلام علیک" اور خطاب حق [بحیثیت اس امر] پر سلام عرض کرتا ہے کہ میرے حضور میرے سامنے ہیں لیکن عقیدہ [نجدیت] تو اس تصور کو گدھے کے خیال سے بدتر کہتا ہے (صراط مستقیم) تو پھر یہی کہا جائے گا قسمت اپنی اپنی نصیبہ اپنا اپنا۔

خلاصۃ البحث

التحیات میں السلام علیک ایہا النبی بہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو حاضر سمجھ کر سلام عرض کرے اسے فقہاء نے انشاء سے تعبیر کیا ہے یعنی جیسے حاضر اور موجود کو السلام علیکم کہا جاتا ہے ایسے ہی یہاں ہے جن لوگوں نے اخبار (خبر دینا) کا کہا ہے وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار قول ہے مطلب اخبار یہ ہے کہ شب معراج اللہ تعالے نے حضور علیہ السلام کے التحیات للہ والصلوات والطیبات کے جواب میں فرمایا۔

السلام علیک ایھا النبی الخ تو اب بھی یہی خیال ہے اللہ تعالیٰ نے کہا تھا ہم اس قول کو دہراتے ہیں اسے حکایت کہا جاتا ہے اس روایت کو محدثین نے بالخصوص مخالفین کے محدث انور کشمیری نے العرف الشذی تقریر ترمذی میں غلط اور کا اصل نہ کہا ہے۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سہارا لیا جاتا ہے اس کے جوابات مفصل عرض کر دیئے گئے ان کے علاوہ غلط سلط سوالات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات اور بہترین تحقیق فقیر نے رفع الحجاب میں لکھی ہے مزید اعتراضات اور عجیب اشکالات کے لیے دو اور رسالے لکھے تصور رسول نماز میں اور نماز میں تصور رسول پر بدعت کے فتوے کا لکھیں منتظر

انکا مطالعہ تمام شکوک وشبہات کا قلع قمع کر دیگا انشاءاللہ

ہر قبر میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) ہمارا عقیدہ ہے کہ قبر میں جب سوال ہوگا تو اس وقت منکر نکیر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے

مردہ سے پوچھیں گے ما تقول فی ھذا الرجل، یعنی حضور علیہ السلام کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ خواہ مردہ اور حضور علیہ السلام کے روضہ اطہر سے حجابات دور کر کے خواہ حضور علیہ السلام کی صورت مثال کا ہر قبر میں تشریف لا کر دلائل آتے ہیں

(۲) دیوبندی و دیگر بعض گمراہ فرقے اس بات کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ ایسے عقیدہ رکھنے والے کو مشرک کافر، بے دین نامعلوم کیا کیا کہا کرتے ہیں۔

(۳) مسئلہ اصولی نہیں بلکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے ابواب میں سے ایک باب ہے

بنا بریں جیسے آپ کے دوسرے فضائل کے اثبات کے لیے صرف نقل صحیح کافی ہوتی ہے یہاں بھی۔

علمائے دیوبند فضائل کے ہر مسئلہ کے لیے دلیل قطعی طلب کرتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

اس لیے کہ عقیدت و فضیلت کے لیے نصوص ضروری نہیں نصوص کے اشارات و احادیث احاد بھی کافی ہیں اس مسئلہ میں ہمارے پاس صحیح بخاری کی حدیث و دیگر احادیث مبارکہ موجود ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث صحیح حاضر ہے۔

بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ میں ہے کہ۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالہم اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان ماکنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد فاما المومن فیقول اشہد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال لہ انظرالی مقعدک من النار قد ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ فیراھما جمیعا واما المنافق والکافر فیقال لہ ماکنت تقول فی ھذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لہ

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی گھر کو واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اسکے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھا لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بتاؤ اس مرد جن کا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تیرا خیال ہے اگر وہ مومن ہے تو وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اسے کہا جاتا ہے اپنی جگہ پہلے جہنم میں دیکھ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اس کے عوض بہشت کا مقام عنایت فرمایا اس وقت بندہ دونوں مقامات کو دیکھ لیتا ہے بہرحال منافق اور کافر

لا دریت ولا تلیت و	کو جب کہا جاتا ہے کہ تو اس
یضرب بمطارق من	مرد حضرت محمد صلے اللہ علیہ
حدید ضربۃ فیصیح	وسلم کے بارے میں کیا
صیحۃ یسمعھا من	کہتا ہے مجھے کوئی خبر نہیں
یلیہ غیر الثقلین	پس میں کہتا تھا وہ کہتا ہے
(متفق علیہ) البخاری مشکوٰۃ	مجھے کوئی خبر نہیں پس میں
ص ۲۴ ص ۲۵)	کہتا جو دوسرے لوگ کہتے اسے

کہا جائے گا تو کچھ نہیں سمجھا اسے لوہے کے چابکوں کے کوڑے لگائے جائیں گے ان کی وجہ سے چلائے گا جسے انس و جن کے سوا تمام چیزیں سنتی ہیں۔

(ف) اہل انصاف غور فرمائیں کہ قبر میں سوال تو تین ہوں گے لیکن ان سب کا دارومدار ایک پر ہے اگر اس سوال کا حل صحیح تو بیڑا پار۔ اگر اسی ایک میں لغزش تو سیدھا جہنم اور وہ ایک سوال ما تقول فی ھذا الرجل محمد صلے اللہ علیہ وسلم) جب وہ سوال اہم ہے تو پھر ہمیں اس کی اہمیت سمجھنی چاہیے اور وہ اہمیت یہی ہے کہ جس کے متعلق سوال ہو رہا ہے وہ ذات خواہ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں کیونکہ ھذا کا حقیقی معنی ہے کسی شے کو سامنے لانا اور مجازی معنے موجود ذہنی ہوتا ہے اور حقیقت کے سامنے مجاز غیر معتبر ہوتا ہے اسی پر تمام

مذہب کا اتفاق ہے

حوالہ جات لکھنے سے پہلے چند مسلمات عرض کر دوں تاکہ منکر کو انکار میں گنجائش نہ ہو۔

منکر نکیر بر قبر میں

یہ دو فرشتے ہیں وہ ہیں جو حضور علیہ السلام کے غلاموں سے بھی کم رتبہ ہیں کیونکہ شرح عقائد میں ہے اور دیگر کتب کلام وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ ملائکہ مقربین کے سوا باقی تمام فرشتے اولیاء کرام سے مرتبہ میں کم ہیں۔

اور یہ فرشتے عوام ملائکہ سے ہیں فلہذا جب حضور علیہ السلام کے غلام غلامان ملائکہ میں یہ قوت حاصل ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے لیے عدم امکان کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

شیطان بر قبر میں

مخالفین کو مسلّم ہے کہ شیطان ہر قبر میں آئے گا اور لوگوں کو گمراہ کرتے میں کوشش کرے گا لیکن اس کے متعلق دیوبندی ملّانے بھی کسی قسم کا اشکال نہیں پیدا کریں گے بلکہ مجھے امید ہے کہ وہ اس خبری کو سن کر خوشی سے تالیاں بجائیں گے۔

لے صحابہ (انس۔ جابر، ابو سعید خدری۔ ابی ہریرہ۔ ابن عمر، عائشہ صدیقہ۔ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے اور ائمہ محدثین و فقہاء کی تو کوئی تعداد نہیں اور وہ ھذا کا حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔

نوادر الاصول میں امام محمد بن علی ترمذی فرماتے ہیں

ان المیت اذا سئل من ربك یری لہ الشیطان فیشیر الی نفسہ الی انا ربك الخ۔

جب میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔

(فائدہ) مخالفین کی یہ عجیب منطق ہے کہ دشمن کو جو سراسر شر ہی شر ہے کو تو مانتے ہیں لیکن جو سراسر خیر ہی خیر اور رحمۃ للعلمین ہیں انکے لیے انکار ہی انکار

حوالہ جات

وہ محدثین جو یہاں قبر میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود مانتے ہیں انکی تصریحات حاضر ہیں۔

(١) اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے یعنی ہذا الرجل کہ می گویند آنحضرت را می خواہند ہذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے

اشعۃ اللمعات کی حدیث کا ترجمہ ہے قبر میں ظاہر ظہور آپؐ کی ذات شریف کو حاضر کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کی وجود مثالی موجود کر دیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقانِ غمزدہ کو بڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقع ہے۔

(٢) حاشیہ مشکوۃ یہی حدیث قِیْلَ یَکْشَفُ لِلْمَیِّتِ حَتّٰی یَرٰ

النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھِیَ بُشْرٰی عَظِیْمَۃٌ (ترجمہ)
میت کے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

(۳) قسطلانی شرح بخاری ص۳۹۰ ج۲ کتاب الجنائز میں ہے فَقِیْلَ یُکْشَفُ لِلْمَیِّتِ حَتّٰی یَرٰی النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھِیَ بُشْرٰی عَظِیْمَۃٌ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ صَحَّ کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک نبی علیہ السلام کو دیکھتا ہے اور یہ مسلمان کے لیے بڑی خوشخبری ہے اگر جواب صحیح دے سکا

(سوال) کہ ہذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا۔
(جواب) یہ درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کافر میت سے یہ سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضورؐ کے تصور سے خالی الذہن ہے۔
جواب نمبر۲ کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا کہ تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو بلکہ اس کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضورؐ کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں

(فائدہ) ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے کہ تو اس شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں کیا کہتا تھا۔

فقیر کا رسالہ القول المؤید فیما تقول فی ھذا الرجل اس موضوع میں خوب ہے بھرپور دلائل کے ساتھ مخالفین کے تمام سوالات کے جوابات تحقیق سے دیئے گئے ہیں اس کا مطالعہ کیجیے۔

جنازہ نجاشی اور حاضر و ناظر

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ خرج الی المصلیٰ فصف بھم وکبر اربعًا رواہ البخاری (باب الرجل ینعی الی اھل المیت بنفسہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے نجاشی کے مرنے کی خبر دی اسی دن جب وہ فوت ہوئے آپ عیدگاہ تشریف لے گئے اور لوگوں کی صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔

فوائد و عقائد:-

(۱) حبش کے بادشاہ کا لقب نجاشی اور نام اصحمہ بن ابجری ہے رجب ۹ھ میں انتقال ہوا حضرت نجاشی مسلمان ہو گئے اسی لیے صحابہ کرام اہل میت قرار پائے۔

(۲) جس روز حبش میں نجاشی کا انتقال ہوا اسی روز حضور صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدینہ میں ان کے انتقال کی خبر دی اور یہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ علم غیب ہے کہ حضرت نجاشی حبشہ میں انتقال فرماتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں اسی دن انکی وفات کی اطلاع دے رہے ہیں یہی حاضر و ناظر کی دلیل ہے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نجاشی کی موت کی اطلاع دینا تاکہ لوگ نماز جنازہ میں شامل ہوں چنانچہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو نجاشی آپ کے سامنے تھے نجاشی کی وفات کی اطلاع مسجد میں دی اور جنازہ عیدگاہ میں پڑھا لہٰذا نماز جنازہ خارج مسجد پڑھنا افضل ہے۔

(۳) جنازہ میں چار تکبیریں مشروع ہیں اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمل بھی یہی ہے یہی اہلسنت کی دلیل ہے

(۴) حاضر و ناظر کے منکرین نے انکار برقرار رکھ کر اس حدیث سے نماز جنازہ غائبانہ کے جواز کا استدلال کیا لیکن یہ استدلال حنفیہ کے نزدیک متعدد وجوہ سے درست نہیں ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا اگر کسی وقت رات کی اندھیری اور دوپہر کی گرمی یا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ اکرم حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع نہ دیتے اور دفن کر دیتے تو آپ فرماتے

(لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم ابن ماجہ)

ترجمہ: ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو نیز فرمایا ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں کوئی میت تم میں نہ مرے جسکی اطلاع مجھے نہ دو۔

فان صلاتی علیہ رحمۃ

ترجمہ: کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے اور فرمایا یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں۔

وانی انورھا بصلاتی علیھا (ابن ماجہ)

ترجمہ: میں اپنی نماز سے انہیں روشن فرما دیتا ہوں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنازہ مسلمین کا کس قدر اہتمام تھا کہ صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ہر صورت مجھے اطلاع دیا کرو یہاں تک کہ ایک صحابیہ جھاڑوں والی کی اطلاع نہ دینے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی میت پر نماز ادا کرنا رحمت و برکت کا باعث تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ برکت پہنچے مگر بایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں آپ کے زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام نے دوسرے مقامات پر وفات پائی لیکن کسی حدیث صحیح وصریح سے ثابت نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھی۔

کیا وہ لوگ محتاج رحمت نہ تھے کیا معاذ اللہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر رحمت وشفقت نہ تھی کیا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنی نماز سے پر نور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ میں وفات پائیں انہیں کی قبور محتاج رحمت و نور تھیں اور

جگہ اسکی حاجت نہ تھی؟ یہ سب باتیں ہدایۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام طور پر ان صدہا صحابہ کرام کی نماز غائبانہ نہ پڑھنا ہی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور پڑھتے کیونکہ کوئی مانع نہ تھا اور جس امر سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی و مشروع نہیں ہو سکتا خلاصہ کلام یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام کا دوسرے مواضع میں وفات پانا اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلا عذر بالقصد ان کا جنازہ غائبانہ ادا نہ کرنا اس غائب کا جنازہ پڑھنا ممنوعہ ہے

بیر معونہ

مدینہ طیبہ کے ستر قاری جلیل القدر صحابی کفار کے دھوکہ سے شہید ہوئے انکی شہادت سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصیت سے غم اور صدمہ ہوا حتی کہ آپ نے ایک ماہ کامل خاص نماز میں کفار پر لعنت فرمائی مگر بایں ہمہ یہ منقول نہیں کہ حضور نے ان ستر صحابہ پر غائبانہ نماز پڑھی ہو حالانکہ ان صحابہ کا اس بے دردی سے شہید ہونا اس امر کا متقاضی تھا کہ ان کی نماز جنازہ غائبانہ تو خصوصیت سے پڑھی جاتی لیکن حضور نے نہیں پڑھی جس سے واضح ہوا کہ غائب کا جنازہ پڑھنا شارع کو مطلوب و مشروع تھا ہی نہیں

نجاشی رضی اللہ عنہ کی میت حضور علیہ السلام کے سامنے

احناف کے نزدیک غائبانہ جنازہ اس لئے ناجائز ہے کہ امام کے سامنے میت کا ہونا ضروری ہے اور صرف حضور علیہ السلام کے لیے جائز ہے کہ آپ کے سامنے غائب و حاضر یکساں ہے اسکی ایک دلیل حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے

(۱) صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی مر گیا اٹھو اس پر نماز پڑھو پھر حضور کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں حضور نے چار تکبیریں کہیں۔

وھم لا یظنون الا	اور صحابہ کو یہ ہی ظن تھا
ان جنازتہ بین	کہ ان کا جنازہ حضور کے
یدیہ نحن لا نری	سامنے ہے اور ہم یہی
الا ان الجنازۃ قدامنا	اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ
(صحیح ابوعوانہ) عینی ج ۴ ص ۲۵	ہمارے آگے موجود ہے

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نجاشی کا جنازہ

کسف النبی صلی اللہ	حضور اقدس صلے اللہ علیہ
علیہ وسلم عن	وسلم کے لیے ظاہر کر دیا
سریر النجاشی حتی	گیا تھا حضور نے اسے
راٰہ وصلی علیہ	دیکھا اور اس پر نماز پڑھی

(فتح الباری فتح القدیر ابن الہمام)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ نجاشی کا جنازہ غائب نہ تھا بلکہ ظاہر کر دیا گیا تھا تو جنازہ حاضر پر ہوا نہ غائب پر یہ کہ نجاشی کا انتقال دارالکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی اس لیے حضور نے مدینہ میں پڑھی اسی بنا پر امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا الصلوٰۃ علی المسلم یلیہ اھل شرك فی بلد آخر، چنانچہ خود شافعی المذہب امام ابوسلیمان خطابی نے اس سے یہ استدلال کیا کہ غائب پر نماز جائز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہو جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو

(۲) بعض لوگوں کو حضرت نجاشی کے اسلام میں شک تھا چنانچہ بعض نے یہاں تک کہا کہ حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی جیسا کہ ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ثابت سے روایت کیا (دارقطنی طبرانی) تو حضور نے ان کی غائبانہ نماز ادا کر کے یہ واضح کیا کہ وہ مسلمان تھے لہذا یہ نماز صرف حضرت نجاشی کے ساتھ خاص ہوئی اس سے ہر غائب کے لیے نماز ادا کرنے کے جواز کا استدلال درست نہیں جب غائبانہ نماز جائز نہ ہوئی تو لازماً ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کے لیے قرب وبعد اور غائب وحاضر یکساں ہے فلہذا حاضر وناظر عین اسلام ہے اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا اگر نجاشی کا جنازہ فرشتے مدینہ میں اٹھا کر لے آتے تو حبش میں کہرام مچ جاتا کہ مردہ کہاں غائب ہو گیا آخر شاہی لاش کا گم ہوتا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

(جواب) انہیں حدیثوں میں موجود ہے کہ نجاشی کا جنازہ مدینہ میں اٹھا کر لایا نہیں گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو سمیٹ دیا اور نجاشی کا جنازہ حبش میں رہتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہو گیا اس کے علاوہ ایک ہی جسم کا آن واحد میں دو جگہ موجود کر دینا بھی اللہ تعالیٰ سے کچھ بعید نہیں بلکہ دو سے زائد اجسام بنا کر ظاہر کر دکھلائے تو قادر ہے

غزوہ موتہ اور حاضر و ناظر

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا عَبْدُ اللّٰہِ بن رواحۃ فَاُصِیْبَ وَ اِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلے اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَذْرِ فَانِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوہ موتہ کا ذکر کرتے ہوئے ہوئے) فرمایا پہلے تو زید نے جھنڈا سنبھالا اور وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور (یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ثُمَّ اَخَذَھَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ مِنْ غَیْرِ اِمْرَۃٍ فَفُتِحَ لَہٗ رواہ البخاری ومشکوٰۃ باب المعجزات)

کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر اس جھنڈے کو امارت نہ ہونے کے باوجود خالد بن ولید نے سنبھالا اور اللہ نے ان کو فتح دی۔

فوائد وعقائد (۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے موتہ کی طرف جو اطراف شام میں موتہ ایک موضع ہے کفار سے جنگ کے لیے تین ہزار آدمی بھیجے تھے اور ان پر زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ یہ شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہیں یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ امیر ہیں جب موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو یہ حضرات شہید ہو گئے آخر حضرت خالد نے فوج کا جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور خود امیر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے فتح فرمائی۔

(۲) حضور علیہ السلام نے مدینہ جلوہ فرما ہوتے ہوئے جنگ موتہ کے حالات صحابہ کو بتائے اور ان حضرات شہادت کی نہ صرف اطلاع دی بلکہ واقدی نے روایت کی کہ۔

فصلی علیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودعالہ وقال استغفروا لہ

حضور علیہ السلام نے انہیں صلوۃ دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ سے فرمایا کہ ان کے لیے استغفار کرو۔

(۳) مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے نعی النبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم للناس قبل ان یاتیھم خبر ہم آپ نے لوگوں کو قبل از وقت خبر دیدی کہ ان کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔

(۴) یہی حاضر و ناظر کا مفہوم ہے کہ معرکہ موتہ آپ کے پیش نظر تھا اس لئے کہ یہاں سے موتہ تک حجابات اٹھ گئے تھے۔

(۵) اس سے بھی غیر مقلدین وہابیہ نے نماز جنازہ غائبانہ کا استدلال کیا ہے تو ہمارے جوابات وہی ہیں جو نجاشی رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں مذکور ہوئے۔

(۶) یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہے اس کے چند قرائن ہیں جنکی تفصیل ہم نے شرح بخاری میں عرض کیے ہیں۔

(سوال) حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ	ابوہریرہ نے کہا کہ نبی صلے
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ	اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَلَا	فرمایا کہ تم نے مجھ کو کیوں
اٰذَنْتُمُوْنِیْ عَنِ ابْنِ	نہ خبر دی حضرت ابن عباس
عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَ اِنْسَانٌ	سے مروی ہے کہ ایک آدمی
کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	جن کی رسول اللہ صلے اللہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم بیمار پرسی کرتے
یَعُوْدُہٗ فَمَاتَ بِاللَّیْلِ	تھے انتقال ہو گیا اور انتقال
فَدَفَنُوْہُ لَیْلًا فَلَمَّا	بھی رات کو ہوا لوگوں نے
اَصْبَحَ اَخْبَرُوْہُ فَقَالَ	رات ہی کو اسے دفن کر

مَا مَنَعَكُمْ اَنْ تُعْلِمُوْنِیْ دیا جب صبح ہوئی تو لوگوں
قالو کان اللیل فکرھنا وکانت ظلمۃ (نے اطلاع دی) ان نشق
علیک فاتی قبرہٗ فصلی علیہ رواہ البخاری)
: تم نے مجھے کیوں نہ خبر دی انہوں نے کہا اندھیری
رات تھی اس لیے ہم نے آپکو تکلیف دینے کو گوارہ
نہ کیا آپ اسکی قبر پر تشریف لائے اور ان کے لیے
دعا فرمائی

(فائدہ) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حاضر وناظر نہیں ہیں ورنہ آپ نے
اس صحابی کی نماز جنازہ ہوجانے کے بعد نہ پوچھتے کیونکہ
آپ اسکی قبر میں حاضر ہوئے ہوں گے لیکن نہیں
(جواب) حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تعلیم امت کے لیے
کبھی ایسے فرماتے تھے یہاں بھی چند تعلیمی امور مطلوب تھے
(۱) مریض کی عیادت کرنا۔
(۲) رات کے وقت میت کو دفن کرنا۔
(۳) میت کو جلد دفن کر دینا۔
(۴) اس حدیث سے واضح ہوا کہ قبر پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز
ہے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر میت کو بغیر نماز پڑھے دفن
کر دیا اور مٹی وغیرہ ڈال دی ہے تو اسکی قبر پر نماز پڑھی
جائے قبر پر نماز پڑھنے میں دنوں کی تعداد مقرر نہیں ہے

میت کی حالت موسم اور زمین کی حالت سے یہ اندازہ کر لینا چاہیے کہ میت کا جسم پھٹا پھولا نہ ہو گا تو جب پھٹنے کا گمان نہ ہو نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۵) اس حدیث میں فصلیٰ علیہ کے لفظ ہیں اور اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ نے قبر پر جا کر دعائے مغفرت فرمائی تھی نماز نہیں پڑھی تھی اور طبرانی کی حدیث میں تو بالکل واضح الفاظ ہیں کہ

حِینَ اصبح فجاء حتی وقف علی قبرہ فصف الناس معہ ثمّ رفع یدیہ فقال اللھم الق طلحۃ یضحک الیک وتضحک الیہ

(طبرانی عینی ج ۸ ص ۲۸)

ترجمہ: جب صبح ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم طلحہ کی قبر پر آئے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے بھی صف باندھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا کی الٰہی طلحہ کو اپنا دیدار نصیب فرما کہ وہ تیری طرف دیکھ کر ہنسے اور تو اسکو اپنے کرم سے نوازے اس حدیث شریف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے قبر پر نماز نہیں پڑھی تھی صرف دعا فرمائی تھی

واقعہ معاویہ بن معاویہ مزنی

مروی ہے کہ معاویہ مزنی کا انتقال مدینہ میں

ہوا اور حضور علیہ السلام نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی (عقیلی، ابن حبان، بیہقی، ابو عمر ابن عبدالبر، ابن الجوزی علامہ نووی۔ ذہبی وغیرہم۔

(سوال) یہ حدیث ضعیف ہے

(جواب) یہ حدیث اپنے کثرت طرق سے ضعیف نہیں (حافظ علیہ الرحمتہ نے فتح الباری میں فرمایا۔

(یعنی) بحوالہ فتح الباری یہ حدیث حسن لغیرہ ہے فلھذا قابل قبول ہے

(جواب) ضعیف ہو تو بھی ہمارے موقف کے منافی نہیں کیونکہ حدیث ضعیف احکام و مسائل کے باب میں ناقابل عمل ہے اگرچہ کم از کم استحباب ہو جاتا ہے لیکن فضائل و مناقب کے باب میں تمام محدثین نے قبول کیا اب وہابی اور دیوبندی صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و مناقب میں انکاری ہیں ورنہ فضائل نماز و روزہ و نوافل اور دیگر اعمال و افعال میں اقراری ہیں آزما کر دیکھئے کہ انہیں نماز و وضو و دیگر مسائل شرعیہ کے فضائل سناؤ اگرچہ ضعیف حدیثوں سے سبحان اللہ پڑھتے نہ تھکیں گے لیکن حضور علیہ السلام اور اولیاء کے فضائل اگرچہ صحیح حدیثوں سے سناؤ تو پس و پیش کریں گے۔ تجربہ کرو۔

فوائد وعقائد

(۱) تبوک سے تا مدینہ حجابات ہی اٹھ گئے چنانچہ طبرانی کے لفظ یہ ہیں

کہ جبریل امین نے عرض کی یا رسول اللہ معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا

اتحب ان اطوی لك الارض فتصلی علیہ — کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ

قال نعم فضرب علی الارض فوقع له سریرہ فصلی علیہ وخلفہ صفان من الملائکہ کل صف سبعون الف ملک (طبرانی) عینی ج ۴ ص ۲۵

حضور ان پر نماز پڑھیں فرمایا ہاں جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہو گیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے

(۲) حدیث احمد وحاکم میں ہے کہ جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہو گئیں حتیٰ نظرنا الی المکۃ والمدینۃ فصلی علیہ یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ ہم کو نظر آنے لگے اور وقت حضور اور جبریل وملائکہ نے نماز پڑھی ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ جنازہ غائب نہ تھا بلکہ حاضر تھا۔

(۳) طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی ضرورت محسوس کی گئی جبھی تو جبرائیل امین نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین کو لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں معلوم ہوا کہ نماز کے لیے جنازہ کا حاضر ہونا ضروری ہے

حاضر وناظر زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں یا بیداری میں

حاضر وناظر کے دلائل میں سے احادیث رویائے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے اس پر فقیر کی مفید

تصنیف تحفۃ الصلحاء فی زیارۃ النبی فی الیقظۃ والرویا، خوب ہے
چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

احادیث صحیحہ | صحاح ستہ کے علاوہ اکثر کتب احادیث میں سندات صحیحہ کے ساتھ روایات صحیحہ میں ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال من رآنی فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ بخاری مشکوۃ ص۳۹۴

(ترجمہ) حضور نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

(ف) کہاں دیکھا کس نے اور کس زمانہ میں دیکھا کوئی تخصیص نہیں گویا بیک وقت کروڑوں کو یہ دولت نصیب ہوئی تو وہ زیارت کرانے والے حاضر وناظر نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم ہوں گے۔

(۲) عن ابی قتادہ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم من رآنی فقد رای الحق۔ (مشکوۃ ص۳۹۴

حضور نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا۔

(ف) انکار کا امکان ختم کردیا کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے حبیب کریم رؤف رحیم نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پہ موجود ہوں ہاں منکر ہے جسے اپنے

نبی علیہ السلام کی اس طاقت عطائیہ میں شک ہے۔

(۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی بخاری ص۲۵ مشکوٰۃ ص۳۹۴ مسلم ج۲ ص۲۴۲ ابوداؤد ص۳۲۹)

یعنی حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اس لیے کہ شیطان کو میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں۔

(ف) یعنی ہر جگہ ہر زبان جب بھی جس کی قسمت چمکے گی زیارت ہو گی اور ان حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جسے بھی خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہو گی اسے بیداری میں زیارت ضرور ہو گی خواہ نزع کی وقت سہی اور حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف قسمت کی یاوری پر ہے اور عالم بیداری میں زیارت کا نصیب ہونا نہ صرف ممکن بلکہ حقیقت ہے جسے آگے چل کر تحقیق سے عرض کیا جائے گا اور منکرین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے جائیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

علامہ بدرالدین شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث میں متعدد الفاظ صحیح طور پر وارد ہوئے ہیں مثلاً من رانی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی من رانی فکانما رآنی فی الیقظۃ پھر ایک روایت میں ہے فانہ لا ینبغی للشیطان ان یتشبہ بی اور ایک لفظ کشمیری نے فیض الباری

ہیں بڑھاپا فان الشیطان لا یتکونتی

(۱) سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ صہ ۳۴ میں فرماتے ہیں۔

ھذا الحدیث یدل	یہ حدیث من رانی فی المنام
علی من راٰہ فی النوم	غیرانی فی الیقظۃ دلالت کرتی
فیسراہ فی الیقظۃ	ہے اس بات پر کہ جس نے
وھل ھذا علی عمومہ	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب
فی حیاتہ بعد مماتہ	میں دیکھا وہ عنقریب حضور علیہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام	السلام کو بیداری میں دیکھ لے
اوھذا کان فی حیاتہ	گا رہا یہ سوال کہ یہ حدیث اپنے
وھل ذلک لکل من	عموم پر ہے حضور علیہ السلام
راٰہ مطلقا اوخاص بمن	کی حیات ظاہری کے ساتھ
فیہ الاہلیۃ والاتباع	وفات اقدس کے بعد یا یہ
لسنتہ علیہ الصلوٰۃ	حیات ظاہری کے ساتھ مخصوص
والسلام اللفظ یعطی	ہے نیز یہ سوال کہ یہ اس شخص
بالعموم ومن یدعی الخصوص	کے لیے ہے جس نے حضور کو
غیر مخصص تحمد	دیکھا مطلقاً یا خاص ہے
صلے اللہ علیہ وسلم	ان لوگوں کے ساتھ جن میں
فمنتسف والمال السلام	اہلیت اور اتباع سنت کا
فی ذالک ثم قال	وصف پایا جاتا ہے تو ان
وقد ذکر عن سلف	دونوں سوالوں کا جواب یہ

٢٨١

والخلق وهلم جرا ممن كانوا
رأوه صلى الله عليه
وسلم في النوم وكانوا
ممن يصدقون بهذا
الحديث فرأوه بعد
ذالك في اليقظة وسألوه
عن اشياء وكانوا منها
متشوشين مما اخبرهم
بتفريجها ونص لهم
على وجوه التي منها
يكون فرجها فجاء الامر
كذلك بلا زيادة ونقص

ہے کہ الفاظ حدیث عموم کا
ہی فائدہ دیتے ہیں اور جو
شخص حضور کی تخصیص کے بغیر
اپنی طرف سے خود بخود تخصیص
کا دعویٰ کرے وہ متعصب
ہے اور امام موصوف نے
اس کے متعلق کلام طویل فرما
کر ارشاد فرمایا ہے کہ سلف
سے لے کر خلف چلے آ رہے
ان میں سے جو لوگ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھتے تھے ہر اس حدیث
کی تصدیق کرنے والوں میں
سے تھے انہوں نے حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھنے کے بعد بیداری میں
دیکھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزوں کے متعلق سوال
کیا جن میں وہ متردد تھے تو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم
نے اشیاء میں تردد سے کشادگی کی خبر دی اور ان کے
وجوہ کی تصریح فرمادی جس سے وہ متردد فیہ امور میں بالکل کشادہ
ہو جائیں وہ بھی حضور کے فرمان کے مطابق بلا کم وکاست اسی

طرح وہ امور واقع ہوئے

فائدہ: تفسیر روح المعانی پر ہمارے مخالفین کو خاصہ اعتماد ہے انہوں نے ایک ایسی بہترین توجیہ بیان فرمائی ہے اس کے بعد منکرین کے لیے جائے دم زدن نہیں لیکن جس کی قسمت ازل سے ماری گئی ہو اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔

(۲) حضرت سید صاحب رحمہ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں انہی احادیث کے تحت لکھتے ہیں۔

واختلفوا فی معنی الحدیث فقیل معناہ ان رؤیاہ صحیح لیست من اضغاث احلام ولا من تسویلات الشیطان وقیل معناہ من رآنی فی صورتی التی انا علیہا فقد رآنی حقیقۃ لان الشیطان لا یتمثل بہذہ الصورۃ المخصوصۃ وقیل من رآنی بای صورۃ کانت فانہ رآنی حقیقۃ لان تلک الصورۃ مثال لروحہ المقدس سواء کانت صورتہ المخصوصۃ او غیرہا فان الشیطان لا یتمثل بمثال علی انہ مثال صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کے معنے میں اختلاف ہے بعض نے کہا یہ روایت صحیح ہے خیالی تصور نہیں اور نہ ہی شیطانی اثرات ہیں بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے جس نے میری وہ صورت دیکھی جس پر میں ہوں اس نے حقیقۃً مجھے دیکھا کیونکہ شیطان

اس صورت میں نہیں آسکتا بعض نے کہا جس نے مجھے جس صورت میں دیکھا واقعی اس نے مجھے دیکھا کیونکہ وہ صورت اس روح کی مثال کو بھی نہیں اختیار کر سکتا جو حضور علیہ السلام کی مثالی صورت ہے۔

فائدہ امام نووی شرح مسلم میں حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالے سے نقل کرکے لکھتے ہیں قال بعضهم خص الله سبحانه النبی صلے اللہ علیہ وسلم بان رؤیتہ الناس اماہ صحیحۃ کلھا وصدق بعض نے فرمایا کہ یہ بھی حضور علیہ السلام کے خصوصیات سے ہے کہ لوگوں کو آپ کی خواب میں زیارت ہوجائے اور یہ صحیح اور سچ پر مبنی ہے (باقی اقوال علماء کرام کے اقوال کی بحث میں دیکھئے)

سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی موضوع پر ایک تصنیف فرمائی جس کا نام ہے تنویر الحلک فی رویۃ النبی والملک۔ جو ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فبنزالی فی الیقظۃ کی یوں تشریح فرماتے ہیں چنانچہ رسالہ کا آغاز یوں فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد: مجھ سے بار بار سوال ہوا کہ اولیاء اللہ کو عالم بیداری میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے کیا شرعاً جائز ہے یا نہ بعض معاصرین (کہ جنہیں علم سے کچھ حصہ نصیب نہیں ہوا) نے اس کا انکار کیا بلکہ ان سے تعجب تو یہ ہے کہ انہوں نے اس کے متعلق محال ہونے کا دعویٰ کیا میں نے اس کے ثبوت میں چند اوراق لکھ کر اس کا نام تنویر الحلک فی رویۃ النبی والملک رکھا اور استدلال ذیل کی حدیث سے کیا

حدیث شریف نمبر (۱۱)۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے خواب میں دیکھا تو وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں کبھی نہیں آسکتا

اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد)

اسی طرح طبرانی نے مالک بن عبداللہ خشعمی سے اور ابی بکرہ سے روایت کیا اور اسی طرح دارمی نے ابی قتادہ انصاری سے روایت کیا۔

(فائدہ) علماء کرام نے فرمایا کہ فسیرانی کے ارشاد گرامی میں اختلاف ہے بعض نے تو کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام پر اپنی زندگی میں ایمان لایا لیکن زیارت سے مشرف نہ ہو سکا اسے خوشخبری ہے کہ موت سے قبل اسے زیارت نصیب ہوگی۔

ایک قوم نے کہا کہ یہ حدیث اپنے اصل پر ہوگی یعنی جس کو خواب میں زیارت ہوئی وہ بیداری میں بھی زیارت سے مشرف ہوگا یعنی اپنی آنکھوں سے مشرف ہوگا۔

بعض کے نزدیک دل کی آنکھوں سے بہرہ ور ہوگا یہ دونوں قول قاضی ابو بکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔

امام ابو محمد بن ابی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ان حکایت میں بیان فرمایا جو انہوں نے جو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی صحیح بخاری کی چند

احادیث پر تحریر فرماتے ہیں فرمایا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھے گا اسے عالم بیداری میں زیارت ہو گی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے کہ خواب دیکھنے والے نے آپ کو آپ کی زندگی میں خواب میں دیکھا تو پھر بیداری میں زیارت سے مشرف ہو گا اور آپ کے وصال شریف کے بعد بھی اسے بیداری میں زیارت ہو سکے گی یا صرف یہ بات آپ کی حیات مقدسہ تک محدود ہے۔

پھر یہ بشارت ہر شخص کے لیے ہے کہ خواب میں زیارت کرنے کے بعد عالم بیداری میں زیارت ہو گی یا یہ خاص اس کے لیے ہے جسے عالم بیداری کی اہلیت ہے اور اس شخص کو حضور علیہ السلام کی اتباع کا شرف حاصل ہے۔

حق یہ ہے کہ چونکہ حدیث میں عموم ہے فلہذا یہ حدیث شریف اپنے عموم پر رہے گی جو شخص بلا تخصیص از حضور علیہ السلام کے اپنے قیاس سے اسے مخصوص سمجھتا ہے وہ غلط کار ہے۔

(سوال) اس حدیث کو اپنے عموم پر رکھنے کو عقل نہیں مانتی اس لیے کہ عالم برزخ کے رہنے والے کو عالم دنیا میں کس طرح دیکھا جاسکتا ہے

(جواب اوّل) اس سوال سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں حضور علیہ السلام جو تمام سچوں سے سچے اور وہ خود نہیں بولتے بلوائے جلتے ہیں) کی خبر کی تکذیب لازم آتی ہے (۲) قادر قدیر کی قدرت سے جہالت اور اسکی عاجزی لازم آتی ہے گویا کہ معترض نے سورہ بقرہ کا قصہ سنا ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کو بیان فرمایا کہ

فاضربوہ ببعضہا کذلک یحیی اللہ الموتی،، پس اس کے بعض پر مارو اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندوں کا واقعہ اور حضرت عزیر علیہ السلام کی تعجب سے انکی اور ان کے گدھے کی موت کا اور ان کا ایک سو سال کے بعد زندہ کرنے کا سبب بنایا۔

اسی طرح وہ قادر ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی خواب میں زیارت کو عالم بیداری میں زیارت کا سبب بنا دے اس کے بعد وہ حدیث نقل فرمائی جس میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی صورت مبارکہ حضرت ابن عباس کو شیشہ میں دکھا دی جیسے فقیر نے آگے چل کر لکھا ہے

(فائدہ)

بعض سلف وخلف بلکہ ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ جنکو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اور وہ اس حدیث کی تصدیق کرتے تھے کہ عالم بیداری میں حضور علیہ السلام زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے حضور علیہ السلام سے چند شبہات حل کرائے جن میں وہ عرصہ تک پھنسے رہے اور حضور علیہ السلام نے ان کی مشکل کشائی فرمائی بلکہ بہت سے امور کی مشکل کشائی کی علامات بھی بنا دیں جن سے بعینہ اس طرح بات ہوئی جس طرح حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

(جواب دوم) اس منکر سے پوچھنا چاہیے کہ کیا وہ کرامات کا قائل ہے تو حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری میں زیارت بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ اولیاء کرام کو بطریق خرق عادت عالم علوی وسفلی

کی متعدد چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں کرامات کا قائل اس سے انکار نہیں کر سکتا حضرت ابن ابی جمرہ کا کلام ختم ہوا

شرح از امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

(ف) قولہ ان ذلک عام الخ یعنی یہ حدیث عام ہے اس شخص کے لیے جسے بیداری میں زیارت کی اہلیت ہو اور حضور علیہ السلام کی تابعداری اسے نصیب ہو اس سے مراد یہ ہے کہ بیداری میں بھی اسے زیارت نصیب ہو گی جسے اہلیت اور تابعداری نصیب ہے لیکن خواب میں زیارت کا شرف بھی اسی بات پر موقوف ہے اگرچہ خواب میں بار بار زیارت حاصل کر چکا ہو لیکن بیداری میں یکبار تو ضرور زیارت ہو گی تاکہ حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے خلاف وعدہ نہ ہو۔

(ف) عوام کو بیداری کی زیارت موت سے تھوڑا عرصہ پہلے ہوتی ہے یہاں تک کہ روح اس کے جسم سے خارج نہیں ہوتی جب تک حضور علیہ السلام کو نہ دیکھ لے اس سے وعدہ کا ایفاد مطلوب ہے عوام کے علاوہ خواص کو ان کی زندگی میں یا تو بہت یا تھوڑے بار بوجہ سنت پر محافظت یا انکی جدوجہد کے مطابق۔

حکایات زائرین رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک مشمولہ الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۲۵۱

مطبوعہ مصر میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت سے واقعات واحادیث رؤیت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم (بیقظہ) نقل کر کے فرماتے ہیں۔

فحصل من مجموع ھذا	یعنی ان نقول اور احادیث
النقول والاحادیث	مذکورہ بالا سے یہ ثابت
ان رسول اللہ علیہ	ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ
الصلوۃ والسلام حیّ	علیہ وآلہ وصحبہ وسلم روح
بجسدہٖ وروحہ	مع جسد زندہ ہیں اور بیشک
وانہ یتصرف ویسیر	آپ زمین کے گوشوں میں
حیث شاء فی اقطار	اور عالم میں عالم ارواح
الارض وفی الملکوت	میں جہاں چاہتے ہیں سیر
وھو بھیئتہ التی کان	فرماتے ہیں اور آپ اسی
علیھا قبل وفاتہٖ لم	ہیئت پر ہیں جس پر قبل از
یتبدل منہ شی وانہ	پردہ پوشی تھے اس ہیئت وشکل
مغیّبٌ عن الابصار	وصورت سے کچھ نہ بدلا
کما غیبت الملائکۃ مع	اور بے شک آپ آنکھوں

لونهم احياء باجسادهم فاذا اراد الله تعالیٰ رفع الحجاب عمن اراد كرامته برؤيته رآه على هيئته التى هو عليها لا مانع من ذالك ولا داعى الى التخصيص برؤية المثال الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۲

یہی عبارت سید آلوسی نے تفسیر روح المعانی (پ ۲۲ ص ۳۲) میں نقل فرمائی۔ لے

سے چھپائے گئے ہیں جیسے کہ فرشتے چھپائے گئے ہیں حالانکہ وہ بھی مع اجساد زندہ ہیں تو جس کو اللہ تعالےٰ دیدار سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت سے نوازنا چاہتا ہے اس سے پردے ہٹا لیتا ہے تو وہ خوش قسمت حضور کو ان کی اصلی وحقیقی ہیئت وشکل وصورت پر دیکھتا ہے جسد عنصری کے دیکھنے سے کوئی مانع نہیں اور رؤیۃ جسم مثالی کی تخصیص کی طرف کوئی داعی نہیں۔

تعارف امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

اس موضوع پر زیادہ بحث امام سیوطی نے فرمائی ہے اسی لیے اس کا تعارف ضروری ہے تاکہ یقین ہو کہ ایسی تحقیق کس بزرگ نے فرمائی یاد رہے کہ اس (۱) امام جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۵ مرتبہ جاگتے ہوئے حضور صلے علیہ وسلم کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور بہت سی حدیثوں کے متعلق حضور

لے۔ تنویر الحلک کا ترجمہ اسی کتاب کے جلد دوم میں آئے گا

سے پوچھا اور آپ کی تصحیح کے بعد امام سیوطی نے ان کو صحیح کہا جن کو محدثین نے اپنے طریق سے ضعیف کہا تھا

(ملاحظہ ہو میزان کبریٰ للشعرانی ج ۱ ص۴۱ مطبعہ حجازی قاہرہ ص ج ۱ سعادت دارین للنبہانی ص۴۲۶ الفتح القدیر للنبہانی ج ۱ ص بلکہ ہمارے مشائخ کبار کے سردار علامہ چھاروی نے فرمایا کہ سیوطی رحمہ تعالیٰ کو روزانہ صبح کی نماز کے بعد حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی تھی

(خلاصۃ الفوائد ص۵۲)

یاشیخ الحدیث

ایکبار عالم بیداری میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو فرمایا۔

یا شیخ الحدیث، وبشرہ بانہ من اھل الجنۃ من غیر عذاب یسبق ورحمت کاتنات وفیض الباری للکشمیری ج ۱ ص۲۴ اس میں ۷۵ کی بجائے ۲۲ مرتبہ کا ذکر ہے اور انوار الباری شرح بخاری اردو مطبوعہ بجنور انڈیا ہے

(فائدہ) امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر بھی بہت سے علماء مشائخ کی تصریحات ہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۲) امام ابو محمد بن جمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث منتخبہ من البخاری کی تعلیقات میں فرماتے ہیں۔

وقد ذکر عن بعض	یعنی صحابہ سے یہ منقول ہے
الصحابۃ قال السیوطی	امام سیوطی فرماتے ہیں
اظنہ ابن عباس	میرے گمان میں یہ حضرت

ف امام سیوطی کے تفصیلی حالات فقیر کی کتاب کشف النور ترجمہ شرح الصدور کے مقدمہ میں پڑھیے (اویسی غفرلہ)

رضی اللہ عنہما انہ
رای النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی النوم
فتذکر ھذا الحدیث
الصحیح وھو ھذا
من رآنی فی المنام
فسیرانی فی الیقظۃ
رواہ البخاری ومسلم
وابو داؤد -
عن ابی ھریرۃ -
والطبرانی من حدیث
مالک بن عبد اللہ
الخثعمی ومن حدیث
ابی بکرۃ والدارمی من
حدیث ابی قتادۃ وبقی
یفکر فیہ ثم دخل
علی بعض ازواج النبی
قال السیوطی اظنھا
میمونۃ فقص علیھا
قصتہ فقامت واخرجت
لہ مرآتہ صلی اللہ

عبد اللہ بن عباس کا واقعہ ہے
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ انہوں
نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا پھر اس
حدیث صحیح کو یاد کیا کہ
حضور نے فرمایا ہے جس
نے مجھے نیند میں دیکھا وہ
عنقریب مجھے جاگتے ہوئے
دیکھے گا تو حضرت ابن عباس
اسی فکر میں رہے پھر
ازواج مطہرات سرورکائنات
میں سے بعض کے پاس
حاضر ہوئے (بظن امام
سیوطی وہ ام المومنین حضرت
میمونہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ
عنہا) اور ان کو اپنا قصہ
سنایا تم امیر المومنین اٹھیں اور
حضور اکرم صلے اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وسلم کا آئینہ مبارک
صحابی رسول کو دیا حضور کے
صحابی فرماتے ہیں میں نے

علیہ وسلم قال رضی اللہ عنہ فنظرت فی المرأۃ فرأیت صورۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم ار لنفسی صورۃ اھ	جو آئینہ میں دیکھا تو حضور کی صورت پاک نظر آئی مجھے اپنی شکل وصورت آئینہ میں نظر نہ آئی۔

تنویر الحلک والحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۲۴۸ ۲۴۹)
سعادت الدارین للنبہانی ص ۲۱۲ ،:

(۲) حجۃ الاسلام امام غزالی صوفیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

انہم وہم فی یقظتہم یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون منہم اصواتا ویقتبسون منہم فوائد ثم یترقی الحال من مشاھدۃ الصور والامثال الی درجات یضیق عنہا نطاق النطق (المنقذ من الضلال للغزالی ص والحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۲۴۱ فتاوی حدیثیہ لابن حجر ص ۲۵۵)

بے شک صوفیہ کرام عالم بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انکی آوازیں مبارک سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں اس کے بعد صور ومثال سے انکا حال ایسی ترقی کرتا ہے کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی حدیث من رآنی کے تحت شرح

مشارف میں فرماتے ہیں ۔

ومن حصّل الاصول الخمسة (الاشتراك فی الذات اوفی صفة فصاعدا اوفی حال فصاعدا اوفی الافعال اوفی المراتب) وثبتت المناسبة بینه وبین ارواح الکمل الماضین اجتمع بهم متی شاء الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۲۶۴

جسے اصول خمسہ نصیب ہوجائیں تو وہ گذشتہ کاملین کی ارواح میں مناسبت ہوجاتی ہے وہ پانچ اصول یہ ہیں (۱) اشتراک فی الذات (۲) کسی ایک صفت یا زائد صفات میں اشتراک (۳) کسی ایک حال یا زائد میں اشتراک (۴) افعال میں (۵) مراتب میں اشتراک ۔

مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف تحفۃ الصلحاء میں پڑھیئے

حدیث الولی

اس حدیث سے حاضر و ناظر کے مسئلہ میں زبردست تائید حاصل ہے

اس موضوع پر فقیر کا رسالہ مشہور ہے فناء بقا یہ حدیث الولی یہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادی ولیا فقد آذنته بالحرب وما تقرب

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں نے اس

الی عبدی بشئ احب	کو اعلان جنگ فرما دیا اور
الی مما افترضت علیہ	جن چیزوں کے ذریعہ بندہ
ولا یزال عبدی یتقرب	مجھ سے نزدیک ہوتا ہے
الی بالنوافل حتی احبتہ	ان میں سب سے زیادہ
فاذا احببتہ فکنت	محبوب چیز میرے نزدیک
سمعہ الذی یسمع	فرائض ہیں اور میرا بندہ
بہ وبصرہ الذی یبصر بہ	نوافل کے ذریعہ میری طرف
ویدہ التی یبطش بہا	ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا
ورجلہ التی یمشی	رہتا ہے یہاں تک کہ میں
بہا وان سالنی	اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
لاعطینہ ولئن	
استعاذنی لاعیذنہ	توجب میں
وما ترددت	اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
عن شئ	تو میں اس کے وہ کان ہو
انا فاعلہ	جاتا ہوں جن سے وہ سنتا
ترددی عن	ہے اور اس کی وہ آنکھیں
نفس المومن	ہو جاتا ہوں جن سے وہ
یکرہ الموت	دیکھتا ہے اور اس کے وہ
وانا اکرہ	ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے
مساءتہ	وہ پکڑتا ہے اور اس کے
ولا بد لہ منہ	وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن

سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے (جو) کچھ مانگتا ہے
تو میں اسے ضرور ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ
طلب کرتا ہے تو میں اسے ضرور ضرور ضرور پناہ دیتا
ہوں اس میں توقف اور تردد نہیں کرتا جیسا کہ نفس مومن
کے قبض کرنے میں تردد کرتا ہوں وہ مومن بحکم طبیعت
موت کو مکروہ سمجھتا ہے اور میں اسکی غمگینی کو ناخوش
سمجھتا ہوں حالانکہ موت سے اس کو چارہ نہیں

حدیث الولی کے حوالے

رواہ البخاری ر فی صحیحہ ج ۲ ص ۹۶۳

مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ فصل اول صفحہ ۱۹۷

الجامع الصغیر للسیوطی ج ۱ ص ۷۱

(فائدہ) امام سیوطی نے فرمایا وقع روایۃ "بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی" زاد احمد من حدیث عائشۃ وفوادہ الذی یعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ (حاشیہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳) میرے سے دیکھتا اور پکڑتا اور چلتا ہے اور مزید مروی ہے کہ میں اسکا دل ہو جاتا ہوں اس سے وہ سمجھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہوں اس سے وہ بولتا ہے۔

سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے مختلف الفاظ اور مختلف روایات کی توضیح میں ایک مستقل تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے القول الجلی فی حدیث الولی یہ رسالہ الحاوی للفتاوی بجلد

اول صنہ۵۶ سے شروع ہو کر صت۵۶۳ تک ختم ہوتا ہے چنانچہ فرمایا
ہذا الحدیث

(۱) اخرج ابی الدنیا فی کتاب الاولیاء الخ واخرجہ ابونعیم فی الحلیہ الخ (۳) وروی الطبرانی فی الاوسط الخ (۴) ثم ان لاصل حدیث شواہد منہا یا اخرجہ البخاری فی صحیحہ الخ (۵) وعنہا ما اخرجہ الامام احمد فی مسندہ الخ (۶) واخرجہ الطبرانی فی الاوسط الخ (۷) ومنہا ما رواہ ابو یعلی فی مسندہ الخ (۸) ومنہا ما رواہ الطبرانی فی الکبیر الخ (۹) ومنہا ما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس الخ (۱۰) وما اخرجہ ابوالشیخ ابن حبان وما اخرجہ ابونعیم (۱۳) والحاکم فی التاریخ

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب اللہ کا بندہ قرب فرائض اور قرب نوافل کے مدارج طے کر لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے جسے ولی کہا جاتا ہے پھر اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس کے کان میں قدرت ایزدی کا جلوہ ہوتا ہے جس سے وہ قریب و بعید کی مسافت کے فرق کے بغیر ہر جگہ کی بات برابر سنتا ہے اور قوت باصرہ میں قوت ربانی جلوہ گر ہوتی ہے دور و نزدیک کو یکساں دیکھتا ہے اور ہاتھ کے اندر خدائی طاقت اور پاؤں میں خدائی قدرت جلوہ گر ہوتی ہے جس سے آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے صوفیہ اسے قرب نوافل سے تعبیر کرتے ہیں اس درجہ پر ظاہر میں بندہ اور باطن اس میں قدرت ایزدی کے نظارے ہوتے ہیں سیدنا عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ گفتہ اللہ مے شود
ایں سخن حق است است باللہ می شود

یعنی بندہ اللہ اللہ کہنے سے شیون الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یہ بات حق ہے بخدا پوری ہو جاتی ہے ہم اس قرب والے بندے (نبی ولی) کو اپنے ہر حال میں قریب سمجھتے ہیں اسی وجہ سے ان سے مدد چاہتے ہیں اور ان کے لیے علم غیب مانتے ہیں چند دلائل آگے آتے ہیں عارف رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
قبضۂ اش جز قبضۂ اللہ نیست

اس حدیث شریف کا صحیح مفہوم پیش کرنے سے قبل ایک دشمن دین محرف کتب اسلامیہ یعنی سرفراز گکھڑوی کا نمونہ دیکھئے حدیث کنت سمعہ (الحدیث) کا مطلب ائمہ اہلسنت والجماعت سے سُن لیجئے حضرت امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۴۶۵ میں اور حافظ ابن کثیر صفحہ ۲۷۸ جلد ۵ اور شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی پارہ تبارک سورہ مزمل صفحہ ۱۷۲ میں (وغیرھم فی غیرہا) میں لکھتے ہیں کہ جب بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ کا مقبول ہو جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء کا حق تعالیٰ محافظ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ سب کے سب خدا کی مرضی کے مطابق ہو جاتے ہیں اس کی مرضی کے بغیر نہ کچھ دیکھے نہ سنے نہ بولے اور نہ پکڑے (یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس بندہ کے کان خدا کے کان اور اس کی آنکھیں اور اس کے ہاتھ اس کے ہاتھ جاتے ہیں

یہ ہے حدیث قدسی کا صحیح مطلب جو ائمہ دین نے بیان کیا ہے نہ تو اس سے غیر اللہ کے لیے علم غیب کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور نہ حاضر وناظر اور مختار کل وغیرہ کا جس طرح کہ فریق مخالف نے از روئے جہالت اس کا ثبوت دیا ہے (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۵۸ ۱۵۹)۔

(انتباہ) گکھڑوی نے ہمیشہ چوروں غداروں سا معاملہ کیا ہے کہ جب مقصد بیان حوالے دو چار کتابوں کے پیش کریگا لیکن مفہوم اپنا بیان کریگا اصل عبارت پیش کرے تو عیب ظاہر ہوتا ہے حدیث کا مفہوم جسے اس نے بیان کیا وہ تو بندہ کے قرب نوافل کا ابتدائی درجہ ہے جسے گکھڑوی نے ولا تقربوا الصلوٰۃ کے مطابق عمل کیا ہے ورنہ درج ذیل محدثین فقہا مفسرین علماء کاملین فضلاء اور اولیاء اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہی حق اور صحیح ہے

(۱) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۶۰۶ھ اپنی مشہور تفسیر کبیر تحت آیت ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم ص ۴۸۰ ج ۹ مطبوعہ مصر میں اسی حدیث قدسی کی تشریح فرماتے لکھتے ہیں

العبد اذا واظب	جب کوئی بندہ نیکیوں پر
علی الطاعات بلغ	دام کرتا ہے تو اس مرتبہ
الی المقام الذی یقول	تک پہنچ جاتا ہے جس کے
اللہ کنت لہ سمعًا	متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وبصرًا فاذ جاء نور	کہ میں اس کی آنکھ اور
جلال اللہ سمعًا لہ	کان ہوجاتا ہوں جب

سمع القریب والبعید	اللہ تعالیٰ کا نور اس ولی
واذا صار ذالک النور	کے کان بن جاتا ہے تو وہ
بصرا لہ رای القریب	دور نزدیک کی آواز کو
والبعید واذا صار ذلک	یکساں سنتا ہے اور جب
النور یدا لہ قدر علی	یہی نور اسکی آنکھ ہو جاتا ہے
التصرف فی الصعب والسہل	تو وہ دور و نزدیک کو یکساں
والبعید والقریب)	دیکھتا ہے اور یہی نور اس کا

ہاتھ ہو جاتا ہے تو یہ ولی سخت و نرم قریب و بعید چیزوں پر تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

دیوبندی شریعت کے امام انور کشمیری کی شہادت حاضر ہے۔

اما علماء الشریعۃ	علمائے شریعت نے کہا ہے
فقالوا معناہ ان جوارح	کہ اس حدیث کے معنے یہ
اولیہ تصیر تابعۃ لمرضاۃ	ہیں کہ بندے اعضاء جوارح
الوہیہ حتی لا متحرک	رضا رضائے الٰہی کے
الا ما یرضی بہ ربہ	تابع ہوتے ہیں یہاں تک
فاذا کانت غایۃ سمعہ	کہ اپنے رب کی رضا کے
وبصرہ ان یقال انہ	خلاف بالکل حرکت نہیں
لا یسمع الا لہ ولا یتکلم	کرتے تو جب اسکے
الا لہ فکان اللہ سبحانہ	سمع و بصر اور تمام اعضاء
صار سمعہ وبصرہ قلت	جوارح کی غایت اللہ تعالیٰ
وھذا عدول عن حق	ہو جائے تو اس وقت

الا لفاظ لان قوله كنت
سمعه بصيغة المتكلم
يدل على انه لم يبق
من المتقرب بالنوال
الا جسده وشبهه وصار
المتصرف فيه الحضرة
الالٰهيه فحسب وهو الذى
عناه الصوفيه بالفناء
فى الله الانسلاخ عن
دواعى نفسه حتى لا يكون
المتصرف فيه الا هو
وفى الحديث لمحة الى
وحدة الوجود فى الحديث
لمحة الى وحدة الوجود
وكان مشائخنا مولعون
بتلك المسئلة الى زمن
الشاه عبد العزيز اما
انا فلست اتشدد فيها
ومن عجيب فى احسن اليهم
وسأل عنهم واذا وجدهم
سواء وهذا و تشابههم

یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ بندہ
اللہ ہی کے لیے سنتا ہے
اور اس کے لیے بولتا تو
گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع
وبصر ہوگیا میں کہتا ہوں کہ
کہ حدیث کے یہ معنے بیان
کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور
اور کجروی ہے اس لیے
کہ بصیغہ متکلم اللہ تعالیٰ کا
کنت سمع فرمانا اس بات
پر دلالت کرتا ہے کہ عبد
متقرب بالنوافل میں اسکے
جسم اور صورت کے سوا
کچھ باقی نہیں رہا اور اس
میں صرف اللہ تعالیٰ ہی
متصرف ہوگیا اور فنا فی اللہ
سے صوفیا کی مراد بھی یہی ہے
کہ بندے خواہشات نفس
سے اس طرح خالی ہوجائے
کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا
کوئی چیز تصرف کرنے والی

روحی وہم بین اضلعی باقی نہ رہے) اس حدیث
کذافی (فیض الباری ج ۲ ص ۲۸۹) میں وحدۃ الوجود کی چمک
ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود میں
اتنا متشدد نہیں ہوں شاہ
عبدالعزیز کے زمانہ تک ہمارے
مشائخ اس میں نہایت متشدد اور حریص بنے بڑے تعجب
کی بات ہے کہ میں انکی محبت واشتیاق میں پگھلا جارہا
ہوں ہمیشہ ان کے متعلق سوال کرتا رہتا ہوں حالانکہ وہ
میرے ساتھ ہیں اور میری آنکھیں ان کے روتی رہتی
ہیں حالانکہ وہ پتلی میں ہیں اور میری روح ان کی مشتاق
رہتی ہے اور وہ میرے پہلو میں ہیں

(فائدہ) عبارت میں انورکشمیری نے گکھڑوی کی ناک جڑ سے کاٹ
ڈالی کہ جس مفہوم کو وہ بڑے فخر و نیاد سے بیان کر گیا اس کی
شاہ صاحب کشمیری نے تردید کر دی اور بعینہٖ وہی معنے اور
مطلب بیان کیا جیسے ہم نے بیان کیا اور یہ بھی بات حق
گکھڑوی ویسے بھی رئیس المحرفین مشہور ہے اور اس حدیث
کا یہی معنی بیان کرنا بھی تحریف سے کم نہیں کیونکہ محبوب بننے
کے بعد اعضاء کا رضائے الٰہی کے مطابق بننے یا نہ اگر کہے نہیں
تو پھر اس کا یہ معنیٰ ہوا کہ وہ بندہ گناہ کرتے کرتے رب کا محبوب
بنا (معاذ اللہ) یہ مطلب تو شریعت مطہرہ کی تعلیم کے خلاف
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فرمایا ہے ۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

فرمائیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنائے گا۔

(فائدہ) اس آیت میں اتباع محمدی اور اتقاء و پرہیزگاری کو شرط اور محبوب بننے کو جزاء بتایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جزاء ہمیشہ شرط کے بعد واقع ہوتی ہے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ محبوبی شان سے پہلے ہی اعضاء و جوارح رضائے الٰہی میں تھے اب محبوبی شان ملنے پر وہی مراتب ملیں گے جنہیں ہم نے بیان کیا اگر مخالف کہے کہ محبوب بننے کے بعد اعضاء رضا الٰہی کے مطابق ہو جاتے ہیں تو بھی غلط کیونکہ یہ تحصیلِ حاصل ہے۔

(انتباہ) شاہ صاحب کی عبارت سے ہمارا مدعا بھی ثابت ہوا کہ فنا فی اللہ ایک اعلےٰ مقام ہے جو وحدۃ الوجود کے عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں جو خشک ملا پھر محرفین قسم کے دین کے چور ہیں انہیں اس فنائیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اعضاء کا رضائے الٰہی کے مطابق ہو جانا کہ جن سے گناہوں کا صدور ہو ان سے نہیں ہوتا۔ حدیث کے اصل مطلب سے کوسوں دور ہے اگر بعض اہل ظواہر نے کہیں اس کا مطلب بیان کیا ہے تو بندے کے ظاہر طور واطوار کو مطابق شریعت پا کر جو اپنے مقام پر صحیح ہے لیکن انجام و مآل کے اعتبار سے وہی معنے صحیح ہے جو ائمہ اسلاف نے بیان فرمایا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ص ۶۸ ج ۵ میں تحریر فرماتے ہیں

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم حکایۃ عن رب العزۃ ما تقرب عبد الی بمثل اداء ما افترضت علیہ ولا یزال یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعا وبصرا ولسانا ویدا ورجلا بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یمشی وھذا الخبر یدل علی انہ لم یبق فی سمعھم نصیب لغیر اللہ ولا فی بصرھم ولا فی سائر اعضائھم اذا وبقی ھناک نصیب لغیر اللہ تعالی وقال انا سمعہ وبصرہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر میرا بندہ میری طرف کسی چیز کے ذریعہ وہ نزدیکی نہیں حاصل کر سکتا جو ادائے فرائض کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور نوافل کے ذریعہ وہ ہمیشہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور دل اور ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے بولتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان

بندگان مقربین بارگاہِ ایزدی کی آنکھوں کانوں بلکہ تمام اعضاء میں غیر اللہ کے لیے کوئی حصہ باقی نہیں رہا اس لیے اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے کوئی حصہ باقی رہا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اسکی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں۔

یہی امام فخر الدین صاحب اپنے قول کی دلیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و لہذا قال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ واللہ ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ و ذلک لان علیا کرم اللہ وجہہ فی ذلک الوقت انقطع نظرہ عن عالم الاجساد واشرقت الملائکۃ بانوار عالم الکبریاء فتقوی روحہ و تشبہ بجواھر الارواح الملکیۃ وتلألأت فیہ اضواء عالم القدس

میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا بلکہ قوت ربانی سے اکھاڑا تھا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نظر عالم سے منقطع ہو چکی تھی اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس میں عالم قدس و عظمت کے انوار

والعظمۃ فلا جرم حصل — چمکنے لگے تھے جس کا لازمی
لہ من القدرۃ ما — نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت
قدر بہا علے مالم علیہ — حاصل ہو گئی جو ان کے غیر
غیرہ تفسیر کبیر ص۲۹۸ ج۵) — کو حاصل نہ تھی اور اسی

طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعًا فرمایا حیب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اسکی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قابو پا جاتا ہے

(۳) دیوبندیوں کے امام انور کشمیری فیض الباری ص۲۹ ج۴ میں مطلب دلیل سے منواتے ہیں۔ (۲)

فاذا صح للشجرۃ ان ینادی — جب درخت سے انی انا
فیہا بانی انا اللہ فما — اللہ کی آواز آسکتی ہے تو
بال المتقرب بالنوافل — متقرب بالنوافل کا کیا حال
ان لا یکون اللہ — ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے
سمعہ او بصرہ کیف — مقرب بندوں کی سمع و بصر
وان ابن آدم الذی — ہو جانا ایسی صورت میں کیونکر
خلق علی صورۃ الرحمن — محال ہو سکتا ہے جب کہ

لیس یادون من شجرہ موسٰی علیہ السلام	وہ ابن آدم جو صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا ہے شرف و کمال میں شجرہ موسٰی علیہ السلام سے کم نہیں۔

(۴) یہی مطلب حضرت علامہ سیّد محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی صہ میں لکھے گئے ہیں

وذکر وان من القوم من یسمع فی اللہ واللہ باللہ ومن اللہ جل وعلا ولا بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ	عارفین نے ذکر کیا ہے کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ بھی ہیں اللہ کے لیے اللہ کے ساتھ سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی کے ساتھ نہیں بلکہ سمع ربانی کے ساتھ سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں کنت سمع الذی الخ میں وارد ہے۔

(۵) قطب ربانی حضرت ابوالمواہب امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

وقد اخبر الحق تعالیٰ انہ اذا احب عبدًا کان سمعہ و بصرہ الحدیث لکن قد یجمع اللہ	اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ جب وہ کسی بندہ کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اس کی سمع اور بصر کا

تعالیٰ لمن شاء فی ھذا المقام الصفات کلها وقد یعطیه بعض الصفات علی التدریج شیئاً بعد شئ (الیواقیت والجواہر ص ۱۲۵ ج ۱)

کذا فی زرقانی شرح مواہب ص ۲۳۸ ج ۲)

مظہر بن جاتا ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جنہیں وہ چاہتا ہے ان میں اپنی کل صفات جمع کر دیتا ہے اور کبھی بعض صفات عطا فرماتا رہتا ہے۔

تقریباً تمام محدثین و مفسرین فقہاء المتکلمین صوفیاء محققین نے یہی مطلب بیان کیا ہے اب ہم ان بزرگوں کے اقوال کو حق مانیں یا محرف زمان کے غلط نظریہ کو

خلاصہ

جب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کے صفات سے موصوف ہوتے ہیں اور اس کریم کے جلوے ان میں موجود ہوتے ہیں تو اب ہم حق بجانب ہیں کہ ہم کہیں تمام بندوں کے سرتاج حضور سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کہہ دیں کہ وہ تمام عالم کے لیے حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ان کے اولیاء امت کے لیے ذیل کی گواہیاں ملتی ہیں۔

(۱) اولیاء کے سرتاج سیدنا غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قال رضی اللہ تعالیٰ عنه یا ابطال یا اطفال ھلموا وخذوا عن ھذا البحر الذی لا ساحل له

اے بہادرو اے فرزندو آؤ اور اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارہ ہی نہیں ہے قسم ہے اپنے رب کی

وعزة ربی ان السعداء	کہ تحقیق نیک بخت اور
والاشقیاء یعرضون	بدبخت لوگ مجھ پر پیش کیے
علیّ وان بولوة عینی	جاتے ہیں اور ہمارا گوشۂ
فی اللوح المحفوظ وانا	چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے
غائض فی بحار علم الله	اور میں اللہ کے علموں کے
(کذا فی کبریت احمر	سمندروں میں غوطہ لگا رہا ہوں
للشعرانی رحمہ اللہ	
تعالیٰ	

(۲) سیدنا غوث جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے قصیدہ غوثیہ شریف میں فرمایا

نظرت الی بلاد الله جمعًا	کخردلۃ علی حکم اتصال

(۳) قطب ربانی سیدنا امام شعرانی قدس سرہٗ اپنے مرشد کے لئے لکھتے ہیں۔

(۳) واما شیخنا السید علی	ہم نے اپنے شیخ سید
ن الخواص رضی اللہ تعالیٰ	علی خواص رضی اللہ عنہ کو
عنہ فسمعتہ یقول لایکمل	فرماتے ہوئے سنا کہ
الرجل عندنا حتی یعلم	ہمارے نزدیک اس وقت
حرکات مریدہ فی انتقالہ	تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا
فی الاصلاب وھو	جب تک کہ اپنے مریدوں
من یوم الست الی	کی حرکات نسبی کو نہ جان
استقرارہ فی الجنۃ اوفی	لے یوم میثاق سے لے

او فی النار[1] بکبریت احمر للشعرانی۔	کہ اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو

(۴) سیدنا عارف جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نفحات الانس میں نقشبندیوں کے مقتدا مجددیوں کے پیشوا سیدنا بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمہ گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست وما می گوئیم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست	حضرت عزیزان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زمین اس گروہ فقراء کی نظروں میں ایک دستر خواں کی مانند ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ وہ ایک ناخن کی مانند ہے جو کہ ان (فقراء) کی نظر سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

(۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں سلطان ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں۔

۱ النفوس الزکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ	پاک و صاف نفوس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کرکے

---

[1] اس پر دیوبندیوں کے کچھ اعتراضات ہیں جو فقیر نے علم غیب کی تحقیق میں حل کئے ہیں اویسی غفرلہ،

خرجت والمصلت بالملاأ الاعلی و لم یبق له حجاب فتری الکل کالمشاہد بنفسها او باخبار الملائکة لها۔

بزم بالا سے مل جاتے ہیں اوران پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا پس وہ تمام چیزوں کو مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔

(۶) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ثم انه ینجذب الی جناب الحق فیصیر عبد اللہ فیتجلی له کل شی (فیوض الحرمین ص)

پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اوران کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۷) حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ روح المعانی ص ۱۴۶ پ ۱۵ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں۔

فاذا اخلص منها وصفا وقته وطاب عیشه بما یجد فی طریق المحبوب ینور باطنه ویظهر له لوامع انوار الغیب وینفتح له باب الملکوت وتلوح منه لوائح مرة

جب طالب صادق محبوب کے راستے میں لذتیں راحتیں پانے کی وجہ سے شہوات نفسانیہ سے خالی ہو جاتا ہے اوراس کی زندگی اور اوقات ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور صاف ہو جاتے ہیں

بعد اُخری فیشاھد
امورا غیبیۃ فی صور
مثالیۃ فاذا ذاق
شیئًا منھا یرغب
فی العزلۃ والخلوۃ والذکر
والمواظبۃ علی الطھارۃ
والمراقبۃ والمحاسبۃ
ولیعرض عن
کلھا ویفرغ القلب
عن محبتھا فیتوجہ بالھمۃ
الی الحق تعالٰی بالکلیۃ
فینظر لہ الوجہ والسکر
الشوق والعشق والھیمان
و اینا سن نفسہ
غافلاً عنھا فیشاھد
الحقائق السویۃ والانوار
نغیبہ فیتحقق بالمشاھدۃ
والمعاینۃ والمکاشفۃ
و یظھر لہ انوار حقیقتہ
تارۃ اخری حتی
یتمکن و یتخلص من التلوین

تو اس کا باطن روشن ہو جاتا
ہے اور انوار غیب کی تجلیاں
اس پر ظاہر ہوتی ہیں اور
اس کے لیے ملکوت کا دروازہ
کھل جاتا ہے جس سے اسکو
بار بار نوری شعاعیں محسوس
ہوتی ہیں اور وہ مثالی صورتوں
میں امور غیبیہ کا مشاہدہ کرتا
ہے پھر وہ جب ان امور میں
سے کسی شیء کا مزا چکھتا
ہے تو گوشہ نشینی تنہائی ذکر اور
ہمیشہ پاک رہنا اور عبادت
اور مراقبہ اور نفس کا محاسبہ
اس کے لیے مرغوب ہو جاتا
ہے اور وہ تمام حسی ملذات
سے اعراض کرنے لگتا ہے
اور اس کا دل انکی محبت سے
خالی ہو جاتا ہے تو اس کیلئے
وجد اور سکر اور شوق اور عشق
اور بے چینی کا ظہور ہونے
لگتا ہے اور یہ چیزیں اسکو

اس کے نفس سے فانی اور	وینزل علیہ السکینة
غافل کر دیتی ہیں پھر وہ	الروحینة والطمانیة
پوشیدہ حقائق اور غیبی انوار	الالٰہیتہ ویصیر درود
کو دیکھتا ہے تو وہ مشاہدہ	ھذہ العوارق والاحوال
اور معائنہ اور مکاشفہ کے	لہ تلکتہ فیدخل فی
ساتھ متصف ہو جاتا ہے	عوالم الجبروت ویشاھد
اور اس کے لیے انوار حقیقتہً	العقول المجردہ والانوار
ظاہر ہونے لگتے ہیں اور	القاھرة من الملائکة
یہ انوار حواس ظاہر ہوتے	المقربین والمھیمین
رہتے ہیں کبھی پوشیدہ بھی	ویتحقق بانوارھم فیظھر
ہو جاتے ہیں یہاں تک	لہ انوار سلطان
کہ وہ پختہ ہو کر اس دورنگی	الاحدیة وسواطع
(ظہور و خفاء) سے نجات	العظمة والکبریاء الالٰھیة
پاتا ہے اس پر ظہور ہی کا	فتجعلہ ھباء منثورا
حال رہتا ہے اور اس	ویندک جبیذ جبالہ
پر سکینیت روحانیہ اور طمانیت	آیتہ فیحن اللہ تعالیٰ
الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے اور	ضروراً ویتلاشی
ان احوال اور روشنیوں کا	فی التعین الذاتی ویضمحل
وارد ہونا اسی کے لیے ملکہ	وجودہ فی الوجود
بن جاتا ہے پھر وہ عوالم	الالٰھی وھذا مقام
جبروت میں داخل ہو کر	الفناء والمحو وھو

غاية السفر الاول للسالكين
فان بقي في الفناء والمحو
ولم يحي الى البقاء
صار مستغرقا في عين
الجمع محجوبا بالحق عن
الخلق لا يزيغ بصره
عن مشاهدة جماله
عز شانه وانوار ذاته
وجلاله فاضمحلت الكثرة
في شهوده واحتجب
التفصيل عن وجوده
وذلك هو الفوز
العظيم وفوق ذلك
مرتبه يرجع فيها
الى الصحو بعد المحو
وينظر الى التفصيل في
عين الجمع ويسع صدره
الحق والخلق فيشاهد
الحق في كل شي بالحق
على وجه لا يوجب
التكثر والتجسم وهو

ان عقول مجردا ور انوار قاہرہ
کا مشاہدہ کرتا ہے جو نگہبانی
کرنے والے ملائکہ مقربین
سے ہیں اور ان کے انوار
کے ساتھ متصف ہو جاتا
ہے اس وقت اسکے لیے
عظمت اور کبریا الٰہیہ کی
تجلیاں اور سلطان احادیث
کے انوار ظاہر ہوتے ہیں
تو وہ اسکو ہباء منثورا کر
دیتے ہیں اور اس کی
انانیت کے پہاڑ ریزہ ریزہ
ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ
تعالیٰ کے لیے گر کر تعین
ذاتی میں فنا ہو جاتا ہے
اور اس کا وجود وجود الٰہی میں
فنا ہو جاتا ہے یہ مقام
محو اور فنا کا مقام ہے
اور وہ سالکین کے پہلے
سفر کی منزل ہے پھر اگر
وہ اسی محو و فنا کے حال

طور وراء طور العقل وقع
في عبارة بعضهم انه
قد يصير العارف
متخلقا باخلاق الله
تعالى بالحقيقة لا بمعنى
صيرورة صفاته تعالى
عرضا قائما بالنفس
فان هذا مما لا يتصور
ابدا والقول به خروج
عن الشريعة والطريقة
والحقيقة بل بمعنى علاقة
اخرى اتم من علاقتها
مع الصفات الكونية
البدنية وغيرها
لا تعلم حقيقتها -

اور بقاء سہو کی طرف نہ آیا
تو عین جمع میں مستغرق ہو کر
حق کے ساتھ مشغول ہونے
کی وجہ سے تمام مخلوق سے
محجوب ہو جاتا ہے اور
اس کی نظر حق تعالیٰ جلہ
شانہ کے مشاہدہ جمال سے
نہیں چوکتی اور اس کی ذات
اور جلال کے انوار کو وہ
ہر وقت دیکھتا رہتا ہے
اس وقت کثرت شہود حق
میں مضمحل ہو جاتی ہے اور
تفصیل وجود باری کے سامنے
روپوش ہو جاتی ہے
اور یہ بڑی کامیابی ہے
اس کے اوپر ایک اور مرتبہ
ہے جو سکر سے سہو سے
اور فناء سے بقاء کی طرف
آنے کے بعد ملتا ہے اور
سالک عین جمع میں تفصیل
کو دیکھتا ہے اور اس کا

سینہ حق اور خلق دونوں کے لیے فراخ ہو جاتا ہے تو وہ ہر شئے میں حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور ہر شئے کو حق کے ساتھ دیکھتا ہے اور یہ دیکھنا اس طریقہ پر ہوتا ہے جس میں کسی اور کو دخل نہیں ہوتا یہ ایک ایسا طور ہے جو طور عقل سے وراء الورا اور بعض عارفین کاملین کی عبادت میں واقع ہوا ہے کہ عارف کبھی حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے نہ بایں معنیٰ کہ اللہ کے صفات اس کے لیے ایک عرض ہو جائیں جو قائم بالنفس ہو کیونکہ یہ اس قبیلہ سے ہیں کہ جس کا کبھی تصوّر بھی نہ ہو سکتا اور ایسی بات کہنا شریعت اور حقیقت سے نکل جاتا ہے بلکہ یہ تخلق ایک دوسرا علاقہ ہے جو صفات کونیہ بدنیہ کے علاقہ سے زیادہ کامل اور اکمل ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی

بندے کا مظہر صفات الٰہیہ ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار قرآن وحدیث کی روشنی میں کسی طرح نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہمارے بیان سابق سے ہمارے ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہے۔

اولیاء کی پرواز

اس موضوع پر فقیر کے دو رسالے ہیں ولی اللہ کی پرواز (امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف المنجلی فی تطور الولی کا ترجمہ) الانجلاء فی تطور الاولیاء یہاں چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اولیاء اللہ کو حدیث الولی کے دلائل مطابق یہ مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور حدیث الولی کا مفصل بیان اس کتاب میں ابھی گذرا اور مفصل فقیر کے رسالہ فناؤ بقاء میں ہے۔

(۲) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ منکرین کو عقلی دلیل سے سمجھاتے ہیں کہ

واذا جاز فی الجن ان	جب جنات مختلف شکلوں
یتشکلوا فی صورہ مختلفۃ	میں متشکل ہونے کی قدرت
فالانبیاء والاولیاء اولیٰ	رکھتے ہیں تو پھر انبیاء واولیاء
بذلک (المنجلی فی تطور الولی)	اس قدرت کے زیادہ لائق ہیں

اسی کو سیدنا مجدد الف ثانی حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات کے ۲۰۸ میں فرماتے ہیں ہر گاہ جنیا نرا تقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ باعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح اکمل را اگر ایں عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج بہ بدن دیگر ازیں قبیل است آنچہ بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در ساعت در امکنہ متعدده حاضر می گردند وافعال متباینہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطائف انشکال متجسد باجساد مختلفہ ومتشکل بنیا بنہ می گردند، ہمچناں عزیزیکہ مثلاً در ہندوستان توطن دارد دوازاں دیارنہ برآمده است جمعے از

حضرت من مکہ می آیند ومیگویند کہ آنعزیز را درحرم کعبہ دیدہ ایم وچناں وچنیں درمیان ما وآنعزیز گذشت وجمعے دیگر نقل می کنند کہ ما اورا اور روم دیدہ ایم وجمعے در بغداد دیدہ اند ایں ہمہ تشکل آنعزیز است باشکال مختلف وایں تشکل گاہ در عالم شہادت بود گاہ در عالم مثال چنانچہ در یکشب ہزار کس آنسرور علیہ الصلوٰۃ بصور مختلفہ در خواب می بیند و استفادہا می نمایند اینہمہ تشکل صفات ولطائف اوست الخ

حکایت الاولیاء

(۱) حضرت نقیب البان الموصلی رحمہ اللہ تعالیٰ (آپ ابدال میں سے تھے آپ کو بعض نے کہا جس نے آپ کو نماز پڑھتے نہ دیکھا تھا تارک الصلوٰۃ ہونے کی تہمت لگائی آپ اسی وقت چند صورتوں میں متشکل ہو کر فرمانے لگے فی ای هٰذہ الصّور رایتنی ما اصلی، تو نے مجھے ان صورتوں میں کون سی صورت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے اس کے علاوہ اور بہت سی حکایتیں ہیں جن کی

لہ چنانچہ شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ ہم نے شیخ فخرالدین جونپوری سے کہا کہ شیخ حسین جونپوری قلندر سارے فرائض جس میں نماز بھی ہے کے تارک ہیں باوجود کہ بڑے زبردست عالم ہیں تو شیخ موصوف نے فرمایا کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ نماز وغیرہ نہیں پڑھتے وہ ایک مرد شہسوار

بنا اسی قاعدہ پر ہے اور یہ قاعدہ ان کے ہاں امہات القواعد کا حکم رکھتا ہے (واللہ اعلم) یہ تمام تحقیق علامہ قونوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی۔

(۲) شیخ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ طبقات کبریٰ میں حضرت ابوالعباس الملثم کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ صاحب الکرامات والاحوال تھے ان کے خصوصی صحبت یافتہ ان کے شاگرد حضرت شیخ صالح عبدالغفار بن نوح صاحب کتاب الوحید فی علم التوحید ہیں اپنی اس کتاب میں اپنے اس شیخ کی بہت کرامتیں لکھی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔

حکایت

ہم ان کی یعنی ابوالعباس الملثم کی خدمت میں جمعہ کے دن حاضر ہوئے آپ باتیں سنا رہے تھے اور انکی باتیں نہایت لذیذ تھیں ہم باتیں سن رہے تھے اور ان کا غلام وضو کرا رہا تھا آپ نے فرمایا اے مبارک کہاں جاتے ہو عرض کی جامع مسجد میں آپ نے فرمایا جماعت ہو گئی میں بھی جماعت میں شامل ہوا تھا غلام جامع مسجد گیا واپس لوٹ کر کہتے لگا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس آرہے ہیں شیخ عبدالغفار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جامع مسجد چلا گیا اور لوگوں سے اپنے شیخ کے متعلق پوچھا لوگوں نے کہا شیخ ابوالعباس رحمہ اللہ تعالیٰ ابھی نماز میں تھے اور لوگ آپ کو سلام عرض کرتے تھے

شیخ عبدالغفار واپس آکر اپنے شیخ سے ماجرا پوچھا آپ نے فرمایا

اعطیت التبدل مجھے مختلف شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت عنایت ہوئی ہے (ق) ابن السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صاحب حکایت کا فرمان کہ میں نے نماز پڑھ لی یعنی صفات بدلیت میں سے ہے کیونکہ وہ خود تو ایک مکان میں ہوتے ہیں لیکن صورت مثالی دوسری جگہ ہوتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس صفت بدلیت کو کشف صوری حاصل ہوتا ہے جس سے حائل شدہ دیواریں ہٹ جاتی ہیں پھر وہ جہاں چل کر چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں

حکایت

حضرت صفی الدین بن ابی منصور رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ

ہیں ہاں ان کا طریقہ قلندریہ ہے عزیز من! قلندریہ کا بظاہر فرائض ترک کرنا تو اس وجہ سے ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو مرتبہ وحی عطا فرمایا ہے اور قدرت دی ہے کہ بہ سبب تجسد ارواح کے ایک عالت میں اور ایک وقت چند جگہ ظاہر ہوں تو انکار نہ کرنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت میں کسی دوسرے مقام میں دوسرے جسد سے فرائض ادا کر لیتے ہوں یا اس وجہ سے ہے کہ انکی عقل میں (جس پر کہ مکلف ہونے کا دارومدار ہے) خلل واقع ہو جاتا ہو اگرچہ بظاہر بعضے امور ان سے عقل اور ہوشیاری سے نظر آتے ہوں مگر چونکہ عقل ان کے اندر اس قدر نہیں کہ جس کی وجہ سے مکلف ہوں اس وجہ سے غیر مکلف ہوتے ہیں کذا فی لطائف قدوسی لطیفہ نمبر ۲۹ واقعہ نمبر ۵ مطبوعہ مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی آخری تصنیف نوادر النوادر صفحہ ۲۹۸ صفحہ ۲۹۹ میں درج کیا ہے۔

شیخ مفرج رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شہر میں ایک واقعہ عجیب پیش ہوا وہ اس طرح کہ ایک شخص نے کہا غلط ہے شیخ تو ہمارے گھر سے کہیں نہیں گئے، ہر ایک نے کہا اگر بات غلط ہو تو زن طلاق یعنی جس نے کہا کہ شیخ نے حج پڑھا ہے اگر میں نے شیخ کو عرفہ میں نہ دیکھا ہو تو میری عورت کو طلاق ہو دوسرے نے کہا کہ اگر میں نے شیخ کو عرفہ میں نہ دیکھا ہو تو میری عورت کو طلاق ہو یہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر شیخ کی خدمت میں پہنچے آپ نے ماجرا ان کو فرمایا جاؤ کسی کی عورت کو طلاق نہیں تم دونوں سچے ہو میں نے شیخ سے پوچھا یہ کیا راز ہے آخر ایک کو ان میں سے ضرور حانث ہونا چاہیے اس وقت ہمارے ہاں بہت لوگ موجود تھے شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رازوں سے ایک یہ راز ہے جو ہمیں عطا ہوا ہے سب کو آپ نے بات سمجھائی۔

مجھے اس کی وضاحت معلوم ہو گئی آپ نے مجھے فرمایا کہ اس کی وضاحت کر دو میں نے کہا جب ولی کو ولایت عطا ہوتی ہے تو اسے متعدد صورتوں میں متشکل ہونے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے وہ اپنی روحانیت کے ذریعے متعدد جہات میں بیک وقت ظاہر ہوتا ہے۔

کیونکہ اسے ایسے طور بدلنا اور مختلف صورتوں میں متشکل ہونا اپنے ارادہ مطابق قدرت دی جاتی ہے پس وہ صورت جو عرفہ میں ظاہر وہ بھی حق ہے بنا بریں ہر ایک دیکھنے والا اپنی یمین میں سچا ہے جب میں نے اس تقریر کو ختم کیا تو شیخ نے فرمایا

(ھذا ھو الصحیح) یہی بات صحیح ہے۔

(۴) امام یافعی نے اس واقعہ کو کفایہ میں بیان کر کے فرمایا اگر کوئی سوال کرے کہ بات مشکل ہے نہ ہی فقیہہ ماننے کو تیار ہے اور نہ عقل تسلیم کرتی ہے بنا بریں دونوں کا حانث نہ ہونا شرعاً جائز ہے کیونکہ ایک ہی شخص کا دو مکانوں میں بیک وقت موجود ہونا عقلاً محال ہے۔

(جواب) شیخ صفی الدین جن کا اوپر ذکر ہوا فرماتے ہیں کہ یہ بات محال نہیں ہے کیونکہ یہ حالت روحانیہ صورتوں میں متعدد ہونے کی ہے اور نہ کہ ایک ہی صورت کا متعدد مقامات میں موجود ہونا جو مستلزم محال ہے۔

(سوال) وہی اشکال تو باقی ہے کہ ایک شخص متعدد شکلوں میں کس طرح موجود ہو سکتا ہے۔

(جواب) ایک شخص کا متعدد شکلوں میں متشکل ہونا کئی بار وقوع پذیر ہوا اور مشاہدہ میں آچکا ہے اس کا انکار نہ کرنا چاہیے اگر چہ عقل نہ بھی مانے کیونکہ یہ مسئلہ تو ہر مذہب کے فقہا اور متکلمین کے نزدیک مانا جا چکا ہے کہ ان الکعبۃ المعظمۃ

گویا ایک ڈگری ہے جو بھی پاس کرے پھر جہاں چاہے جیسے چاہے جس طرح چاہے کرے لیکن وہابیہ دیوبندیہ نہ تو خود ڈگری حاصل کر سکے اور نہ حاصل کرنے والوں کے قائل پورے کم فہم واقع ہوئے ہیں اولیاء کرام کے مقامات سے نااہل ہیں بلکہ بے خبر۔

شوھدت تطوف بجماعتہ من الاولیاء فی اوقات فی غیر مکانہا ہ کعبہ معظمہ کو مختلف مقامات میں اپنے مکان سے ہٹ کر بارہا اولیاء کرام کا طواف کرتے دیکھا گیا ہے ومعلوم انہا فی مکانہم لم تفارقہ فی تلک الاوقات اور یہ بھی معلوم ہے کہ انہیں اوقات میں وہ کعبہ اپنے اصلی مکان سے جدا نہ ہوتا تھا۔

منجملہ ان کے ایک واقعہ حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے جو کہ ہم کو اکابر سے پہنچا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اڑنا کوئی کمال نہیں بلکہ کمال اس میں ہے کہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں اور ایک دوسرے کی زیارت کا شوق رکھتے ہوں اب وہ ایک دوسرے کو مل بھی رہے ہیں اور گفتگو بھی کر رہے ہیں واپس آکر اپنے عہ مکان میں پہنچتے ہیں لیکن لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صاحبان اپنے مکان سے کہیں اور جگہ نہیں گئے عہ

عہ وکذا فی رد المختار علی الدار المختار الیق عہ ا

حکایت — روض الریاحین میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ

عہ وکذا فی رد المختار علی الدار المختار الیق عہ اگر ہم ایسی کہانی کہیں تو وہابیہ دیوبند فوراً کفر کی مشین چلا دیں گے اسے وہابیو دیوبندیو یہی فتوی ذرا علامہ سیوطی پر بھی لگا کر تو دیکھو ۱۲ فقیر اویسی۔

تعالیٰ کے بعض شاگردوں سے منقول ہے کہ شخص ایک سال حج کو گیا جب واپس لوٹا تو اپنے بھائی کو کہا کہ میں نے حضرت سہیل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عرفہ کے موقف میں دیکھا اس کے بھائی نے کہا ہم نے تو آٹھویں ذوالحج کو بستر میں ان کے گھر دیکھا تھا حاجی بھائی نے قسم کھا کر کہا اگر غلط ہو تو میری عورت کو طلاق ہو میں نے اسے موقف میں دیکھا تھا دوسرے بھائی نے کہا اُٹھو چلو ان سے ماجرا پوچھ لیجئے دونوں نے جا کر شیخ سے ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اس بات سے تمہیں کیا فائدہ ہو گا جاؤ اللہ اللہ کرو اور جس حاجی بھائی نے قسم اٹھائی اسے فرمایا جا اپنی عورت کو گھر لے جا لیکن یہ بات آئندہ کسی سے کو نہ کہنا ؎

(۵) شیخ خلیل مالکی اپنی مشہور کتاب المختصر (جو اپنے شیخ شیخ عبداللہ المنوفی کے مناقب میں لکھی ہے) چھٹے باب جس میں ان کے طی الارض کا ذکر ہے (کہ باوجودیکہ مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں لیکن اصلی مقام سے بھی گم نہیں ہوتے) میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حجاز مقدس سے واپس آکر شیخ کے متعلق پوچھا کہ کہاں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں نے آپ کو عرفات میں

؎ یعنی واقعی یہی بات صحیح اور حق ہے لیکن آئندہ میرا راز فاش نہ کرنا

؎ طی الارض بھی اولیاء کرام کا ایک مقام ہے جبکہ وہ ولایت کی اگری حاصل کر لیتے ہیں تو ان کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور طی الارض کے معنی علامہ صاحب نے خود متن میں ذکر کر دیئے ہیں۔

دیکھا لوگوں نے کہا کہ وہ اپنے گھر سے باہر کہیں نہیں گئے حاجی صاحب نے قسم اٹھالی شیخ کو ماجرا معلوم ہوا اور حاجی صاحب بھی بیان کرنے کو کہتے کہ شیخ نے سکوت کا اشارہ فرمایا......

........اسی قسم کے خلیل مالکی نے اپنے شیخ کے بہت سے واقعات بیان فرمائے ہیں۔

(سوال) اگر کوئی سوال کرے کہ ایک شخص کا متعدد مقامات میں پایا جانا کیسے ممکن ہے۔

(جواب) ولی کی جب ولایت متحقق ہو جاتی ہے تو اُسے اپنی روحانیت کے ذریعہ متعدد صورتوں اور مختلف شکلوں میں تشکل ہونے کی قدرت دی جاتی ہے اور یہ بات محال بھی نہیں کیونکہ متعدد ہونے والی صورت روحانیہ صورتیں ہیں اور یہ قاعدہ عارفین میں عام مشہور ہے۔

حکایت

حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک فقیہہ نے کہا کہ آپ نماز کیلئے جماعت میں شامل کیوں نہیں ہوتے ایک اجتماع میں شیخ نے فقیہہ کے سامنے چار مختلف صورتوں میں آٹھ رکعت نماز پڑھی اور فرمایا اَیَّ

؎ آج کل جاہل پیروں نے بھی ادھم مچایا ہوا ہے کہ ولایت کی خوشبو تک نہیں سونگھی ہوتی لیکن عوام کی لوٹ مار کر لیتے ہیں ہمارے بھائیوں کو ان سے بچنا چاہیے ؏ لیکن جہاں وہابی دیوبندی ابھی تک بے خبر ہے تو ہٹ دھرمی ہے یا فقراء سے دشمنی اور معتزلہ فرقہ کی وراثت کا ثبوت دیتے ہیں کہ وہ اولیاء کرام کی ہر کرامت کے منکر تھے اور یہ بھی انکی طرح ولایت کے منکر ہیں

صورۃ لم تصل محکم، ان میں کونسی صورت نے تمہارے ساتھ نماز نہیں پڑھی فقیہ نے شیخ کے ہاتھ چوم لیے اور آئندہ انکار کرنے سے توبہ کرلی۔ع

حکایت حضرت شیخ ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے بعد از نماز جمعہ دعوت کا عرض کیا آپ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ آجاؤں گا پھر اسی طرح چار آدمی اور آگئے اور ہر ایک نے پہلے کی طرح جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر اسی طرح فقہا کی مجلس میں بیٹھ گئے کسی ایک کی دعوت پر تشریف نہ لے گئے۔

آپ بیٹھے ہی تھے کہ وہی پانچوں حاضر ہوئے اور کہنے لگے حضور ہماری دعوت پر تشریف آوری کا شکریہ۔

(فائدہ) اولیاء کی بڑی جماعت سے منقول ہے کہ ان کے گرد کعبہ شریف کو طواف کرتے دیکھا گیا یہ امام خلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت ہے اور ان کی جلالت وامامت ہمارے دعوے کی دلیل کافی ہے میں نے شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مناقب میں (جو اس کے بعض شاگردوں کی لکھی ہوئی ہے) دیکھا ہے کہ شیخ کی جماعت کا ایک شخص حج سے واپس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے شیخ کو مطاف اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور منیٰ وعرفات میں دیکھا ارادہ کیا کہ جب واپس پہنچوں کا تو شیخ

ع وکذا فی جامع کرامات الاولیاء للنبہانی ص۱۰ ج ۱

کے متعلق پوچھوں گا لوگوں نے کہا ٹھیک ہے میں نے بعض احباب سے پوچھا شیخ کہیں سفر کو گئے یا اپنے شہر سے بھی کبھی باہر نہیں گئے انہوں نے کہا نہیں جب میں شیخ کے دربار میں پہنچا السلام علیکم کہا تو شیخ نے پوچھا کہ اپنے حج کے سفر میں کن کن لوگوں کو دیکھا میں نے عرض کیا حضور اس سفر میں آپ کو بھی دیکھا تھا آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا الرَّجُلُ الْکَبِیْرَ یَمْلَأُ الْکَوْنَ لَوْ دَعَی الْقُطْبُ مَنْ حَجَرٍ لَاَجَابَ،، ولی کامل دنیا کو محیط ہوتا ہے اگر قطب کو کسی ہی بل پر کھڑے ہو کر پکارا جائے تو وہ اسی وقت جواب دے گا ؎

(۶) اور شیخ صاحب ابو عبید فرماتے ہیں کہ خصائص الٰہیہ کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے دیکھئے یہ عزرائیل علیہ السلام ہیں ہر گھڑی میں دنیا کی بہت سی مخلوق (کہ جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے) کی ارواح قبض کرتے ہیں اور وہ ان ہر ایک کو ان کے اعمال مطابق مختلف صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں اور ان کا ہر ایک ان کو مختلف شکلوں میں دیکھتا ہے

(۷) سراج الدین بن الملقن فرماتے ہیں (میں نے ان کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب طبقات الاولیاء سے نقل کیا ہے) کہ شیخ قضیب البان الموصلی صاحب کی اس قسم کی کرامات متکاثرہ ہیں موصل میں رہے

؎ اسی قول کے تحت ہم کہا کرتے ہیں ؎ یا شیخ عبدالقادر الجیلانی شیأً للہ اور بگرداب بلا افتادہ کشتی مدد کن اے معین الدین چشتی وغیرہ وغیرہ لیکن وہابیہ دیوبندیہ نے کفر و شرک کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے لیکن وہ صرف ہمارے لیے ذرا ان کو کہو کہ بھائی جان ان اکابر کو کیا بکو گے ذرا ان کو تو بک کے دیکھو

اور آپ کا وطن بھی موصل تھا آپ ۵۸۰ھ کے قریب فوت ہوئے اسے کمال بن یونس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا۔

ایک دن حضرت کمال بن یونس اپنے رفقاء میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ آپہنچے تو یہ لوگ ڈر گئے حضرت قضیب البان نے فرمایا اے ابن یونس ہر وہ علم جو اللہ تعالیٰ کو ہے تو اسے جانتا ہے ابن یوسف نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا مجھے وہ علم حاصل ہے جو تجھے معلوم نہیں ابن یونس کو پتہ نہ چلا کہ یہ کیا فرما رہے ہیں آخر یہ بات حضور غوث پاک سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر گیلانی (قدس سرہٗ) سے پوچھی گئی آپ نے فرمایا،

"ھو ولی مقرب ذوحال مع اللہ وقدم صدق عندہٗ"

وہ ولی کامل اور مقرب ہیں اللہ تعالیٰ سے خاص راز رکھنے والے اور نہایت برگزیدہ مرد ہیں لوگوں نے کہا کہ ہم نے اسے نماز تو پڑھتے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا وہ پڑھتے تو ہیں لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا میں تو انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ موصل میں نماز پڑھیں یا زمین کے کسی خطہ میں لیکن اُن کا سجدہ کعبہ کے دروازہ کے سامنے ہوتا ہے ؎

؎ اس سے چند مسائل ثابت ہوئے (۱) ولی اللہ کے کئی جسم ہوتے ہیں کہ وہ بیک وقت کئی جسموں کے ساتھ کئی مقامات پر حاضر ہوتے ہیں (۲) فقیر اگر بظاہر نماز بالکل نہ پڑھتا ہو تب بھی یہ نہ کہنا چاہیے کہ وہ بے نماز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے جسم کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں فقیر ہو ورنہ بہت سے ابلیس انسانی بھیس

حضرت ابوالحسن قرشی فرماتے ہیں کہ میں نے اُنہیں موصل میں ان کے اپنے گھر میں دیکھا تو اس نے گھر کو بھرا ہوا تھا پھر ان کا جسم عادت کے خلاف بڑھنے لگا میں ان کے گھر سے نکلا کیونکہ ان کی ہیبت ناک شکل نے مجھے ڈرا دیا پھر ان کے گھر اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ گھر کے ایک کونہ میں نہایت چھوٹی شکل میں ہیں یہاں تک کہ وہ چڑیا برابر معلوم ہوتے تھے پھر تیسری بار ان کے گھر گیا تو پھر اپنی اصلی شکل میں نظر آئے اس کے علاوہ طبقاتِ اولیاء میں اس جیسی اور بہت حکایات جمع فرمائی گئی ہیں۔

(۷) شیخ برہان الدین اتباسی رحمہ اللہ تعالیٰ تلخیص الکوکب الطینر فی مناقب الشیخ ابی العباس البصیر میں فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کی کرامات سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک دن شیخ ابوالحجاج الاقصری اور میرے شیخ ابی العباس مکہ شریف میں جمع ہوئے اور ابی الحجاج نے میرے شیخ سے پوچھا کہ آپ کو ہفتہ کے طواف سے بھی شرف حاصل ہے (یعنی ہفتہ میں ایک بار بذریعہ کرامت کے طواف کعبہ کو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کا کعبہ طواف کرتا ہے) ابوالحجاج نے دیکھا کہ ان دونوں کا کعبہ طواف کر رہا ہے۔

(ف) شیخ انباسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس بات کا انکار نہ کیا جائے کیونکہ اسی حکایت جیسی اور بھی بہت سی حکایات صالحین سے

بدل کر لوٹ مار کر لیتے ہیں انکی چند علامات ہیں جنہیں فقیر نے "اصلی اور نقلی پیر" میں لکھے ہیں اویسی غفرلہ

موافقت رکھتی ہیں

(۸) علامہ شمس الدین ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں للروح شان اخر غیر شان البدن فتکوت فی الرفیق الاعلے وھی متصلہ ببدن المیت بحیث اذا سلم علی صاحبہا رد السلام وھی فی مکانہا ھناك، روح کا حال جسم کے حال سے نرالا ہے کیونکہ روح اگرچہ ملأ الاعلیٰ میں ہوتی ہے لیکن میت کے بدن سے اتنا متصل ہوتی ہے کہ اگر اس میت کو السلام علیکم کہو تو اس وقت فوراً اسلام کا جواب دیتی ہے دیکھئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں صرف ان میں سے دو پر افق اعلےٰ کو بھر دیتے ہیں لیکن نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھے ہیں یہاں تک کہ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملائے بیٹھے ہیں اور دو ہاتھ آپ کی ران پر رکھے ہوئے ملتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کا یہ قرب ممکنات سے ہے کہ اگرچہ ان کا مستقر آسمانوں میں ہے لیکن حاضری نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور ہیں۔

(۹) صاحب الوحید فرماتے ہیں قوم میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو جسم سے خالی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ٹھیکری کی طرح ہو جاتے ہیں گویا

ع ہابت صـ۲۳ پر وہ ابن قیمؒ ہے جس پر وہابیہ ہے جس پر وہابیہ دیوبندیہ مودودیہ پارٹی کو بڑا ناز ہے لیکن قول مذکور سے دیکھئے اسے کیا بکتے ہیں یا تو اسے

ے صـ۲۴ کے حاشیہ میں

ان میں روح بھی نہیں ہے چنانچہ مجھے عیسیٰ بن المظفر شیخ شمس الدین الاصبہانی (جو عالم اور مدرس اور شہر قوص کے حاکم بھی تھے) اسے خبر دیتے ہیں کہ سر اپنے جسم سے علیحدہ رہتا تھا پھر تیسرے دن جسم میں لوٹ آتا تھا۔

(ف) میں کہتا ہوں اصبہانی مذکور علامہ شمس الدین مشہور ہیں شرح المحصول کے مصنف کے علاوہ اصول کی بڑی کتب کے مصنف بھی ہیں ابن السبکی اپنی طبقات میں شیخ تاج الدین الفرکاح سے نقل کرتے ہیں کہ انہ قال لم یکن فی زمانہ فی علم الاصول علم اصول میں ان جیسا ان کے زمانہ میں کوئی نہیں تھا۔

(۱۰) ابن السبکی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ کرامات کئی قسم ہے یہاں تک کہ اس کی بائیسویں قسم یہ ہے کہ ولی اللہ مختلف اطوار میں بدلتا رہتا ہے اسی کو صوفیاء اکرم عالم مثال کہتے ہیں اس پر ان کے قاعدہ کی بنا ہے کہ عالم ارواح مختلف اجسام میں آکر عالم مثال میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اس کلیہ کی دلیل باری تعالیٰ کا قول فتمثل لہا بشرا سویا ہے اسی میں قضیب البان کا قصہ ہے ابن السبکی نے قضیب البان کے علاوہ اور قصے بھی بیان کئے گئے ،،،

خلاصہ اس مسئلہ کے شواہد احادیث میں ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جیسے احمد و نسائی نے

کچھ بکیں یا اہلسنت کے عقائد سے موافقت کریں۔

سند صحیح کے ساتھ روایت کیا عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لما اسری بی ناصبحت بمکۃ قطعت وعرفت ان الناس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں شب معراج سے واپس مکہ میں پہنچا مجھے یقین ہوا کہ لوگ مجھے ضرور جھوٹا سمجھیں گے اس کے بعد سالم حدیث پڑھئے اور یہاں تک پہنچے کہ قالوا وتستطیع ان تنعت المسجد،، قریش نے کہا کیا آپ مسجد (بیت المقدس) کی علامات بیان کر سکتے ہیں ان میں بعض لوگ وہ بھی تھے جو بیت المقدس کو اچھی طرح دیکھ بھال چکے تھے میں نے کہا کیوں نہیں چنانچہ - فذھبت اَنعَتُ فَمَا زِلتُ اَنعَتُ حَتّیٰ الیَقِینُ علیٰ

بعض النعت فجئ بالمسجد وانا انظر الیہ،، میں بیت المقدس کا حال بیان کرنا شروع ہو گیا اور بیان کرتا رہا یہاں تک کہ بعض حالات مجھ پر ملتبس ہونے لگے تو مسجد شریف میرے سامنے آگئی یہاں تک کہ دار عقیل یا عقال کے قریب آگئی میں نے اسے دیکھ کر حالات سنا دیئے یہ یا تو تمثیل کے باب سے ہے جیسے بہشت و دوزخ کو حضور علیہ السلام کو دیوار میں دکھایا گیا یا طی المسافر کے قبیل سے ہے یہی تقریر میرے نزدیک نہایت احسن ہے کیونکہ یقینی امر ہے اہل بیت المقدس نے مسجد کو اپنے شہر سے اس وقت گم نہ پایا

(۲) منجملہ ان کے ایک یہ ہے جو ابن جریر اور ابن ابی حاتم و ابن

المنذر اپنی تفاسیر میں روایت کرتے ہیں اور حاکم مستدرک میں نقل کر کے اس کی تصحیح فرماتے ہیں عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ لَوْلَا ان رای بُرْھَانَ رَبّہٖ قال مَثَلَ لَہٗ یعقوب" حضرت ابن عباس سے باری تعالیٰ کے قول لولا ان رای برھان ربہ" کی تفسیر سے منقول ہے کہ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت مثالی حضرت یوسف علیہ السلام کو دکھائی گئی اس طرح ابن جریر سعید بن جبیر اور حمید بن عبدالرحمٰن اور مجاہد اور القاسم بن ابی نبزہ اور عکرمہ اور محمد بن سیرین اور قتادہ اور ابی صالح وشمر بن عقیلہ اور ضحاک اور حسن سے روایت کرتے ہیں کہ انفرج سقف البیت فرأی یعقوب گھر کی چھت پھٹ گئی جس سے انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھ لیا ایک لفظ میں ان سے یہ ہے کہ رای تمثال یُعقوب یعقوب علیہ السلام کی صورت مثالی باطنی المسافتہ کے ذریعہ اس مسئلہ کا اثبات ہے ہمارے مسئلہ کے لیے یہ شاہد عظیم ہے کہ یوسف علیہ السلام نے جب کہ آپ مصر میں تھے اپنے باپ کو دیکھا وہ اس وقت ارض شام میں تھے ففیہ اثباتُ رُؤیتہٖ یعقوب علیہ السلام بمکانین متباعدین فی وقت واحد بناء علی احدے القاعدتین اللیتین ذکرناھا واللہ اعلم اس سے ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام کو دو مختلف مکانوں میں بیک وقت دیکھا گیا اس کی بناء ہمارے ان دونوں قاعدوں پر ہے جس کو ہم نے ابھی ذکر کیا واللہ اعلم۔

اس کے مزید دلائل وحقائق فقیر کی دو تصنیفوں میں ہیں

(۱) ولی اللہ کی پرواز

(۲) الابتلاء فی تطور الاولیاء

ندائے یارسول اللہ سے حاضر وناظر کا ثبوت

اس موضوع پر فقیر کی ایک ضخیم تصنیف ہے بنام ندائے یارسول اللہ یہاں چند دلائل ملاحظہ ہوں نداء میں تین امر ہوتے ہیں

(۱) حاضر وناظر جان کر۔

(۲) جملہ غیوب جاننے والا سمجھ کر

(۳) زندہ مان کر۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ کرام نے پہلے دونوں عقیدوں کے مطابق پکارا آپ کے وصال کے بعد جملہ امت نے تینوں عقیدوں پر پکارا یاد رکھئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ نہیں کہتے جیسا کہ عام رواج ہے بلکہ کہتے ہیں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ چند حوالہ جات حاضر ہیں۔

(۱) حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفی لکھتے ہیں کہ اور والمنقول انہم کانوا یقولون فی تحیتہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ (نسیم الریاض شرح شفاء مطبوعہ صفحہ ۲۰۸ ج ۲)

منقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور تحیہ (سلام) پیش کرتے ہوئے عرض کرتے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ۔

معمول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حدیث شریف میں ہے ۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَتْ لِیْ مَنْزِلَۃٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ تَکُنْ لِاَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ اٰتِیْہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ فَاِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ اِلٰی اَھْلِیْ وَاِلَّا دَخَلْتُ عَلَیْہِ رواہ النسائی باب (فضائل مشکوٰۃ عام)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ قرب اور منزلت تھی جو مخلوق میں کسی کو نہ تھی میں آپ کی خدمت میں سویرے تڑکے آتا تھا اور عرض کرتا تھا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

آپ پر سلام اے اللہ کے نبی تو آپ کھکار دیتے تو میں اپنے گھر لوٹ جاتا ورنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا

(فائدہ) نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ بلکہ اکثر صحابہ کا یہی معمول تھا

علامہ امام محمد عبد الباقی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنَّہٗ وَرَدَ فِیْ عِدَّۃِ طُرُقٍ جَمَاعَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ اِنَّھُمْ قَالُوْا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ

صحابہ کی بہت بڑی جماعت کے متعلق طرق عدیدہ سے وارد ہے کہ وہ بارگاہ حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کرتے یارسول اللہ صلے اللہ علیک اے اللہ کے رسول اللہ آپ پر صلوٰۃ بھیجے۔

فائدہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بالاستیعاب ذکر طوالت موجب ملالت ہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل کافی ہے اب ان حضرات کا بعد وصال کا عمل ملاحظہ ہو

(۱) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

عَنْ اَبِیْ دَرْدَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَ قُوْلُ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں کہتا ہوں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

(القول ص ۱۸۰)

(اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ)

تابعین کا عمل

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا عمل

اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو پڑھو

الصّلوٰۃُ و السّلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ

(القول البدیع ص ۱۸۵)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد میں اذان دینے کے بعد دراقدس پر حاضر ہو کر حسب معمول پکارتے

السّلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ

اَلصّلوٰۃُ حَاضِرَۃٌ یعنی یا رسول اللہ مسجد میں جماعت تیار ہے

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ

جب اس مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت پڑھتے تھے۔

(فائدہ) مسجد میں داخل ہونے کے وقت صلوٰۃ وسلام عرض کرنا اور وہ بھی صیغۂ خطاب سے مستقل بحث آرہی ہے اور یہ وصال کے بعد سے خاص نہیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں بھی تھا سیدنا علقمہ صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وہاں موجود نہ ہونے پر بھی سلام

عرض کیا کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ وَمَلٰئِکَتُہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ

فرماتے ہیں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو پڑھتا ہوں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ وَمَلٰئِکَتُہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ

(شفاء ص۵۳ ج ۲)

مولوی سید حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اسی طرح درود شریف پڑھتے تھے۔

(کتاب الصلوٰۃ محدث مجد الدین فضائل درود وسلام ص۹۴)

(از سید حسن دیوبندی)

حضرت سعد بن معاذ کا معمول

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام تشریف فرما تھے جانکنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور نہایت جوشِ محبت اور جذبہ عقیدت سے والہانہ انداز میں کہا کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

(کمال ص۵۹۶ اسد الغابہ ص۲۹۵)

سیّدنا امیر حمزہ و سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہما کا عمل

لا الہ الا اللہ کے بعد سب سے افضل وظیفہ یہ ہے اَلصَّلوٰۃُ والسَّلامُ عَلَیْکَ یارَسُوْلَ اللہ

(افضل الصلوٰۃ للنبہانی ص۱۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل

آپ نے در مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا

السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

(ترمذی ص۱۱۱ ج ۲)

مدد کو تشریف لاتے ہیں

فریاد جو کرے امتی حال زار میں ممکن نہیں کہ خیر البشر خبر نہ ہو ذیل یہ حوالے پڑھ لیں ،، یارسول اللہ پکارنے پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدد فرماتے ہیں بشرطیکہ خلوص اور صدق دلی سے ہو۔

صحابی کا واقعہ

حضرت عمر بن سالم راجز کو قریش قتل کرنا چاہتے تھے تو وہ مکے سے نکلے اور مدینہ طیبہ کا راستہ اختیار کیا جبکہ اس کو مصیبت پڑی تو وہ عمرو بن سالم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ پکارتے اور آپ اس کی امداد فرماتے اور آپ اس کی امداد فرماتے چنانچہ ایک دفعہ راستے میں زبردست دشمن کے گھیرے میں آگئے تو اس عمرو بن سالم اصحابی نے نبی صلے

اللہ علیہ وسلم کو پکارا اور فریاد کی کہ حضور مجھے بچا لیجئے ورنہ دشمن قتل کر دیگا تو آپ اس وقت حضرت میمونہ بنت حرث اپنی بیوی صاحبہ کے گھر وضو فرما رہے تھے تو وہیں مدینہ طیبہ میں مقام وضو میں بیٹھے ہی لبیک فرما کر راجز کے پاس تشریف لیجانے کا ثبوت دیا اور نصرت سے اس کی امداد فرما کر اس کو دشمن سے بچا لیا اور اپنی امداد کی راجز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دی چنانچہ راجز اصحابی کے اس واقعہ سے استمداد اور آپ نے اپنی امداد غائبانہ کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے بھی بیان فرمایا اور جب عمرو بن سالم راجز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی غائبانہ امداد سے مدینہ طیبہ پہنچا تو اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی امداد کے متعلق چند اشعار پڑھے اس کا ایک شعر فقیر بھی عرض کرتا ہے جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

فانصر رسول اللہ اخترا عتدا

وادع عباد اللہ یأتوا مددا

پس تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگ کیونکہ آپ کی مدد ہر وقت تیار ہے اور اللہ کے بندوں کو پکارو تیری مدد کو پہنچیں گے

یہ تمام واقعہ اور اشعار اصابہ جلد ۴ صہ ۲۹ اور کتاب الاستیعاب جلد ۲ صہ ۴۴۶ میں بھی مذکور ہے بیہقی جلد ۹ صہ ۲۳۳ پر بھی موجود ہے۔

بعد وصال کے واقعات

دشمن کا طعنہ نہیں سنتے

ابراہیم بن مرزوق کا بیان ہے کہ جزیرہ شقر کا ایک شخص قید ہو گیا اور بیڑیوں اور کاٹھ میں ٹھوک دیا گیا۔

و یستغیث ویقول یا رسول اللہ یا رسول اللہ

پکار پکار کر فریاد کرتا تھا اس کے بڑے دشمن نے طنزاً کہا "قل ینقذک" سے کہو کہ تمہیں چھڑا دے جب رات ہوئی تو ایک شخص نے اسے ہلایا اور کہا کہ اذان دو وہ بولا کہ تم نہیں دیکھتے کہ میں کس حال میں ہوں پھر اس نے اذان کہی جس وقت وہ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللہ پڑھا تو اس کی بیڑیاں خود بخود کھل گئیں جس سے وہ جزیرہ شقر میں جا پہنچا اور اس کا قصہ اس کے شہر میں مشہور ہو گیا

(شواہد الحق و حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۰۹)

مشکل میں آنا یا رسول اللہ

ایک دوسرے مسلمان قیدی نے کہا کہ کافر بادشاہ کا جہاز دریا میں پھنس گیا ہزار آدمیوں نے زور لگایا مگر جہاز نہ نکل سکا بالآخر مسلمان قیدیوں سے کہا کہ تم جہاز نکالو فَقُلْنَا یا مُحَمَّدَنَا یا رَسُوْلَ اللہ ہم مسلمان قیدیوں نے مل کر یا رسول اللہ کا نعرہ لگا کر زور لگایا تو جہاز باہر آگیا حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس تھے (حجۃ اللہ ص ۸۱۱ ج ۲)

قید سے چھڑاؤ یارسول اللہ

حضرت ابو یونس علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوا کہ دو سو علماء کو امیر بلدۃ نے گرفتار کر لیا ہے ابو یونس نے انکی رہائی کے لیے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بدیں الفاظ فریاد کی۔

یَا اَحْمَدُ یَا مُحَمَّدُ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ یَا اَبَا الْقَاسِمِ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ یَا مَنْ جَعَلَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ، تو خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ غداً یُطْلَقُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ کل سب کا ہو جائیں گے چنانچہ صبح ہوتے ہی سب رہا کر دیئے گئے (حجۃ اللہ نبہانی ص۸۰۴ ج۲)

مدینہ کو منہ کر کے

حضرت ابو اسحاق نے کہا کہ ایک دفعہ میرا اونٹ گم گیا تلاش بسیار کے باوجود نہ ملا میں نے مدینہ طیبہ (صلے اللہ تعالیٰ علی صاحبہا) کی طرف منہ کر کے بدیں الفاظ فریاد کی۔

یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا مُسْتَغِیْثٌ بِکَ فوراً اونٹ مل گیا حجۃ اللہ ص۸۰۴ ج۱)

قرض اتر جائے

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی آپ نے اسے وظیفہ بتایا کہ جب تو گھر جائے تو سلام پیش کر پھر سورۂ اخلاص پڑھ اس نے اس پر عمل کیا تو چند دنوں میں تنگدستی کی بجائے فراخ دست ہو گیا۔

(جلاء الافہام ص۲۵۵ نسیم الریاض ص۴۶۴ ج۳)

اف) دیکھئے اللہ والوں کو دکھ درد یہاں تک کہ قرض اتارنے کی پریشانی دور کرنے کے لیے بھی درخواست اپنے آقا و مولی حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دی اور اس کریم نے منگتے کی جھولی بھر دی۔

آپ کی مہربانی چاہیے

حضرت محمد بن سالم علیہ الرحمتہ نے کہا میں مدینہ طیبہ صلے اللہ تعالی علی صاحبہا کی طرف پیدل گیا راستہ میں جب کمزوری لاحق ہوتی تو عرض کرتا اَنَا فِی ضَیَافَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے اللہ کے رسول! میں آپ کا مہمان ہوں) فوراً کمزوری دور ہو جاتی ہے حجتہ اللہ ص۸۱۵)

کنوئیں سے نکالا

حضرت احمد بن احمد علیہ الرحمتہ ایک دفعہ کنوئیں میں گر گئے انہوں نے یا حَبِیْبِیْ یَا مُحَمَّدُ کہا فوراً باہر آگئے (حجتہ اللہ ص۸۱۵ ج۲)

مزید احادیث مبارکہ قال ثوبان رضی اللہ عنہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اِنَّ اللّٰہَ زوی لی الارض فرایت مشارقہا و مغاربہا۔ (الحدیث)
(رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ ص۵۱۲ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ کر رکھدی۔ پس میں اسکے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہر چیز ظاہر ہے بلکہ ذرات کائنات بھی حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں۔

(ف) یہ حدیث صحاح ستہ سے (مسلم شریف) کی ہے حدیث ہذا کی شرح ملاحظہ ہو۔

قال المناوی وقد تجلی له علیه الصلوٰة والسلام الکون کله وزویت له الارض باسرها فاری مشارقها و مغاربها۔ (

(فیض القدیر ص ۵۲۱ ج ۳)

ترجمہ: امام مناوی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام کائنات روشن تھی۔ آپکے لیے تمام زمین لپیٹ گئی آپ نے اسکے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

قدرت کا کمال اس میں شک کو گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت کے مالک نے زمین لپیٹی۔ کیسے لپیٹی اگرچہ عقل کو دخل نہیں لیکن پھر بھی سمجھانے کے لیے کہنا پڑتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی پگڑی لپیٹی۔ ہمیں پگڑی لپیٹنے کی قدرت ہے اس مقدس ذات کو کائنات لپیٹنے کی قدرت ہے سائنس نے ایک دوربین تیار کی ہے اس سے دور کی چیز قریب اور موٹی نظر آتی ہے۔ یہ دوربین ایک انسان

نے تیار کی۔ اور انسان ناقص دوربین بنائے تو دور کی شئے قریب اور موٹی نظر آجائے۔ تو وہ مالک جسے تمام قدرتیں بطریق اتم حاصل ہیں۔ اسکے لیے بھی ماننا پڑیگا کہ اس نے نبوت کی دوربین میں کل کائنات کا ذرہ ذرہ سامنے رکھدیا۔

مزید عقلی دلائل "باب العقلیات" میں پڑھیئے۔

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری فی الظلماء کما یری فی الضوء	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اندھیرے میں ایسے دیکھتے تھے جیسا کہ روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔ (یعنی اندھیرے اور روشنی میں یکساں دیکھتے تھے)

اخرجہ ابن عدی والبیہقی وابن عساکر۔ الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۱ ص ۶۱)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للامام العینی ج ۵ ص ۲۵۴ باب تسویۃ الصفوف

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری باللیل فی الظلمۃ کما	حضور رات کو اندھیرے میں ایسے دیکھا کرتے تھے جیسے کہ دن کو روشنی میں دیکھتے تھے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام

بالنہار فی الضوء (رواہ البیہقی ۔ الخصائص الکبری ج ۱ صہ ۶۱)

۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ھل ترون قبلتی ھھنا واللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم و انی لا راکم وراء ظھری۔ (رواہ البخاری ج ۱ صہ ۱۰۲)	یعنی تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا رخ اس طرف ہے۔ اللہ کی قسم نہ تمہارا رکوع مجھ پر مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (جو دل کی کیفیت ہے اور سینہ کا راز ہے) مجھ سے پوشیدہ ہے اور بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ پیچھے دیکھتا ہوں۔

۵۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام نی واللہ لا بصی من ورائی کما ابصی من بین یدی و فی روایۃ مسلم عنہ" ھل ترون قبلتی ھاھنا فواللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم انی لاراکم من وراء ظھری (رواہ مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں آنکھوں سے پیچھے یوں دیکھتا ہوں جیسے آگے سے دیکھتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تم دیکھ رہے ہو کہ میرا رخ قبلہ کو ہے بخدا مجھ پر نہ تمہارے رکوع پوشیدہ ہیں اور نہ تمہارے سجود مخفی ہیں۔ اور

میں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں.........

۵۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام و انی انظر الی ما ورائی کما انظر الی ما بین یدی"

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پیچھے ایسے دیکھتا ہوں جیسے آگے۔

۶۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فانی اراکم	بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ
خلف ظہری	پیچھے دیکھتا ہوں۔

رواہ البخاری وفی روایۃ "فانی اراکم وراء ظہری"

ایک روایت میں ہے کہ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

(صحیح بخاری وفی روایۃ ص ۱۰۰ مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف ص ۹۸)

وفی روایۃ مسلم عنہ۔ فواللہ انی لاراکم من بعدی ظہری"

فانی اراکم امامی	پس بیشک میں آگے بھی
و من خلفی ثم	دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی
قال والذی	دیکھتا ہوں۔ پھر فرمایا قسم ہے
نفس محمد بیدہ لو	اس ذات کی کہ جسکے ید قدرت
رایتم ما رایت لضحکتم	میں میری جان ہے۔ جو میں
قلیلا ولبکیتم کثیرا	دیکھتا ہوں اگر تم دیکھو تو ہنسو
قالوا و ما رایت	تھوڑے اور رؤو زیادہ۔

یا رسول اللہ صحابہ نے عرض کی آپ
قال رایت الجنۃ کیا دیکھتے ہیں۔ فرمایا جنت
والنار۔ اور دوزخ۔
(رواہ مسلم) (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

۷۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔
انی اراکم من وراء ظہری۔ میں پیچھے سے دیکھتا ہوں۔
(رواہ ابونعیم۔ خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

امام مجاہد نے اللہ تعالےٰ کے اس قول الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین کی تفسیر میں فرمایا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ یری من خلفہ من الصفوف کما یری من بین یدیہ"
(درمنثور ص ۹۸ ج ۵ خصائص کبریٰ ص ۶۱ ج ۲)
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صفوں کے پیچھے ایسے دیکھتے تھے جیسے آگے۔

ازالۂ وہم دیوبندی۔ وہابی کہتے ہیں کہ یہ سر کی آنکھوں سے دیکھنا نہ تھا بلکہ معنوی طور پر تھا انکی تردید آئمہ کرام اور شراح محدثین فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دیکھنا سر کی آنکھوں سے حقیقی دیکھنا تھا۔

۸۔ امام سیوطی فرماتے ہیں۔ قال العلماء ھذا الابصار ادراک حقیقی خاص بہ صلی اللہ علیہ وسلم

انخرقت له فيه العادة ثم يجوزان يكون بروية عينيه انخرقت له فيه العادة ايضا فكان يرى بهما من غير مقابلة وقيل كانت له صلى الله عليه وسلم عين خلف ظهره يرى بها من ورائه دائما وقيل كان بين كتفيه عينان مثل سم الخياط يبصر بهما لا يحجبهما ثوب ولا غيره۔ (خصائص ج ۱ ص ۶۱)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ ادراک حقیقی اور سر کی آنکھوں سے دیکھنا تھا اور یہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بطور خرق عادت خاص) تھا۔ اور سر کی آنکھوں سے یونہی دیکھنا بھی خرق عادت تھا۔ جیسے بلا مقابلہ آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے برابر طور دیکھنا خرق عادت ہے۔ بعض نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی طرح ہمیشہ دیکھنا ہوتا۔ بعض نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھے میں سوئی کے برابر دو آنکھیں تھیں۔ انہی سے دیکھتے آپکو کپڑا وغیرہ کوئی شے حائل نہ تھی۔

امام نوری نے فرمایا وردا شرع بظاہرہ فوجب القول به قال القاضی قال احمد بن حنبل رحمه وجمهور العلماء هذه الرؤية رؤية

ترجمہ: شرع کا حکم ظاہر پر ہے فلہذا جیسے وارد ہوا ہے اسی طرح کہنا واجب ہے امام احمد حنبل نے فرمایا کہ یہ آنکھ سے حقیقی دیکھنا مراد ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔

(النووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۰)

امام عینی فرماتے ہیں:

قال احمد وجمھور العلماء ھذہ الرؤیۃ رؤیۃ العین حقیقۃ ولا مانع لہ من جھۃ العقل و ورد الشرع بہ فوجب القول بہ۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۵۴، ۲۸۱ باب تسویۃ الصفوف وباب الخشوع فی الصلوٰۃ۔

امام عینی کی عبارت کا ترجمہ اوپر کے ترجمہ کے مطابق ہے۔

۴۔ شاہ ولی اللہ صاحب حدیث "فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم الخ لاراکم من وراء ظھری (رواہ مالک)" کے تحت رقمطراز ہیں۔

اقول الاظھر ان یقال خلق اللہ تعالیٰ لہ ادراکا یدرک بہ ما لیس فی العادۃ ادراکہ مما قد کان او سیکون و ما ھو	ظاہر نزد فقیر آنست کہ خدا تعالیٰ خلق فرمود او را کے را در قضائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ میدد بآں چیزے را کہ خلاف عادت است ادراک آں از آنچہ

غائب عنه او	سابق بود یا آئندہ میشود وآنچہ
لیس فی محاذاۃ	پوشیدہ است از چشم او
بصرہ بمنزلۃ	یا آنچہ نیست در برابر بصر او
رویۃ البصر۔	وآں ادراک بمنزلہ رویت
واللہ اعلم	بصری بود در حصول علم تام
⁂	واللہ اعلم۔
مسوی عربی شرح موطا۔	(مصطفےٰ شرح فارسی موطا شاہ
ج ۲ ص ۲۹۶ شاہ ولی اللہ	ولی اللہ ج ۲ ص ۲۹۵، ۲۹۶)

مطبوعہ رحیمیہ دہلی۔

ترجمہ:۔ فقیر کے نزدیک ظاہر تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گدی مبارک میں ایک ادراک پیدا فرمایا تھا۔ اس سے آپ خلاف عادت تھا وہ ادراک آئندہ موجود غائب تمام کو پالیتا تھا۔ وہ ادراک ایسے تھا جیسے آنکھ کی بینائی کہ آپ اس سے مکمل طور دیکھتے تھے۔

(۸۱) حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

فواللہ انی لا	یعنی اللہ کی قسم میں تمہیں اپنے
راکم من بعدی	بعد دیکھتا ہوں اور دیکھوں گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۰ مشکوٰۃ شریف باب الرکوع حدیث نمبر ا ص ۸۲)

(ف) امام عینی فرماتے ہیں کہ امام داودی نے "بعدی" کی تفسیر میں فرمایا۔

یعنی من بعدی وفاتی (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸۱ ونووی ج ۱ ص ۱۸۰)

یعنی بعد از وفات بھی میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ ولقد علیہ۔

(۹) حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

انا علیکم شہید — میں تمہارا شاہد ہوں۔ تمہاری

ان موعدکم — ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے

الحوض و انی لا نظر — اور بیشک میں اس (حوض کوثر)

الیہ وانا فی مقامی ھذا — کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں

الحدیث۔ متفق علیہ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۵ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۰ مشکوٰۃ)

حوضِ کوثر کہاں

خیال رہے کہ حوضِ کوثر جنّت میں ہے اور جنّت ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ تو جن کی نظر ساتوں آسمانوں کے پار جاتی ہے تو زمین کا کون سا گوشہ انکی نگاہ سے مخفی ہے۔

(ف) اس حدیث کی مزید تشریح آگے عرض کرونگا۔ (انشاء اللہ)

(۱۰) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ما من شئ لم اکن اریتہ الا رأیتہ فی مقامی ھذا رواہ البخاری کتاب المغازی) جو شے ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ میں یہاں ہر شئے کو دیکھ رہا ہوں۔

(ف) نفی کے بعد الا ایسا عموم ہے کہ اس سے کوئی شے مستثنیٰ نہیں ہوسکتی۔

(۱۱) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی سورج گرہن کی نماز اور اس میں دراز قیام اور آپکی قرارت کی ہیبت آپکے قومہ و قیام رکوع و سجود دیگر بعد صلوٰۃ آپ کے نورانی خطبے کو بیان فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ایسا سوال بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرتے ہیں کہ جس میں سوال کو جواب کے الفاظ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر بعطائے الٰہی متصرف فی الامور ہونے کے عقائد حقہ پر مفصل روشنی پڑتی ہے۔ پڑھیے۔

قَالُوا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَءَیْنَاکَ تَنَاوَلْتَ شَیْئًا فِیْ مَقَامِکَ ھٰذَا ثُمَّ رَءَیْنَاکَ تَکَعْکَعْتَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا وَرَاَیْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِکُفْرِھِنَّ قَالَ یَکْفُرْنَ بِاللّٰہِ قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ وَیَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدٰھُنَّ الدَّھْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْکَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَاَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ۔

(رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۰ باب صلوٰۃ الخسوف)

لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ میں کچھ لیا اور پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے۔ ارشاد

فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے خوشہ لینا چاہا اگر میں وہ خوشہ لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے اور میں نے آگ کو دیکھا تو آج جیسا گھبراہٹ والا منظر کبھی نہ دیکھا میں نے دوزخ میں عورتوں کو زیادہ دیکھا۔

صحابہ نے عرض کیا حضور اس کی وجہ؟ فرمایا انکے کفر کی وجہ سے سوال کیا کہ حضور کیا رب کریم کی کافرہ ہیں۔ فرمایا کہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموش ہیں اگر تم ان سے سارے زمانے کی بھلائی کرو پھر تمہاری کوئی ذرا سی بات دیکھیں تو کہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھی بھلائی نہ دیکھی۔

دیکھئے کہ کئی سو سال بعد ہونے والے واقعات پر اپنے ناظر اور ایک ہی وقت میں مدینہ منورہ سے جنت میں بھی اپنا تصرف خود بیان فرمایا اور مزید یہ کہ عورتوں کے وہ افعال تو ایک طرف جو کہ وہ ابھی کریں گی آپ نے انکے قبل از تولد انکی گفتگو کے الفاظ انکے وطیرے و سلیقے اور بوجہ ایسے وطیروں و سلیقوں کے جہنم میں انکے مقامات تک بیان فرما دیئے۔

۱۲۔ مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل میں ہے۔ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ۔

ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوتے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔

فوائد الحدیث

اہل اسلام متفق ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی خواب بھی وحی ہے (رؤیا الانبیاء وحی) مشہور ہے اسی لیے حدیث ہذا کا مضمون وحی ربانی ماننا ہوگا۔

۲۔ خواب میں نزول خزائن کی خبر دی گئی اور وہ ہو کر رہی کہ آپ نے جیسے فرمایا آپکو اور آپکے طفیل آپکی امت کو خزائن نصیب ہوتے۔

۳۔ آنے والے زمانہ میں جو فتنے وفسادات۔ اور عام واقعات کو بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ ومعائنہ فرمایا۔ یہی میرا موضوع ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہژدہ ہزار عالم کے تغیرات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً خواب ایک علیحدہ عالم ہے دنیا ایک اور لیکن آپ نے آنے والے واقعات کا مشاہدہ ومعائنہ فرمایا۔ جسکی تفصیل دوسری روایات میں بیان فرمادی اسی لیے ہم کہتے ہیں اس وقت اگرچہ آپ عالم برزخ میں سہی لیکن قلب مکانی سے آپکی نبوت اور اسکے جملہ لوازمات بدستور آپکے پاس موجود ہے منجملہ انکے ایک یہی کہ آپ ہر وقت ہر جگہ موجود وحاضر وناظر ہیں۔

شاہ تبع کا خط

یمن کے بادشاہ تبع رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کو صدیوں پہلے لکھا کہ میں آپکی زیارت نہ کر سکا۔ میری شفاعت فرمانا۔ اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ فرمانا میں آپکی پہلی امت میں سے ہوں اور آپکی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ مدینہ کی آبادی میں یہ گناہ اضافہ ہو گیا۔ اور یہ خط دست بدست نسلاً وسنتاً کے اس بڑے عالم ربانی

کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ نے وہ خط اپنے خاص غلام ابو لیلیٰ کی تحویل میں رکھا اور جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ منورہ کی الوداعی گھاٹی ثنیات کی گھاٹیوں سے آپکی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ کے خوش نصیب لوگ محبوب خدا کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آرہے تھے۔ اور کوئی اپنے مکانوں کو سجا رہا تھا۔ کوئی گلیوں اور سڑکوں کو صاف کر رہا تھا۔ کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا۔ اور سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو۔ جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی۔

چنانچہ دو منزلہ مکان شاہِ یمن تبع نے حضور کی خاطر بنوایا تھا۔ وہ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تحویل میں تھا۔ اسی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔ لوگوں نے ابو لیلیٰ کو بھیجا کہ جاؤ حضور کو شاہِ یمن تبع کا خط دے آؤ۔ جب ابو لیلیٰ حاضر ہوا تو حضور نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تو ابو لیلیٰ ہے یہ سُن کر ابو لیلیٰ حیران ہوگیا۔ حضور نے پھر فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں۔ شاہ یمن کا جو میرا خط تمہارے پاس ہے لاؤ وہ مجھے دو۔

چنانچہ ابو لیلیٰ نے وہ خط دیا اور حضور نے پڑھ کر فرمایا صالح تبع کو آفرین و شاباش ہے۔ (نسیم الریاض وغیرہ اسکی مزید تفصیل فقیر کی محبوبِ مدینہ میں ہے

(ف) معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر زمانے میں چرچا رہا اور خوش قسمت افراد نے ہر دور میں حضور سے استفادہ کیا اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم اگلی پچھلی تمام باتیں جانتے ہیں۔ کیونکہ آپ انکا مشاہدہ فرما چکے ہیں اسی لئے قیامت میں انکے بھی شاہد ہیں۔

(۱۴) ترمذی جلد دوم باب العلم بَابُ مَا جَاءَ فِیْ ذھابِ العلم میں ہے۔ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ بِبَصَرِہٖ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا اَوَانُ یُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰی لَا یَقْدِرُوْا مِنْہُ عَلٰی شَیْءٍ۔ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جبکہ علم لوگوں سے چھین لیا جائیگا۔ حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائینگے۔

(ف) اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں فَکَاَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا نَظَرَ اِلَی السَّمَآءِ کُوْشِفَ بِاقْتِرَابِ اَجَلِہٖ فَاَخْبَرَ بِذٰلِکَ۔ جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپکی موت کا قرب ظاہر ہوگیا۔ تو اسکی خبر دے دی۔

مشکوٰۃ شروع باب الفتن فصل اوّل میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہوکر صحابہ کرام سے پوچھا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا۔ فَاِنِّیْ اَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ۔ میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

(ف) معلوم ہوا کہ دنیا بھر کے جملہ فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے

تھے انہیں بھی ملاحظہ فرمار ہے تھے۔

طریقہ استدلال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی چشم حق میں آئندہ کے واقعات اور دور و قریب کے حالات اور حوض کوثر جنت ودوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت وعلم عطا فرماتا ہے۔ جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ذیل شاہد ہے مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَصِيحُ يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ۔ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دیدی تھی۔ کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ کہ ساریہ پہاڑ کو لو۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔ تب خدا نے انکو شکست دے دی۔

(۱۵) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فقہ اکبر[1] میں۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں۔ طبری اور نعیم نے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

---

[1] ۔ فقہ اکبر کا اصلی نسخہ حضرت مولانا وکیل احمد سکنہ پوری رحمہ اللہ نے کہیں حاصل کر کے اسکی شرح الدر الازہر لکھی وہ فقیر کے پاس بفضلہ تعالےٰ موجود ہے۔ اویسی غفرلہ

قال مررت بالنبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف اصبحت یا حارث قلت اصبحت مؤمنا حقّا فقال انظر ما تقول فان لکلّ شئ حقیقۃ وما حقیقۃ ایمانک قلت قد عرضت لنفسی عن الدُّنیا و اسھرت لذلک لیلی و اظمأت نھاری وکانی انظر الی عرش ربیّ بارزًا وکانی انظر الی اھل الجنّۃ یتزاورون فیھا وکانی انظر الی اھل النّار تیضاغون فی روایۃ یتعادون فیھا فقال یا حارث عرفت فالزم قالھا ثلثًا و فی روایۃ ابن عساکر قال علیہ السّلام وانت امرأٌ نوّر اللّٰہ قلبہ عرفت فالزم

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زید رضی اللہ عنہ کو بطفیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علم غیب عطا فرمایا تھا. چنانچہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے کہتے تھے کہ مجھ کو تمام زمین وآسمان کے رہنے والوں اور جنت اور دوزخ میں داخل ہونے والوں کا علم ہے۔ اسی قصّہ کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی معنوی میں نظم فرمایا ہے. جو بطریق اختصار نقل کیا جاتا ہے.

مثنوی

گفت پیغمبر صباحے زید را کیف اصبحت اے رفیق باصفا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح زید سے کہا۔ کہ آج کی صبح اے رفیق باصفا تو نے کیسی کی؟

گفت عبداً مومناً باز اوش گفت کو نشاں از باغ ایماں گر شگفت

کہا اس حال میں کہ میں عبد مومن تھا۔ پھر اس سے فرمایا۔ کہ وہ باغ ایماں اگر کھلا ہے تو اسکا نشان کہاں ہے؟

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا شب نخفتستم ز عشق و سوز ہا

کہا میں مدتوں پیاسا رہا ہوں روزہ میں۔ اور راتوں کو سوزِ عشق میں نہیں سویا ہوں۔

تا ز روز و شب جدا گشتم چناں کہ ز اسپر بگذرد نوک سناں

تو اس روز و شب سے ایسا نکل گیا ہوں جیسے سپر سے نوک سنان کی نکل جاتی ہے۔ (روز و شب سے مراد زمانہ سے الگ ہوں۔

کہ ازانسو روز و شب ملت یکے ست صد ہزاراں سال و یک ساعت یکیست

اس واسطے کہ اس روز و شب کے اس پار ایک ہی ملت ہے یعنی وحدت جہاں لاکھوں برس اور ایک ساعت ایک ہے۔ غرض یہ کہ تعدد و تعین نہیں ہے یکے ہی یکے ہے۔

ہست ازل را وابد را اتحاد عقل را رہ نیست سوئے انتقاد

ازل اور ابد جو لا ابتدا و لہ اور لا انتہا رلہ سے موصوف ہیں دونوں متحد ہیں عقل کو یہ دخل نہیں ہے جو کسی گم ہوئے کو ڈھونڈے۔ یعنی جو کیفیتیں کہ ازل میں تھیں وہ بھی موجود ہیں اور جو ابد تک ہونگی وہ بھی حاضر۔

گفت ازیں رہ کو رہ آوردے بیار درخورِ فہم و عقولِ ایں دیار

آپ نے فرمایا کہ اس راہ سے کیا رہ آورد و تحفہ لایا ہے۔ وہ بھی عرض کر۔ مگر موافق سمجھ اور عقل اس ملک دنیا کے جو سب سمجھیں۔

گفت خلقاں چوں بہ بیند آسماں من بہ بینم عرش را با عرشیاں

کہا مخلوق کے لوگ جیسے آسمان کو دیکھتے ہیں میں ایسے ہی عرش کو عرشیوں سمیت دیکھتا ہوں۔

ہشت جنّت ہفت دوزخ پیش من ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن

آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ میرے سامنے ایسی ظاہر ہیں جیسے بُت بُت پرست کے آگے۔

یک بیک وا مے شناسم خلق را ہمچوں گندم من زجو در آسیا

مخلوق سے ایک ایک کو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے گیہوں اور جو آسیا میں پہچانے جاتے ہیں کہ یہ جَو ہے اور یہ گندم ہے۔

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کیست   پیشِ من پیدا چو مار و ماہیست

کہ بہشتی کون ہے اور بیگانہ کون ہے۔ میرے سامنے ایسے ظاہر ہیں۔ جیسے سانپ اور مچھلی۔

جملہ را چوں روز رستاخیز من   فاش مے بینم عیاں از مرد و زن

مثل روز قیامت کے تمامی مرد و زن کی کیفیت عیاں و برملا ظاہر دیکھ رہا ہوں۔

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس   لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس

خبردار ہو کہے جاؤں یا خاموش ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہونٹ تلے دبایا۔ جس سے ایما تھا کہ بس کر۔

یا رسول اللہ بگویم سرِ حشر   دو جہاں پیدا کنم امروز نشر

زید نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو بھید حشر کا کہوں۔ اور جہاں میں پریشانی ڈالوں اور آج ہی نشر پیدا کردوں۔

ہل مرا تا پردہا را بر درم   تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

مجھ کو چھوڑ دو اور اجازت دو۔ تو پردے سے بھید کے پھاڑوں جس سے گوہر میری ذات کا مثل خورشید کے چمکے۔

تا کسوف آید کہ ز من خورشید را   تا نمایم نخل را و بید را

تا کہ مجھ سے خورشید میں کسوف آجائے جیسا کہ قیامت کو ہوگا۔ ایسا بیان کروں۔ اور نخل خرما اور بید کو ظاہر کردوں کہ فلاں مثل خرما کے طب سے پربار

ہے اور فلاں مثل بید کے بے بار۔

وا نمایم روزِ رستاخیز را　　نقد را و نقد قلب آمیز را

اور کیفیت روز قیامت کی کھول دوں جس میں نقد جید اور نقد قلب آمیز ہر ایک کا ظاہر ہو جائیگا۔

دستہا بریدِ اصحاب شمال　　وا نمایم رنگ کفر و رنگ آل

زید اصحاب شمال کے حق میں کہتا ہے کہ ان کے ہلاک کی کیفیت ظاہر کروں جسکو ہٹ کے یہ بائیں ہاتھ والے یعنی گنہگار جنکے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائیگا۔ اپنی خرابی کو جانیں۔ اور رنگ کفر کو جو سیاہ ہے اور رنگِ اسلام کو جو سُرخ ہے۔ دکھاؤں کہ یہ حال کُفر کا ہے۔ اور یہ اسلام کا ہے۔

واکشایم ہفت سوراخ نفاق　　وز ضیائے ماہ بے خسف و محاق

اور وہ سات سوراخ جو نفاق کے ہیں انکو کھول دوں۔ (ہفت سوراخ مراد درکات دوزخ سے ہے کہ سات ہیں) از بس تیرہ و تاریک اور نیز روشنی ماہ سے جو نکو کار ہیں۔ اور ایسے ماہ جنکو خسوف و محاق نہیں جیسے یہ ماہ میں خسوف بھی آجاتا ہے۔ اور ہر مہینہ محاق میں جو تحت شعاع آفتاب میں ڈوبا رہتا ہے پڑجاتا ہے۔

وا نمایم من پلاسِ اشقیا　　بشنوانم طبل و کوس انبیاء

اشقیا کو پلاس نصیب ہے۔ وہ بھی دکھا دوں۔ انبیاء کے طبل و کوس کی

آواز بھی سنوا دوں۔ کہ کیسا ڈنکا بادشاہی کا بجا رہے ہیں اور اشقیا کیسی ذلت و خواری میں ہیں۔

دوزخ و جنات برزخ درمیاں پیش چشم کافراں آرم عیاں

دوزخ اور جنتیں جن میں بالفعل برزخ ہو رہا ہے اور کافر اسی برزخ کے باعث انکے منکر ہیں۔ ابھی انکی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دوں۔

وا نمایم حوض کوثر را بجوش کاب بر روشاں زند بانگش بگوش

حوض کوثر کے بھی منکرین منکر ہیں اسکو بھی جوش مارتا ہوا دکھا دوں۔ ایسا کہ پانی اُنکے روبرو ہو اور آواز جوش کی انکے کان میں پہنچے۔

وانکہ تشنہ گرد کوثر مے دوند یک بیک را نام گویم کہ کہ اند

اور وہ لوگ جو پیاسے اسکے گرد پھرتے ہیں اور دوڑ دوڑ کے آتے ہیں ایک ایک کا نام بتا دوں۔ کون کون ہیں۔

مے بساید دوش شاں بر دوش من نعرہا شاں مے رسد در گوش من

انکے دوش میرے دوش سے لگے ہوتے ہیں۔ اور انکے نعرے میرے کان میں چلے آتے ہیں۔

اہل جنت پیش چشم زاختیار درکشیدہ یکدگر را درکنار

اور جتنے اہل جنت ہیں اور انکو اختیار ہیں سب میری آنکھ کے سامنے ایک دوسرے سے بغلگیر ہیں۔

دست یکدیگر زیارت مے کنند　　وز لباں ہم بوسہ غارت مے کنند

اور باہم ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہیں اور لبوں سے بوسے بھی ہاتھوں کے لوٹتے ہیں۔

گر شد ایں گوشیم زبانگ آہ آہ　　از حنین و نالۂ واحسرتاہ

وہ جو آوازہ آہ آہ اور گریہ دردناک اور نالہ واحسرتاہ کا ہو رہا ہے دوزخیوں سے وہ بھی میرے کان میں ایسا آرہا ہے جس سے میرے کان بہرے ہو گئے۔

ایں اشارتہاست گویم از نغول　　لیک مے ترسم ز آزار رسول

یہ اشارے دور کے ہیں اور سب کامل کہ میں کہہ رہا ہوں لیکن خوف و ناراضی رسول مقبول سے کہ حکم اخفا کا فرماتے ہیں مفصل اور مبین نہیں کہہ سکتا۔

ہمچنیں مے گفت سرمست و خراب　　داد پیغمبر گریبانش بتاب

اسی طرح وہ کہہ رہا تھا۔ درحالیکہ مست و مدہوش تھا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا گریبان اینٹھ دیا یعنی اسکا گلا بند کر دیا۔ اور منع فرمایا۔

حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالے نے بطفیل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ دنیا میں ہی اپنی آنکھوں سے بہشت و دوزخ کو دیکھتے تھے چنانچہ شرح عین العلم جلد اول میں مرقوم ہے۔

في رواية الطبراني و ابو نعيم عن الحارث بن مالك الانصاري قال مررت بالنبي صلى الله عليه وسلم فقال كيف اصبحت يا حارث قلت اصبحتُ مؤمنا حقّا فقال انظر ما تقول فان لكل شئٍ حقيقة فما حقيقة ايمانك قلت قد عرفت نفسي عن الدّنيا و اسهرت لذلك عيني ليلى و اظمائت نهاري و كانّي انظر الى اهل الجنّة يتزاورون فيها و كاني انظر الى اهل النار يتضاغون وفي رواية يتعادون

یعنی طبرانی میں حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا اے حارث تو نے کیونکر صبح کی. میں نے کہا میں نے صبح کی اس حال میں کہ میں سچا ایماندار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھ کیا کہتا ہے کہ تحقیق ہر شئے کے لیے حقیقت ہے پس کیا حقیقت ہے تیرے ایمان کی. میں نے کہا کہ تحقیق میں نے پھیر لیا اپنے نفس کو دنیا سے رات کو میں نے اپنی آنکھ کو بیدار رکھا اور میں دن میں پیاسا رہا گیا کہ....... میں دیکھتا ہوں اہل جنت کی طرف کہ وہ باہم زیارت کر رہے ہیں۔ اور دیکھ رہا ہوں۔ میں

فقال یا حارث عرفت فالزم وفی روایۃ ابن عساکر قال علیہ السلام و انت امرو نور اللہ قلبہ فالزم۔

اہل جہنم کی طرف کہ وہ شور کر رہے ہیں اور چلا رہی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تو ایک مرد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے قلب کو منور کر دیا پس لازم پکڑ اسکو۔

(ف) یہ واقعہ مولوی رشید گنگوہی نے امداد السلوک صـ ۱۴۸ میں بھی درج کیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ کتاب مولوی رشید احمد نے حافظ ضامن کے حکم سے تصنیف (ترجمہ) کیا پھر اسکا ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی نے کیا اسکا مقدمہ زکریا سہارنپوری نے لکھا۔ شاہکوٹ پاکستان میں بھی شائع ہوئی ہے۔

(۲۰) شرک شکن حدیث

عَنْ عُقبۃ بن عامر ان النبی صَلَّی اللہ علیہ وسلم خرج یَومًا فصلی علی اہل اُحدٍ صلاتہ علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال انی فَرَطُکُمْ وَ اَنَا شَہِیدٌ علیکُمْ واللہ لَاَنظُرُ اِلٰی حَوضِی الاٰنَ وَ اِنّی قَد اُعطِیتُ خَزَائِنَ مفاتیح

الارضَ و انی واللّٰہِ مَا اَخافُ بعدِی اَن تَنافسُوا فیہَا۔ (البخاری باب علامات نبوت ج ۲ ص ۱۸۵ ج ۱ ص ۱۷۹ ج ۱ ص ۹۷۵ و مسلم ج ۲ ص ۲۵۰ و مشکوٰۃ ص ۵۴۷ باب وفات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ نے شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اسکے بعد منبر پر تشریف لاکر فرمایا کہ میں تمہارا نگہبان اور گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہو جانے کا کوئی خوف نہیں کرتا۔ بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ تم صرف دنیا میں لگ جاؤ گے۔

(ف) حضور نبی مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں فرش پر رہ کر حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ حوض کوثر یہاں سے صدیوں نہیں ہزاروں سال کی مسافت دور ہے لیکن دیوبندی، وہابیوں کو کون سمجھائے۔ جب بے دھڑک آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ انکو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے نبی اللہ کے ارشاد پر یقین کرنا تو درکنار انکو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسم کا بھی اعتبار نہیں۔ کیا ایسے لوگ امتِ نبی کہلانے کے کس قدر

حقدار ہو سکتے ہیں۔ اگر انہیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم پر اعتبار نہیں ایمان پر اعتبار نہیں۔

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ بتائیے وہ لوگ حضور کو کیا منہ دکھائیں گے۔ جو یہ کہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انکو حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص دشمنی ہے۔ تبھی تو وہ آپکے ہر کمال کو گھٹانے کی فکر میں ہیں۔

۳۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خوف نہیں کرتا۔ بلکہ صرف دنیا میں محو ہو جانے کا خوف ہے۔

انتباہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اپنی امت کو شرک نہ کرنے کا خطرہ سنجھیں۔ لیکن یہ توحیدی خلقِ خدا کے قدم قدم پر شرک کا جال بچھائے پھرتے ہیں۔ جو بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی عقیدت ومحبت میں کیا جائے اسے تو شرک شرک پڑھتے پڑھتے نہیں تھکیں گے۔

۴۔ حدیث ہذا ہمارا موضوع ہے وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کو اپنی امت کا شہید (حاضر وناظر) بتایا اور عملی طور حوض کے دیکھنے کی خبر دی کہ جو شئے تمہارے سے اتنا دور ہے جب وہ میرے سامنے ہے تو پھر امت کی دوری کیسی اسکے بعد اپنے اختیار کی خبر دیکر اپنی امت کے آنے والے واقعات کا اجمالی خاکہ

پیش کر دیا کہ میری امت شرک میں مبتلا نہ ہو گی۔ البتہ دنیوی امور میں منہمک ہو جائیں گے یہ نقشہ آج ہمارے سامنے ہے کہ بفضلہ تعالےٰ امت بت پرستی اور شرک سے کوسوں دور ہے لیکن افسوس کہ دنیوی امور میں ایسے پھنسے ہیں کہ دس کماتے ہیں ان زائد تب بھی روزی کی کمی شکایت کاروبار زوروں پر ہیں لیکن برکت نہیں ہے۔

وہم اس حدیث شریف کے متعلق بعض نا عاقبت اندیش جواب دیتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کو حوض دکھایا گیا اسکے بعد پھر اسی طرح لاعلمی۔ (معاذ اللہ)

۱۔ جوابات الفاظ مذکور جو مخالف نے کہے ہیں حدیث میں نہیں اور اپنی طرف سے احادیث میں من گھڑت جرم عظیم ہے اسے تحریف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۔ حدیث شریف مطلق ہے اسے مقید یا تو اس درجہ کی حدیث کر سکتی ہے۔ یا معتبر اور ثقہ راوی ورنہ تمام قیود مقید کرنے والے کے منہ پر ماری جائیں گی۔

۳۔ اتنا بلند مرتبہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا پھر دی ہوئی نعمت اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کبھی نہیں چھینی اگر اس نعمت کے چھینے جانے کا کہیں ذکر ہے تو مخالف پیش کرے ورنہ اللہ تعالےٰ اور اسکے نبی بالا و اعلیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان تراشی سے توبہ کرے ورنہ جہنم کی سزا ایسے بہتانیوں کے لیے ہی ہے۔

(۲۱۱) مسجد کی حاضری پر حضرت علقمہ کا عمل

عن علقمۃ قال اذا دخلت المسجد اقول السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ (شفا، قاضی عیاض)

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو میں کہتا ہوں سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ تعالے کی رحمت اور برکتیں۔

۲۔ کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا۔ اذا دَخَلَ وَ اِذَا خَرَجَ۔ کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو بھی اور جب نکلتے تو بھی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھتے (شفا ص ۵۳ ج ۲ نسیم الریاض ص ۴۶۵ ج ۳)

۳۔ امام قاضی عیاض شفا شریف ص ۴۲ ج ۲ میں لکھتے ہیں۔ اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ جب گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں اسکی دلیل بیان کرتے ہیں۔ لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ ۔ یعنی یہ اس لیے ہے کہ حضور کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

۵۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الْغَزَالِیُّ سَلِّمْ عَلَیْهِ اِذَا دَخَلْتَ فِی الْمَسْجِدِ فَاِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَحْضُرُ فِی الْمَسْجِدِ۔

امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو۔ کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔

(ف) نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔ انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر ہیں اور انکا باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لیے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمان کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبرائیل کی خوشبو پاتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔

ازالۂ وہم حدیث المسجد سے حاضر و ناظر کا ثبوت واضح ہے لیکن جنہیں بغض رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مرض ہے وہ کمالات کی روایات کو ضعیف کہنے کے عادی ہیں۔ ان کے لیے عرض ہے۔

صحابہ و تابعین جب مساجد میں داخل ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے۔ مساجد والی احادیث حاضر و ناظر کے رواۃ یہ ہیں۔

۱۔ سیّدہ فاطمہ ۲۔ مولیٰ علی ۳۔ ابو حمید ۴۔ ابو سعید۔ ۵۔ ابن عمر ۶۔ انس ۷۔ ابو ہریرہ وغیرہ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ اور اس حکم پر عامل اور اسکے قائل یہ ہیں۔ عبداللہ بن سلام۔ ابو درداء۔ کعب احبار۔ علقمہ بن قیس۔ محمد بن سیرین۔ قال کان الناس ــــــ یقولون۔

ابراہیم وغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

ان احادیث کے مخرجین یہ ہیں۔ اسماعیل القاضی۔ احمد۔ الترمذی ابن بشکول۔ الطبرانی۔ البیہقی فی الدعا۔ ابوعوانہ فی صحیحہ، ابوداؤد۔ النسائی ابن ماجہ۔ ابن السنی۔ ابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہا الحاکم فی مستدرکہ وقال صحیح علی شرط الشیخین۔ الحارث بن ابی اسامۃ العدنی فی مسندہ۔ النمیری۔ ابن ابی عاصم۔ ابن المبارک فی الاستیذان (وغیرہ) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۷ وسنن ابن ماجہ ص ۵۶ مشکوٰۃ ص ۷۰ مرقاۃ ج ۱ ص ۴۵۳ ، ۴۶۷ شفا شریف ج ۲ ص ۔ القول البدیع للسخاوی ص ۱۸۳ ، ۱۸۴ ، ۱۸۵ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

(۲۲) قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیُسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: حضور کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا کرو۔

(ف) اور مسجد کا مفہوم خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا کہ جُعِلَتِ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا۔

ترجمہ: میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک بنادیا ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف ص ۶۴ ج ۱ میں موجود ہے۔ مسجد کی قید اتفاقی ہے چنانچہ شفا شریف میں قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ اسکی تصریح فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام گھروں میں داخل ہوتے وقت عرض کیا جائے۔

گھر میں داخل ہونے کے وقت

گھروں میں جا کر اہل و عیال کو السلام علیکم کہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کرے اس سے گھر میں برکت اور روزی میں برکت اور نزولِ رحمت ہوتا ہے۔ اگر کوئی بھی گھر میں نہ ہو تو عرض کرے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اس عقیدہ سے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی توجہ کریمانہ سے میرا گھر بھی معمور ہے۔ اور آپ حاضر و ناظر ہیں اسی لیے سلام عرض کر رہا ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

(۲۳) فرمودہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ نے اُسے وظیفہ بتایا کہ جب جائے تو سلام کہہ پھر میری بارگاہ میں بھی سلام پیش کر پھر سورۂ اخلاص پڑھ۔ اس نے اس پر عمل کیا تو چند دنوں میں تنگدستی کی بجائے فراخ دست ہو گیا۔ (جلاء الافہام ص ۲۵۵ نسیم الریاض ص ۴۶۴)

ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمایا لِاَنَّ رُوْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِيْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں ہر وقت موجود و حاضر رہتی ہے۔ (شرح شفا ص ۴۶۴ ج ۳) لہٰذا گھر داخل ہوتے وقت السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کی طرح اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھنا بھی درست ہے۔

چوری اور سینہ زوری

سرفراز خاں صاحب نے تبرید النواظر کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر تحریر کیا کہ

حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں . . . . . اور اسی مسئلہ کو انہوں نے شرح شفا میں پیش کیا ہے۔

لا لان روحہ حاضر فی بیوت المسلمین یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مومنوں کے گھروں میں موجود ہے۔ (تسوید النواظر ص۶)

یہ عبارت شیخ التفسیر نے تسوید النواظر سے کاٹ چھانٹ کر کے نقل کی ہے۔ تسوید النواظر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"لا لان روحہ حاضر فی بیوت المسلمین۔

(تسوید النواظر ص ۱۶۵)

خان صاحب گکھڑوی نے یہ عبارت شرح الشفا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس غرض کے لیے نقل کی ہے کہ عقیدہ حاضر و ناظر کو غلط ثابت کرے اور وہابیت کا خوب ثبوت دے۔ بندہ ناظرین کے سامنے شرح الشفار کی صحیح اور پوری عبارت نقل کر دیتا ہے۔ پھر ناظرین حضرات ان دونوں یعنی گرو اور چیلے کی عیاری پر غور فرمادیں۔ شرح شفا شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔

(ان) و فی نسخۃ فان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ ای لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت

اھل الاسلام۔ (شرح شفا جلد ۲ ص ۱۱۷)

ترجمہ: اگر اور بعض نسخوں میں ہے۔ پس اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ پس تو کہہ اسلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یعنی (یہ حکم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لیے دیا ہے کہ روح مبارک آپ کی اہلِ اسلام کے گھروں میں موجود ہے۔ خاں صاحب گکھڑوی کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں لفظ لا اپنی طرف سے گھسیٹرتے ہوئے شرم نہیں آئی اور عوام کی آنکھیں سیاہ کرنے کے لیے یہ گوہر افشانی کی کہ بعض نسخوں میں لفظ "لا" رہ گیا ہے اور یہ نہ سوچا کہ جنکے پاس کتاب موجود ہے۔ انہیں میں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ کیا خان صاحب کسی ایسے نسخے کی طرف ہماری راہنمائی فرما سکتے ہیں جس کی اصل عبارت میں "لا" موجود ہو۔ بندہ دعویٰ سے کہتا ہے کہ اکیلے خان صاحب ہی کیا انکا سارا طائفہ بھی یہ بات ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کی عبارت میں لفظ "لا" کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ حرف (ای) جو کہ حرف تفسیر ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے کہ میرے بعد جملہ مفسرہ اور مشتبہ ہو۔ خاں صاحب عربی گرائمر سے بالکل نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر عبارت میں لفظ لا داخل کر دیا جائے تو پورا جملہ یوں بنتا ہے۔

(ای لا لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔

اس صورت میں لفظ لا یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ جملہ نافیہ حسن عقیدہ کی نفی کرتا ہے اس جملہ سے پہلے ایک ایسا جملہ مثبتہ ہو جو اس عقیدہ کے خلاف کو ثابت کرے تو ایسے جملے کا ساری عبارت میں نام ونشان

نہیں ہے لہذا یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے اور کاذبین کے بارے میں قرآن مجید کا فتویٰ مشہور ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

ابوہریرہ اور شیطان کا واقعہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَ كَلَّنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَ قُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِيَالٌ وَلِیْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَ عِيَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَ سَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِيَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ كَذَبَكَ وَ سَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاءَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اِنَّكَ تَزْعَمُ لَا تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَفِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ لِيْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ فَقُلْتُ زَعَمَ اَنَّهٗ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِيَ اللّٰهُ بِهَا قَالَ اَمَا اِنَّهٗ صَدَقَكَ وَ هُوَ كَذُوْبٌ وَ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثِ لَيَالٍ قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ ۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص۱۸۳ باب فضائل القرآن)

روایت ہے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے

ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جاؤنگا۔ وہ بولا میں محتاج ہوں اور میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا۔ کہ اے ابوہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا۔ میں نے کہا اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا اس پر میں نے رحم کیا تو اسکو چھوڑ دیا۔ فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور پھر لوٹے گا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کیوجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اسکی تاک میں رہا وہ پھر آیا اور غلے کے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لیکر ضرور چلوں گا۔ وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں محتاج ہوں۔ مجھ پر بال بچوں کا بہت بوجھ ہے۔ میں اب نہ آؤنگا۔ مجھے رحم آگیا اسے رہا کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا اسے رہا کر دیا۔ فرمایا آگاہ رہو وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر آئے گا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے سے کہ وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا اور وہ آیا غلے سے لپیں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہا اب تجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

ضرور لے چلوں گا یہ آخری تیسری باری ہے کہ تو کہہ جاتا ہے نہ آؤ نگا پھر آجاتا ہے وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپکو چند ایسے کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ اللہ آپکو انکی برکت نفع دیگا۔ جب آپ بستر میں جائیں تو آیتہ الکرسی اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم آخر آیت تک پڑھ لیں تو آپ پر اللہ کی طرف سے محافظ رہے گا۔ اور صبح تک شیطان آپکے قریب نہ پھٹکے گا میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بنا تمہارے قیدی کا میں نے عرض کیا اس نے مجھے ایسے کلمات سکھائے جن سے اللہ مجھے نفع دیگا۔ حضرت نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا۔ کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے ہو؟ میں نے نہیں فرمایا یہ شیطان ہے۔

(۲۵۱) (تبصرہ اویسی غفرلہٗ)

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ تَلَا وَ کَذٰالِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹)

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا رب نے فرمایا (اے محمد) ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کیا مولا! تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اسکے وصول فیض کی سردی اپنی چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس مجھے اسکا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ

یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمان اور زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائے یقین کرنے والوں میں سے۔ (اقوال شارحین)

۲۔ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

قَالَ ابن حجر اے	علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ
جَمِيْعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِيْ	مافی السمٰوات بلکہ ان سے
فِي السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا	بھی اوپر کی تمام کائنات
فَوْقَهَا كَمَا يُسْتَفَادُ	کا علم مراد ہے جیسا کہ
مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ	قصہ معراج سے مستفاد ہے
وَالْاَرْضِ هِيَ بِمَعْنَى	اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی

الجنس آے وجمیع	وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں
مَا فِی الْاَرْضِیْنَ	میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں
السَّبْع بَلْ وَ مَا	وہ سب حضور صلی اللہ علیہ
تَحْتَهَا كَمَا اَفَادَهٗ	وآلہ وسلم کو معلوم ہو گئیں جیسا
اِخْبَارُهٗ عَلَيْهِ السَّلَام	کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
مِنَ الثَّوْرِ وَالْحُوْتِ	کا ثور و حوت کی خبر دینا جن
الَّذِيْنَ عَلَيْهَا	پر سب زمینیں ہیں اس کو
الْاَرْضُوْنُ كُلُّهَا	مفید ہے یعنی اللہ تعالیٰ
يَعْنِي اَنَّ اللّٰهَ	نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
اَرٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ	کو آسمانوں اور زمینوں کے
السَّلَامُ مَلَكُوْتَ	ملک دکھائے اور انکو ان
السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ	کے لیے کشف فرما دیا۔ اور
وَكُشِفَتْ لَهٗ ذَالِكَ	فرمایا حضور علیہ السلام نے مجھ
وَ فُتِحَ عَلَيَّ	پر اللہ نے غیبوں کے دروازے
اَبْوَابُ الْغُيُوْبِ	کھول دیئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

۲۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ۔

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَالْاَرْضِ پس دانستم ہرچہ	فرمایا۔ پس جانا میں نے جو کچھ
در آسمانہا و ہرچہ در زمین	آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں

بود عبارت است	میں ہے. یہ عبارت ہے
از حصول تمامہ علوم	تمام علوم جزوی وکلی کے
جزوی و کلی و	حاصل ہونے اوران کے
احاطۂ آں	احاطہ کرنے کی.

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ صہ ۱۳۳)

حدیث ۲:-

عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَام فینا رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ عَلیہ وَسَلَّمَ مقامًا فاخبَرَنا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اهل الجنه مَنَازِلَهُمْ وَ اهل النَّارِ منازِلَهُمْ حفظ ذالِكَ مَنْ حَفظَهٗ وَ نَسِیَهٗ مَنْ نسیه۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ ۵۰۶)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر بلکہ مخلوقات کی ابتدار سے لیکر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں. یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا. جس نے بھلا دیا.

(ف) حدیث ہذا میں ابتدار تخلیق کائنات دخول بہشت ونار درمیانی مدت کے جملہ اُمور تھوڑے عرصہ میں بیان فرمانا معجزات میں سے ہے. دلائل دیکھئے فقیر کی کتاب الاحادیث النبویہ'.. اس سے حاضر و ناظر کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ آپ نے اول و آخر جو کچھ بتایا

دیکھ کر بتایا۔

حدیث ۲۶

عن عمرو بن اخطب الانصاری قال صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم الفجر وصعد علی المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ قال فاعلمنا احفظنا۔
(رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں عمرو بن اخطب انصاری رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فجر کی نماز پڑھ کر خطبہ پڑھا۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آیا۔ پھر منبر پر سے اتر کر نماز ظہر پڑھی۔ پھر منبر پر وعظ فرمایا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آیا۔ پھر منبر پر سے اتر کر نماز عصر پڑھی۔ پھر منبر پر وعظ فرمایا۔ حتیٰ کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ پھر منبر پر سے اتر کر نماز مغرب پڑھی۔ اس خطبہ میں آپ نے جو وعظ فرمایا اس میں آپ نے کل واقعات اور حوادث جو قیامت تک ہونے والے تھے سب کے سب بالتفصیل بیان

اس حدیث کے تحت حضرت الامام ملا علی القاری

رحمہ اللہ۔ الجملا او مفصلا (مرقات جلد ۵ وعینی جلد ۷)

فرما دیئے۔ پس کہا راوی نے کہ اب دانا ترین ہمارا بہت یاد رکھنے والا۔ ہمارا ہے اُس دن کو۔ (مظاہر حق)

⁂ ⁂ ⁂

آپکا یہ بیان اجمالی بھی تھا۔ اور تفصیلی بھی۔ مزید فقیر کی کتاب وہابی دیوبندی کی نشانی میں ہے۔

(۲۷) عن حذیفة قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامًا مّا ترك شیئًا یکون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة إلّا حدّث به حفظه من حفظه ونسیه قد علمه اصحابی هؤلاء انّه لیکون منه الشیٔ قد نسیه فاراه فاذکرہ کما یذکر الرّجل وجه الرّجل عنه ثمّ

یعنی صحیح بخاری ومسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونا (یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا۔ اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہونگے۔ نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اُس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اسکو۔ یاد رکھا اسکو اُس شخص نے کہ یاد رکھا اسکو۔ اور بھول گیا اسکو جو شخص کہ بھول گیا۔ (یعنی بعض نے یاد رکھا اور بعض نے فراموش کیا) حذیفہ نے کہا کہ تحقیق

اذا راه عرفه   جانا ہے اس قصہ کو میرے
متفق علیہ)   ان یاروں نے (یعنی جو کہ
موجود ہیں صحابہ میں سے)
...ن بعض نہیں جانتے ہیں اسکو مفصل. اس لیے کہ واقعہ ہوا ہے ان
...نسیان کہ جو خواص انسان سے ہے. اور میں بھی انہی میں سے ہوں
...جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو. اور تحقیق شان یہ ہے
...البتہ واقع ہوتی ہے ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی رسول اللہ صلے اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اسکو. پس دیکھتا ہوں میں
اس چیز کو پس یاد دلاتا ہوں میں اسکو جیسے کہ یاد دلاتا ہے شخص چہرہ شخص
کا یعنی بطریق اجمال و ابہام کے جبکہ غائب ہوتا ہے اس سے اور فراموش
کرتا ہے اسکو ساتھ تفصیل و تشخیص کے پھر جبکہ دیکھتا ہے اسکو پہچان لیتا ہے
اسکو شخص یعنی ایسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں. لیکن جبکہ واقع
ہوتی ہے کوئی بات ان میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی ہے جسکی رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی. (مظاہر حق)

(ف) ہم نے حدیث شریف کا ترجمہ مخالفین کے معتمد علیہ قطب الدین
صاحب مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف سے لکھا تاکہ سند رہے اور
کوئی شک و شبہ نہ رہے. کہ نامعلوم کیا ایسے ہو گا. ہاں ہو گا بلکہ ہو رہا
ہے اور ہوتا رہے گا. اسی طرح جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا. یہی معنیٰ ہے ناظر کا.

٢٧- عن حذیفه قال   یعنی مسند احمد جلد ٥. اور
قام فینا رسول الله   صحیحین میں حذیفہ رضی اللہ

صلّی اللہ علیہ وسلّم مقاما فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیمه وفی روایه ما ترک شیئًا. یکون فی مقامه الی یوم القیمة۔ (بخاری شریف)

عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پر کھڑے ہو کر قیامت تک کے حالات بیان فرمائے قیامت تک کوئی ایسی خبر نہ چھوڑی۔ جو بیان نہ فرمائی ہو کہ قیامت تک فلاں فلاں واقعہ یوں ہوگا فتنے قیامت تک ہونگے ان سب کی خبر حضرت نے دے دی (عینی جلد ۱۱ مرقاۃ جلد ۵)

٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭

مزید تفصیل و دلائل ہم نے کتاب الاحادیث النبویہ میں لکھ دیئے ہیں۔

زہری رضی اللہ عنہ سے۔ اور صحیح مسلم میں ابوزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک کے حالات بیان فرما دیئے۔ اور ساتھ ہی بڑے بڑے اہم امور کا ذکر فرما دیا۔ جو عنقریب ہونے والے تھے۔ پھر فرمایا کہ کوئی شخص بھی جو کچھ چاہے مجھ سے پوچھ لے قسم ہے اللہ کی جو چیز مجھ سے پوچھو گے میں بتلاؤنگا۔ اور کئی دفعہ فرمایا کہ پوچھو۔ لوگ بہت روئے۔ اس وقت ایک آدمی کھڑا ہو گیا اس نے پوچھا میرے داخل ہونے کی جگہ کہاں ہے؟ فرمایا تیری جگہ دوزخ ہے۔ پھر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کھڑے ہو گئے پوچھا میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ پھر فرمایا. پوچھو پوچھو.
(ف) اس سے ثابت ہوا کہ حجابات اور مختلف حالات عالمِ خلق کے لیے ہیں. عالم امر کی مخلوق کے لیے نہ حجابات ہیں نہ مختلف حالات اس کے لیے ہر امر مکشوف ہے اسی کشف اور رفع حجابات کا نام حاضر و ناظر ہے. دیکھئے سورج ہمارے سے ہزاروں میل دور ہے لیکن چونکہ درمیان میں حجابات مرفوع ہیں اسی لیے سب کے سامنے اور حاضر ہے اور بلا تمثیل رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لیے بھی یونہی سمجھ لیجئے.

۲۰۸ - تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ میری امت مجھ پر اپنی صورتوں میں پیش کی گئی ہے. اور مجھے بتلایا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائیگا اور کون نہیں لائیگا. جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ تمسخر سے کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گمان کرتے ہیں کہ مجھ کو ان سب کا علم ہے جو مجھ پر ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے حالانکہ وہ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے. باوجودیکہ ہم اسکے ساتھ ہیں ہم کو بھی پہچانتا. جب یہ خبر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر بعد حمد و ثناء کے ارشاد فرمایا کہ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعنہ زنی کرتی ہے لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا اَنْبَأْتُکُمْ بِہٖ. یعنی اس وقت سے لیکر قیامت تک کسی چیز کے متعلق جو کچھ تم مجھ سے سوال کرو گے میں تم کو اسکی خبر دونگا.

(ف) اہل انصاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا الفاظ کو غور سے پڑھ کر اپنے ضمیر کو آواز دیں کہ کیا اس میں علم رسالت کی فراوانی کے متعلق کیا جواب ملتا ہے۔

(۲۹) المواہب اللدنیہ جلد دوئم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ (مواہب لدنیہ مع شرح للزرقانی صـ۲۰۴)

یعنی رسول اکرم حبیب معظم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے ساری دنیا میرے سامنے کردی ہے لہذا میں ساری دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے کہ ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

(ف) اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ساری دنیا کے ناظر ہیں

۲۔ اللہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے ساری دوریاں اٹھادی ہیں ساری دنیا حضور کے قریب کردی ہے لہذا حضور ساری دنیا کے لیے حاضر ہیں سید کونین صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے قریب جیسے عرب ویسے ہی عجم جیسے زمین ویسے ہی آسمان جیسے فرش ویسے ہی عرش ہے۔

شرح الحدیث

حدیث شریف کی شرح میں امام زرقانی شرح مواہب صـ۲۰۴ ۲۰۵

جو یوں رفع فرمایا کہ:-

ان اللّٰہ قد رفع	بیشک اللہ تعالیٰ نے
ای اظہر وکشف	اٹھایا یعنی ظاہر اور کشوف
الی الدنیا حطت	فرمایا میرے لیے دنیا کو اور
بجمیع ما فیہا	دنیا کے جمیع ما فیہا احاطہ کر
فانا انظر الیہا والی	چکا ہوا اور اسے اور اسکے
ما ھو کائن فیہا	اندر جو کچھ ہو رہا ہے قیامت
الی یوم القیمۃ کانما	تک دیکھ رہا ہوں جیسے
انظر الی کفی ھذہ	اپنی اس ہتھیلی کو اسمیں اشارہ
اشارۃ الی انہ نظر	ہے کہ آپ اسے حقیقۃً
حقیقۃ دفع بہ	دیکھ رہے ہیں یہ اسکا
احتمال انہ ارید	رد ہے جو سمجھتا ہے کہ
بہ النظر العلم	نظر سے علم مراد ہے۔

(ف) امام زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول اَحَطْتُ بجمیع ما فیہا سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب کلی کا واضح ثبوت ہے اور پھر الی انہ نظر حقیقۃ سے ہمارے دعویٰ کی کتنی روشن دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنی سرمگیں آنکھوں سے ہر وقت اور ہر آن ملاحظہ فرما رہے ہیں اور یہی حاضر و ناظر کا معنیٰ ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

حدیث مبارک کا مضمون عشاق کے لیے راحت جان اور تازگیٔ ایمان کا بہترین سبب ہے لیکن جن لوگوں کے دل میں بغض رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا مرض ہے وہ اسے گوارہ نہیں کرتے انکی علامت یہ ہے کہ یہی حدیث مبارک ہو یا کوئی اور (جسمیں کمالات رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہو گا اسے چند مندرج ذیل اعتراضات کر کے ٹھکرا دیں گے۔

۱۔ حدیث ضعیف ہے یہ انکا اکثر وظیفہ ہے حدیث تو ضعیف نہیں ہو گی۔ البتہ انکا ایمان ضعیف ہے اسی لیے وہ اس قسم کے اعتراض کے عادی بن گئے ہیں۔ اس حدیث کے ضعیف ہونے کے جوابات آئندہ اوراق میں ملاحظہ ہوں۔

۲۔ رفع لی الدنیا فعل ماضی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک وقت زمانۂ ماضی میں اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ دکھا ہو گا نہ یہ کہ آپ ہمیشہ اور ہر وقت دیکھ رہے ہیں۔

جوابؑ۔ مخالفین نے ماضی کے صیغہ سے دھوکہ دیا ہے حالانکہ جملہ کا دارومدار خبر پر نہیں مبتدا پر ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ بتدی نحوی بھی جانتے ہیں کہ جملہ کی ابتدا اسم سے ہو تو وہ جملہ اسمیہ ہوتا ہے اگر فعل سے ہو تو فعلیہ یہاں جملہ کا ابتدا ان اللہ الخ ہے تو یہ جملہ اسمیہ ہوتا ہے اور رفع لی الدنیا اسکی خبر اور وہ بھی ان تاکید یہ سے اور جملہ اسمیہ دوام چاہتا ہے اب مطلب واضح ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو منجانب اللہ نصیب ہوئی وہ دائمی واستمراری ہے۔

جواب۳: اللہ تعالے نعمت دیکر چھینتا نہیں ہاں کسی سے وہ نعمت سلب ہوتی ہے تو اسکے غلط اور گندے عمل کی نحوست سے چنانچہ اللہ نے خود فرمایا۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم — اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت خود نہ بدلیں۔

مخالفین کو اس سے عبرت کرنی چاہیئے کہ وہ اس قسم کے تصوّر سے نبوت دشمنی کا سامان تو جمع نہیں کر رہے ہے۔ جب اتنے بڑے مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا کہ واقعی حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم حاضر و ناظر بھی ہیں اور علوم کلی بھی باذن وعطائے الٰہی عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں جسکا مخالفین کو دلی زبان سے اعتراف ہے لیکن یہ ڈوبے کو تنکے کا سہارا ہے۔ مخالفین نے ملکر اس حدیث شریف کو ضعیف بنانے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ عوام کے دلوں میں ضرب کاری لگے۔ یعنی انکا خیال ہے کہ عوام ان لایعنی اعتراضات کو پڑھ کر کچھ تو اپنے نبی علیہ السلام سے بدظن ہو نگے۔ لیکن انہیں خبر نہیں کہ جب تک غلامان مصطفےٰ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم موجود ہیں۔ انکے ایسے حیلے اور بہانے نہیں چلیں گے۔ اب ان کی حدیث کو ضعیف بنانے کا طریقہ ملاحظہ ہو۔

حدیث رفع الدنیا ضعیف ہے کیونکہ کنز العمال ص ۹۵ ج ۶ میں لکھا ہے۔ وسندہ ضعیف حدیث ضعیف سے عقائد تو بڑی چیز ہے اس سے مسائل فقیہہ بھی (اعمال بھی ثابت نہیں کیے جاسکتے۔

جواب ۱:

مقدمۃ الکتاب ہذا میں فقیر نے تفصیل سے لکھا ہے کہ حاضر و ناظر کا مسئلہ ان قطعیات سے نہیں کہ جن کا منکر کافر ہو بلکہ ظنیات سے ہے اور ظنیات کے لیے دلائل ظنیہ کافی ہیں جیسا کہ نبراس شرح شرح عقائد و دیگر کتب علم کلام میں ہے۔

ہم نے اپنے اصول کے مطابق دلیل پیش کر دی ہے اب منوانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ بیدہ التوفیق ومنہ الہدایۃ یضل من یشاء و یھدی من یشاء۔ وھو علی کل شئ قدیر۔ ان غریبوں کو اپنے محبوب علیہ السلام کی عقیدت محبت قریب نہ پھٹکنے دے تو کسی کی مجال ہے کہ دم مارے۔

جواب ۲:

اصول عقائد کا قاعدہ ہے کہ جو مسئلہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ سے ثابت ہوا نکے ضمن اس میں احادیث ضعیفہ بلکہ اقوال امت بھی اثبات مسئلہ میں قابل حجت ہوتے ہیں بایں معنیٰ کہ از خود وہ دلیل بن رہے ہیں بلکہ کسی کے بل بوتے ان سے مسئلہ کی بنیاد مضبوط ہو رہی ہے اس قاعدہ کی مثال ایک نہیں بیشمار امثلہ عقائد کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

اس قاعدہ کی رو سے مسئلہ حاضر و ناظر نہ صرف ای حدیث و احادیث دیگر یا اقوال صلحاء و علماء سے ثابت کیا جا رہا ہے بلکہ اس مسئلہ پر نصوص مثلاً۔ انا ارسلنک شاھدا الخ اور ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ اور وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ پیش کیے گئے ہیں۔ (جو کتاب ہذا کے

باب اول میں مفصل طور گزرے ہیں) انکے ضمن میں حدیث مذکور بھی تائیداً وتوثیقاً پیش کی گئی۔ گویا یہ حدیث آیات قرآنیہ نصوص (ظنیہ) کی تفسیر ہے مفسر اور مفسر کا تعلق آپس میں توثیق کا فائدہ دیتا ہے اور اس حدیث کو مفسر مان کر آیت قرآنیہ کو مفسر سمجھ کر نتیجہ وہی نکلا جو ہم نے کہا۔ کہ مسئلہ حاضر وناظر حق ہے۔

جواب ۳ :۔

محدثین کا طریقہ ہے کہ اصحاب تخریج کی جملہ احادیث کو ناقدانہ نگاہ کر کے تبصرہ فرماتے ہیں جو حدیث انکے نقد وتبصرہ کے معیار سے گری اسے ضعیف قرار دیتے ہیں اور جو حدیث انکے معیار کے مطابق ہو تو اسے بلا نقل کر دیتے ہیں۔ اگرچہ ان احادیث کا مضمون ایک کیوں نہ ہو۔ مثلاً ۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کو محدثین نے ضعیف موضوع وغیرہ کہا لیکن نہ بایں معنیٰ کہ اسکا مضمون بھی موضوع ہے۔ بلکہ اسکی سند جو کے راوی غیر معتبر ہیں ۔ ورنہ اسکے مضمون کی دوسری مرویہ احادیث صحیح اور بہت صحیح ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی "الحبل المقین فی توثیق حدیث" کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔ اسی قانون کے مطابق کنز العمال میں واقع ہوا کہ حدیث مذکور کو دو مقام پر درج فرمایا۔ (۱) ص ۹۵ ج ۶ (۲) ص ۱۰۵ ج ۶ پہلے مقام پر وسندہ ضعیف فرمایا ہے لیکن دوسرے مقام لینے ص ۱۰۵ ج ۶ کے بعد وسندہ ضعیف کا لفظ نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہ حدیث تین ائمہ تخریج نے روایت کی ہے۔

۱۔ نعیم بن حماد (۲) طرانی (۳) ابو نعیم رحمہم اللہ تعالےٰ علیہ۔

اگر تینوں راویوں کی مروی حدیث برابر درجہ رکھتی تو صاحب کنز العمال سبکو ایک جگہ پر لکھ کر "وسندہ ضعیف" کا فتوی لگاتے انکا دو مقاموں پر لکھنا دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کا سند کے لحاظ سے ایک مرتبہ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ صاحب کنز العمال کا ص۹۵ ج ۶ پر وسندہ ضعیف کہنا صرف "نعیم بن حماد" کی روایت سے متعلق ہے اور یہ فتوی دوسرے دو راویوں طبرانی ۔ ابو نعیم کی مروی حدیث ص۱۰۶ سے متعلق نہیں ورنہ صاحب کنز اسکی تصریح فرماتے ۔ علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ ایک مصنف تو کیا تمام محدثین کرام کا ایک حدیث پر جرح کریں تو اس سے یہ کب مستلزم ہے کہ تمام مرویہ احادیث (جنکے راوی اور ہیں) ضعیف یا موضوع ہیں جیسے مثال کے طور فقیر نے پہلے عرض کر دیا ہے اور اسکی چند مثالیں اور مزید دلائل رسالہ " انگوٹھے چومنے کا ثبوت" میں فقیر نے عرض کی ہیں اور محققانہ تبصرہ سیدنا و مولانا مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے رسالہ الھاد الکاف فی حکم الضعاف میں ہے ۔ بفرض محال تمام محدثین کے نزدیک ضعیف بھی ہو تو بھی یہ حدیث قابل استدلال ہے کیونکہ یہ حدیث موضوع تو ہے نہیں ۔ کیونکہ کنز العمال شریف تین کتب ۔

۱۔ جامع صغیر

۲۔ جامع کبیر

۳۔ زیادۃ جامع صغیر للسیوطی رحمۃ اللہ کا مجموعہ ہے ۔ (مقدمہ کنز العمال) مبحوث عنہ حدیث کنز العمال ص۹۵ ج ۶ کی مروی حدیث جمع الجوامع للسیوطی سے منقول ہے اور جمع الجوامع (جامع کبیر) کی احادیث موضوع

نہیں۔ کیونکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے جمع الجوامع کی جمع کردہ احادیث کو تین قسم کی کتب احادیث سے جمع کیا ہے۔

۱۔ ان کتابوں کی جمیع صحیحہ ہیں۔

۲۔ وہ کتب جن کی بعض احادیث صحیح اور بعض حسن اور بعض ضعیف (امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے ابونعیم اور طبرانی مرویہ احادیث کو اسی دوسرے قسم کی کتابوں میں درج فرمایا۔

(ف) امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے اکثر احادیث کے ضعف پر نشاندہی فرمائی ہے الحمد للہ ہماری نقل کردہ حدیث رفع الدنیا والی کو جب طبرانی وابونعیم سے نقل فرمایا۔ تو انہیں ضعف نہیں کہا۔

۳۔ وہ کتب جنکی مرویہ احادیث ضعیف ہیں۔

۱۔ مقدمہ جمع الجوامع

۲۔ مقدمہ کنز العمال

۳ مقدمہ الفتح الکبیر۔ اس تقسیم سے (جمع الجوامع) کی احادیث کی صحت وضعف کا پتہ لگانا مشکل نہ رہا۔ لیکن واضح ہو گیا کہ اس میں موضوع حدیثیں نہیں۔ سید المحدثین، سند المحققین شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اشعۃ صـ۸ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔

وسیوطی در جمع الجوامع احادیث از کتب کثیرہ آوردہ ازیں جاہ متجاوز است مشتمل بر صحاح و حسان وضعاف وگفتہ کہ	اور امام سیوطی رحمۃ اللہ نے جمع الجوامع زائد از پچاس کتب سے احادیث لی ہیں جو سب کی سب صحاح وحسان وضعاف پر

درد بے حدیثے نیا وردم کہ موسوم بوضع باشد وکذالک فی المقدمہ للشیخ المذکور رحمہ اللہ ص۷ فی المشکوٰۃ۔

مشتمل ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں لکھی۔

اور کنز العمال ص۱۰۵ ج ۶ طبع قدیم دکن یہ جو طبرانی اور ابو نعیم کی روایت درج ہے. وہ زیادت جامع صغیر سے منقول ہے (الفتح الکبیر ص۳۴ ج ۱۔ اور زیادہ جامع صغیر کی احادیث کی ترتیب جامع صغیر کی طرح ہے۔ (مقدمہ زیادۃ وکنز العمال ص۶ ج ۱ طبع جدید دکن والفتح الکبیر ص۳-۴ ج ۱۔ اور جامع صغیر کی کوئی حدیث موضوع نہیں۔ کما قال السیوطی فی الجامع الصغیر ص۳۔

وضعہ عما تفرد بہ وضاع او کذاب۔

میں نے اس میں وہ احادیث لکھی ہیں جنکا کوئی راوی وضاع وکذاب نہیں۔

اور علامہ یوسف نبہانی الفتح الکبیر ص۵ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔

ولا یخفاک ان انتخابہ (ای انتخاب السیوطی)
الجامع الصغیر منہ (ای من جمع الجوامع ثم
انتخابہ الزیادۃ یقتضی انہ لم یذکر فیہ
شیئًا من الاحادیث الواھیۃ
فاذن جل احادیثھا ھی ما بین صحیح و
حسن والضعیف قلیل بالنسبۃ اینھما.....

مع ان الحدیث الضعیف یعمل بہ فضائل الاعمال کما هو مقرر۔

مخفی نہ رہے کہ سیوطی جامع صغیر کا جمع الجوامع سے ہے پھر اسکا زائد انتخاب ایسا ہے کہ اس میں کوئی حدیث موضوع نہیں اسمیں صحاح، حسان، ضعفا ہیں لیکن ضعیف قلیل ہیں لیکن پھر بھی فضائل اعمال میں ضعفا پر عمل جائز ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رفع الدنیا کی حدیث نہ بروایت نعیم موضوع ہے اور نہ بروایت طبرانی وابونعیم۔

جواب ۵:۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ روایت نعیم کی طرح طبرانی وابونعیم بھی ضعیف ہے تو پھر ہمارا مدعا ثابت کیونکہ روایت رفع الدنیا بطرق ثلثہ حدیث حسن بن گئی۔ مرقاہ شرح مشکوۃ ص۱۴ ج۲ میں ہے۔

وتعدد الطرق	حدیث کے طرق متعدد ہوں
یبلغ الحدیث	تو وہ حدیث حسن حد الحسن بن
الضعیف الی حد	جاتی ہے۔
الحسن	

اصول حدیث کا قاعدہ مسلّمہ کے مطابق کہ طرق متعددہ سے حدیث حسن بن جاتی ہے یہ رفع الدنیا والی حدیث کے طرق ثلثہ ہیں۔ فلہٰذا حسن ہوئی اور حدیث حسن پر باتفاق محدثین عمل جائز ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی نیل الاوطار ص۲۲ ج۱ میں لکھتے ہیں۔

ان الحسن یجوز العمل	جمہور کے نزدیک حسن حدیث
بہ عند الجمهور	پر عمل کرنا جائز ہے۔

وکذالک فی مقدمۃ ⁘ ⁘ ⁘
الشیخ الدہلوی ⁘ ⁘ ⁘
فی المشکوٰۃ واشعۃ ⁘ ⁘ ⁘
اللمعات۔ ⁘ ⁘ ⁘

اور یہ بھی ضروری نہیں طرق متعددہ کثیر التعداد ہوں صرف دو طرق سے بھی۔ ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے چنانچہ جب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین۔

بفضلہ تعالیٰ رفع الدنیا والی حدیث تین طرق اور تین روایتوں سے ثابت ہے جن میں دو طرق باصول محدثین نہایت صحیح بھی ہیں۔ فلہذا یہ حدیث قوت حاصل کر کے مقبول و مسلم ہوگی اور حسن کے درجہ میں پہنچی اور حدیث حسن نہ صرف مناقب و فضائل میں قابل ہوتی ہے بلکہ احکام حلت و حرمت میں قابل احتجاج و لائق استناد ہوتی ہے

جواب ۶ :۔

قاعدہ ہے کہ ایک محدث کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہہ دے اس سے یہ مستلزم نہیں کہ وہ تمام محدثین کے نزدیک ضعیف یا موضوع ہے بلکہ بہت ایسی حدیثیں ہیں جنہیں ایک بڑے سے بڑا محدث موضوع یا ضعیف کہہ دیتا ہے لیکن اسکے خلاف دوسرا محدث صحیح یا حسن کہہ دیتا ہے صرف موضوعات ابن جوزی اس پر تعقیبات سیوطی مثال میں پیش کرنا کافی ہے۔ امام دارقطنی تو امام بخاری کی بہت سی کو ضعیف کہتے ہیں۔ انا الدنیۃ العلم و علی بابھا" کے لیے امام بخاری کی بہت سی کو ضعیف

کہتے ہیں۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ کے لیے امام بخاری نے کہا "لیس لہ وجہ صحیح۔ امام ترمذی نے فرمایا منکر۔ ابن معین نے کہا کذب ابن جوزی نے "موضوعات" میں گنایا۔ ذہبی نے انہی کی تقلید میں موضوع کہا۔ امام ابن حجر مکی اور امام ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی اور حافظ ابو سعید علائی اور امام حاکم اسے صحیح کہتے ہیں۔ (کذا فی الفتاوی الحدیثیہ ص ۲۳۰ والدرر المنتثرہ ص ۴۹ تا ص ۵۲)

نوٹ: اس حدیث کی تشریح پر فقیر کی تصنیف پڑھیے "شرح حدیث رفع الدنیا"

(۲۰) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما بعد العصر فما ترک شیئا الی یوم القیمۃ الا ذکرہ فی مقام ذلک اذا کانت الشمس علی رؤس النخل و اطراف الحیطان و قال انہ لم یبق من الدنیا فیما مضی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے میں عصر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر حالات سنائے قیامت تک کی کوئی شے نہ چھوڑی جسے بیان نہ فرمایا ہو اسی جگہ پر کھڑے کھڑے سب کچھ بتا دیا یہاں تک کہ سورج کھجوروں کے سروں اور دیواروں پر جا پڑا اور فرمایا تمہاری دنیا گزر جانے میں باقی اتنا رہ گیا ہے

منتہا الاکما من یومکو۔ جتنا تمہارا آج کا دن باقی رہ گیا ہے

(معالم التنزیل ص ج ا تحت آیت ویکون الرسول علیکم شہید پ ۲ ع ۱)

(ف) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کمالات میں سے یہ ایک ادنیٰ کمال ہے کہ آپنے لمحات میں اولین و آخرین کے حالات بیان فرمائے اور معائنہ و ملاحظہ فرما کر بتائے اور یہ آپکے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ کہ برسوں کو چند لمحات میں سمیٹ دیا اور یہ دونوں باتیں عقائد میں شامل ہیں بلکہ قدرت باری تعالےٰ اور معجزۂ نبوی لیکن جسکا دل نہیں مانتا اسے بزور بازو نہیں منوایا جاسکتا۔ البتہ اتنا ضرور کہا جائیگا کہ برسوں کو لمحات میں سمیٹنا اور کثیر امور میں قلیل انداز میں بیان کرنا سائنس نے عملی طور منوا دیا ہے اس کی تفصیل باب العقلیات میں آرہی ہے۔

احادیث کا سلسلہ طویل ہے فقیر انہی چند روایات پر اکتفا کرتا ہے اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہم سب کو راہ راست نصیب فرمائے (آمین)

★

باب ۴

اقوال اسلاف صالحین

آئندہ اوراق میں جن حضرات کے اقوال پیش کر رہا ہوں یہی وارث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن پر اسلام کو ناز ہے یہی مجتہدین ائمہ دین اور اغواث۔ اقطاب۔ ابدال سب کچھ ہیں قطع نظر انکی عند اللہ تعالیٰ رفعت شان اگر ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہوتا دور حاضرہ کے منکرین سارے کے سارے انکے سامنے طفل مکتب ہو کر بیٹھیں اور ان کے علمی رعب سے ان کے آگے ٹھہرا جائیں اپنے آپکو ان کے سامنے جاہل اور بے خبر تصور کریں یہ فقیر کا صرف دعویٰ نہیں حقیقت ہے مخالفین کو بھی اعتراف ہے اس لیے فقیر حق بجانب ہے کہ حق ادھر ہے جہاں ہمارے یہ اکابر ہیں فقیر انکے یکسد اقوال عرض کرتا ہے وہ بھی اختصار کے پیش نظر ورنہ ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار اقوال ہیں اس سے یقین کیجئے کہ ایسے اعلیٰ لوگ گمراہ نہیں ہو سکتے اور نہ ہی مشرک ہو سکتے ہیں فقیر کی اپیل ہے کہ انکے دامن سے وابستہ ہو جائیے جنت جگہ ہو گی ورنہ ٹھوکریں کھاتے پھرو گے کہیں ٹھکانا نہ ملیگا سوائے جہنم کے

ما علینا الا البلاغ

آغاز اقوال علمائے اسلام

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا العلماء ورثۃ الانبیاء علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے کے وارث ہیں کیونکہ آپ پر نبوت ختم ہے قیامت تک اسلام کی کشتی علماء کرام چلائیں گے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ ،، میری امت کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا گمراہی سے کوسوں دور ہو گا اب ہم مسئلہ حاضر و ناظر میں نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ نجدی تحریک سے پہلے اس مسئلہ پر کسی کو بھی اختلاف نہ تھا جیسا کہ سید شاہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ نے گیارہویں صدی تک کی ضمانت دی ہے ذیل میں فقیر چند مشاہیر ائمہ مشائخ کے اقوال نقل کرتا ہے تاکہ یقین ہو کہ صدیوں پہلے والا عقیدہ حق ہے۔

(۱) سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے اقوال و افعال ہمارے لیے باعث نجات ہیں اپنے قصیدہ النعمان ص۱۲ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو معروضات عرض کر کے مسئلہ حاضر و ناظر واضح فرماتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَوْلًا طَيِّبًا وَاِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرٰى اِلَّاكَ یعنی جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر پاک سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

(۲) قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الشَّاذِلِیُّ حُجِبَ عَنِّی النَّبِیُّ صلے ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر

رانیز ظاہر و باطن وانداالخ یعنی چاہیے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے اس طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر و ناظر جانے۔

(۹) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَقَالَ الْغَزَالِی سَنَدٌ عَلَیْہِ وَاِذَا دَخَلْتَ فِی الْمَسَاجِدِ فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَحْضُرُ فِی الْمَسَاجِدِ (صہ ۲۳ ج ۱)	امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہوتے ہیں

(۱۰) احناف کے مفسر اعظم عارف کامل حضرت علامہ اسماعیل حنفی اپنی تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح تحت آیت انا ارسلنٰک شاہدًا میں تحریر فرماتے ہیں قَالَ بَعْضُ الْکِبَارِ اِنَّ مَعَ کُلِّ سَعِیْدٍ رَفِیْقَہٗ مِنْ رُّوْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ الرَّقِیْبُ الْعَتِیْدُ عَلَیْہِ الخ۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر نیک بخت کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح رہتی ہے اور رقیب و عتید سے یہی مراد ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو جن میں آتا ہے کہ گناہ کرتے وقت (زنا وغیرہ) ایمان نکل جاتا ہے تو یہاں ایمان سے مراد حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ مقدس ہے اب صرف دو عبارتیں و نقل کرتا ہوں جن پر تمہارے وہابیہ کو زیادہ اعتبار ہے۔

(۱۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب فیوض الحرمین ص۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْفَضَاءُ مُمْتَلِیٌ بِرُوْحِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — تمام فضاء حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سے بھری ہوئی ہے۔

(۱۲) بعض از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلّیاں موجودہ حاضر است (مسک الختام ص۲۴۴)

یعنی بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب نماز میں حضور علیہ السلام کی حقیقت کے سریان کے سبب سے ہے جو تمام موجودات کے ہر ذرہ تمام ممکنات کے افراد میں ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے وجود میں حاضر ہیں یہ کتاب نواب صدیق صاحب بھوپالی کی ہے جس کو وہابی غیر مقلد اپنا بڑا امام مانتے ہیں اور وہابی دیوبندیوں کا بھی معتمد علیہ ہے یہی صاحب اس مسئلہ کو سمجھا کر پھر تمام نمازیوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور اس مشہور یعنی حاضر و ناظر کے مسئلہ سے غافل نہ ہو تاکہ معرفت کے اسرار اور قرب کے انوار سے منور اور فائز ہو شاید کسی کو حاضر و ناظر کے مسئلہ میں شک پڑ جائے تو اس کی دلیل میں ایک

ایک شعر بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ عشق کے راستہ میں قرب وبعد کی منزل نہیں تجھ کو اے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں یہی عبارت اگرچہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوت شریف میں بھی لکھی مگر وہابیہ کو سمجھانے کے لیے ان کے پیشوا کی عبارت نقل کر دی ہے۔

(۱۳) حضرت امام علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اِذَا لَمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شفا شریف ص ۲۴ ج ۲ یعنی جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ سلام عرض کرنے کا کیا معنیٰ

(۲) شفا شریف کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں اِنَّ رُوْحَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ ص ۱۷ ج ۲

یعنی سلام عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس ہر اہل اسلام کے گھر حاضر ہے

(۴) شارح مواہب لدنیہ حضرت امام علامہ زرقانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

لا فرق بین موتہ	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
وحیاتہ صلی اللہ	زندگی اور وفات میں کوئی

علیہ وسلم فی شاھد — فرق نہیں اس بارے میں کہ آپ
تہ لا منتہ ومعرفتہ — امت کو دیکھتے ہیں اور انکے
باحوالھم ونیاتھم وعزمھم — حالات ونیات اور ارادے
وخواطرھم وذلک — اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں
عندہ جلی لا خفاءبہ — یہ سب چیزیں آپ پہ ظاہر
ہیں ان میں پوشیدگی نہیں۔

فان قلت ھذہ الصفات مختصۃ باللہ
تعالیٰ فالجواب ان من انتقل الیٰ عالم البرزخ
من المومنین الکاملین یعلم احوال الاحیاء
(زرقانی ج ۸ ص۳۰۵)

(۱۵) حضرت علامہ یوسف نبہانی قدس سرہٗ نے فرمایا ففی حال
ذکرک لہ صلی اللہ علیٰ وآلہ وسلم تصور
کانک بین یدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
متادیا بالاجلال والتعظیم والھیبۃ ولیکا فانہ یراک
ویسمعک کلما ذکرتہ لانہ متصف لصفات اللہ
تعالیٰ وھو سبحانہ جلیس من ذکرہٗ
(سعادۃ الدارین ص۵۴)

(ترجمہ) جب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرے تو تیرا حال یہ ہو کہ
گویا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے ہے آپکے اجلال
وتعظیم کے پیش نظر تو آپ کیلئے باادب ہو حیاء کے ساتھ
اور اپنے اوپر آپکی ہیبت طاری کرے اس لیے کہ آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے دیکھ رہے ہیں اور تیری ہر بات سنتے ہیں حبیب بھی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر کرتا ہے اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ جیسے کوئی یاد کرے تو وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۱۷) حضرت امام احمد قسطلانی شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لا فرق بین موته وحیاته فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذالك عنده جلی لا خفاء به۔

(مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی ج ۲ ص ۲۸۷)

یعنی سیّد دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور امت کے احوال کو پہچانتے ہیں امت کی نیتوں کو پہچانتے ہیں امت کے ارادوں اور دلی خطرات کو پہچانتے ہیں اور یہ امر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایسا روشن ہے کہ اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں ہے۔

(۱۸) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔

باچندیں اختلافات وکثرتِ مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم وباقیست

و بر اعمال امت حاضر و ناظر

(اقرب السبل علی اخبار الاخیار ص۱۶۱)

امت میں باوجود اس بات کے امت کے علماء میں اختلافات ہوتے ہیں اور امت کے بہت سارے مذہب ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی بھی عالم دین کا خلاف نہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں اور اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی تاویل بلکہ تاویل کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

(۱۹) حضرت شیخ المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

وے علیہ السلام براحوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است

(مجمع البرکات)

(۲۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فتوح الغیب صفحہ ۳۳۲ میں فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی حیی و باقی و متصرف اند دریں جا سخن نیست علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی اور عملدرآمد فرماتے والے ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

(۲۲) شیخ المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث قدس سرہ نے فرمایا کہ

ذکر کن او را و درود بفرست یعنی اے مخاطب تو حضور کا

بروے صلی اللہ علیہ وسلم
وباش درحال ذکر گویا حاضر
سیت درحالت حیات وے
بینی تو اورا متادب با جلال
وتعظیم وہیبت وحیا بدانکہ
وے صلے اللہ وسلم مے
بیند وے شنود کلام
ترا زیرا کہ وے متصف
ست بصفات اللہ تعالیٰ
ویکے از صفات الٰہی
آن ست کہ انا جلیس
من ذکرنی
مدارج النبوت ج ۲ ص ۶۲)

ذکر کر اور آپ پر درود
شریف بھیج اور آپ کے
ذکر کے وقت یہ تصور باندھ
کہ حضور حالت حیات
سے تیرے سامنے حاضر ہیں
اور تو انہیں دیکھ رہا ہے
اور آپ کے ذکر کے وقت
اجلال تعظیم اور ہیبت وحیا
سے متادب بیٹھنا اور جاننا
چاہیئے کہ نبی کریم صلے اللہ
علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں
اور تیرا کلام سنتے ہیں اس لیے
کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات
سے متصف ہیں اور صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ جو مجھے یاد کرے میں اسکا ہمنشین ہوں۔

(۲۲) نیز شیخ محقق ایک نصیحت فرماتے ہیں۔

وصیت مے کنم ترا اے برادر بدوام ملاحظہ صورت ومعنیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ باشی متکلف ومستحضر پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوے پس حاضر آید ترا وے وچون حدیث گوید با تو وخطاب کند ترا فائز شوی بدرجہ

صحابۂ عظام ولاحق شوی بایشان انشاء اللہ تعالیٰ

(مدارج النبوت صـ ۲۴۳ ج ۲)

(۲۴۱) امام و عارف ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی فوائد حدیث معراج کی تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

ومنها شهود الجسم	اور فوائد معراج میں سے ایک
الواحد في مكانين	فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم
في آن واحد	ان واحد میں دو مکانوں میں
كما رأى محمد	حاضر ہو گیا جیسا کہ حضور صلی
صلى الله عليه وسلم	اللہ علیہ وسلم نے نیک بخت
نفسه في أشخاص	اولاد آدم کے افراد میں خود
بني آدم السعداء	اپنی ذاتِ کریمہ کو ملاحظہ
حين اجتمع به	فرمایا جب حضور صلے اللہ
في السماء الأولى	علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام
كما مر وكذلك	کے ساتھ پہلے آسمان پر جمع
آدم وموسى	ہوئے تھے جیسا کہ گزرا اور
وغيرهما فإنهم	اسی طرح آدم اور موسیٰ علیہما
في قبورهم	السلام اور ان کے علاوہ
في الأرض حال	دیگر انبیاء علیہم السلام کے
كونهم ساكنين	ساتھ پس بیشک وہ انبیاء
في السماء فإنه	علیہم السلام زمین میں اپنی
قال رأيت	قبروں کے اندر ہیں دراں

آدم رأیت موسیٰ
رأیت ابراهیم
وانطلق وما
قال رأیت
روح آدم ولا
روح موسیٰ
فراجع صلی اللہ
علیہ وسلم
موسیٰ فی السماء
وھو بعینہ
فی قبرہ فی
الارض قائما
یصلی کما یصلی
کما ورد
فیامن یقول
ان الجسم
الواحد لا یکون
فی مکانین
کیف یکون
ایمانک
بھذا الحدیث

حالانکہ وہ آسمانوں میں بھی
سکونت رکھتے ہیں حضور صلے
اللہ علیہ وسلم مطلقاً اسی
طرح فرمایا کہ میں نے آدم
علیہ السلام کو دیکھا موسیٰ
علیہ السلام کو دیکھا ابراھیم
علیہ السلام کو دیکھا روح کی
قید کے ساتھ مقید فرما کر
اس طرح نہیں فرمایا کہ میں
نے آدم علیہ السلام کی روح
کو دیکھا اور نہ یوں فرمایا
کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح
کو روح کی قید کے ساتھ
مقید فرما کر اس طرح نہیں
فرمایا کہ میں نے آدم علیہ
السلام کی روح کو دیکھا جس
سے ثابت ہوا کہ حضور صلے
علیہ وسلم نے بعینہٖ ان
انبیاء علیہم السلام ہی کو دیکھا
نہ کہ ان کی ارواح یا امثال
کو، پھر حضور صلے اللہ علیہ

فان كنت مومنا
فقلده وان كنت
عالما فلا تعترض
فان العلم يمنعك
وليس لك الاختيار
فانه لا يختبر الا الله
وليس لك ان
تتاول ان الذى
فى الارض غير الذى
فى السماء لقوله
عليه الصلوة والسلام
رايت موسى واطلق
وكذالك سائر من
راه من الانبياء
هنالك فالمسمى
موسى ان لم يكن
عينه فالاخبار عنه
كذب انه موسى
هكذا فى اليواقيت والجواهر
ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مصر

وسلم نے چھٹے آسمان پر
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
گفتگو اور مراجعت فرمائی
حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بعینہٖ
زمین میں اپنی قبر شریف کے
اندر کھڑے ہوئے نماز
پڑھ رہے تھے جیسا کہ مسلم
شریف کی حدیث میں وارد
ہوا ہے پس انتہائی افسوس
ہے اور تعجب اس کہنے والے
پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک
جسم بیک وقت دو مکانوں
میں نہیں ہو سکتا (اے قائل)
ذرا یہ تو بتا دے کہ اس
قول کے ہوتے ہوئے
تیرا ایمان اس حدیث
مذکور پر کیونکہ ہو سکتا ہے
اگر تو مومن ہے تو تجھے مان
لینا چاہیے اگر تو عالم ہے
تو اعتراض نہ کر اس لیے
کہ علم تجھے روکتا ہے اور

سے تجھے حقیقت حال کا علم ہے نہیں اس لئے کہ یہ علم حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور تیرے لیے یہ بات بھی جائز نہیں کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل کرے کہ جو انبیا زمین میں ہیں وہ ان کے غیر ہیں جنہیں حضور علیہ السلام نے آسمان میں دیکھا اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رایت موسیٰ مطلقاً فرمایا اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم کے متعلق جنہیں حضور علیہ السلام نے آسمانوں میں دیکھا (یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آسمان میں ان کے غیر کو دیکھا جو زمین میں ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہٖ موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں کذب ہوگا العیاذ باللہ)

(۲۵) امام شعرانی شیخ اکبر سے ناقل ہیں کہ:۔

ثم ان المعترض	فرماتے ہیں پھر معترض
ینکر علی الاولیاء	اولیاء اللہ کے متعدد صورتوں
مثل هذا في	میں ظاہر ہونے کا منکر
تطورا تهم وقد كان	ہے حالانکہ حضرت قضیب
قضيب البان	البان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
يتطور فيما شاء	جن صورتوں میں چاہتے تھے
من الصور في اماكن	مختلف مقامات میں متصور
متعددة وكل صورة	ہو کر ظاہر ہو جاتے تھے
خوطب فيها اجاب	اور جس صورت میں بھی

ان اللہ علی کل شئ قدیرا	آپ کو پکارا جاتا تھا آپ ضرور جواب دیتے تھے
الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۲۶)	بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔

(۲۷) علامہ ابن حجر و امام یوسف نبہانی قدس سرہ نے فرمایا کہ والانفس الناطقۃ الانسانیۃ اذا کانت قدسیۃ قد تنسلخ من الابدان وتذھب متمثلۃ ظاھرۃ بصورا بدانھا اوبصور اخریٰ۔۔۔ حیث شاء اللہ تعالیٰ مع بقاء نوع تعلق لھا بالابدان الاصلیۃ یتاتی معہ صدور الافعال فیھا کما یحکی عن بعض الاولیاء قدست اسرارھم انھم یرون فی وقت واحد فی عدۃ مواضع۔۔۔ وھذا امر مقرر عند السادۃ الصوفیۃ مشھور فیما بینھم وھو غیر طی المسافۃ وانکار من ینکر کلا منھا علیھم مکابرۃ لا تصدر الا عن جاھل او معاند۔۔۔۔
وقد اثبت غیر واحد تمثل النفس وتطورھا لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم بعد الوفاۃ وادعی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قد یری فی عدۃ مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف یصلی اھ ملتقطا (تفسیر روح المعانی ۲۳ ص ۱۳ و فتح الملھم ج ۱ ص ۳۰۵

(۲۸) امام ابن حجر مکی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاگتے ہوئے دیکھنا ثابت کرتے ہیں۔

وَلَا ینکر ذلک الا معاندا	اس کا منکر نہ ہوگا مگر معاند
ومحروم	یا محروم

(فتاویٰ حدیثیہ ص۲۵۶ سعادت الدارین مطبوعہ مصر ص۴۲۳)

(۲۹) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ۔

ثم رایت ابن العربی	یعنی پھر میں نے ابن العربی
صرح بما ذکرناہ	کے کلام میں قول مذکور کی
من انہ لا یمتنع	تصریح دیکھی کہ حضور علیہ
رؤیۃ ذات النبی	الصلوٰۃ والسلام کی ذات
صلی اللہ علیہ وسلم	روح مع جسد کا دیکھنا ممتنع
بروحہ وجسدہ	نہیں کیونکہ حضور اور باقی سب
لانہ وسائر الانبیاء	انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام
احیاء ردت الیھم	زندہ ہیں ان کی ارواح کو
ارواحھم بعد الخروج	قبض کرنے کے بعد ان کے
من قبورھم والتصرف	اجسام میں واپس لوٹایا گیا
فی الملکوت العلوی	اور مزاروں سے ان کو باہر
والسفلی ولا مانع من	تشریف لے جانے کی
ان یراہ کثیرون	اجازت ہے اور علوی
فی وقت واحد	وسفلی ملکوت میں انکو تصرف
لانہ کالشمس واذا	کرنے کی اجازت ہے اور

کان القطب یملاؑ	اس بات سے کوئی چیز
الکون کما قال التاج	مانع نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
ابن عطاء اللّٰہ فمالک	والسلام کو بہت سے لوگ
یا نبی صلے اللّٰہ علیہ	ایک ہی وقت میں دیکھیں
وسلم فتاوی حدیث	اس لیے حضور سورج کی طرح
ص۲۵۶	ہیں اجو ایک ہے سب پر
وسعادۃ الدارین ص۴۲۳)	روشنی ڈالتا ہے اور ہر

جگہ ہے بہت دور دراز والے اسکو ایک ہی وقت میں دیکھتے ہیں جب ایک قطب ہر جگہ کو پر کر لیتا ہے (جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ نے فرمایا) تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بطریق اولیٰ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

(۳۰) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں فرمایا وباشد رسول شما برشما گواہ زیراکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین کہ درکدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابیکہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہان شمار و درجات ایمان شمار او اعمال نیک وبد بیشمار او اخلاص ونفاق شمار (تفسیر عزیزی ص۵۱۸ سورہ بقرہ)

یعنی اے امت تمہارے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) تم پر قیامت کے دن اس وجہ سے گواہی دیں گے کہ وہ نور نبوت سے ہر پرہیز گار کے مرتبہ کو جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور

یہ بھی جانتے ہیں کہ فلاں امتی کی ترقی میں فلاں چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے لہذا اسے امت میرے حبیب تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں اور تمہارے ایمان کے درجات کو جانتے ہیں اور تمہارے اچھے برے عملوں کو جانتے ہیں اور ایمانداروں کے ایمان اور منافقوں کے نفاق کو بھی جانتے ہیں۔

(۳۱) حضرت سیدنا ابوالعباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لو حجب عنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طرفة عین ما عددت نفسی من المسلمین

(الحاوی للفتاوی جلد دوم ص۲۶۳)

یعنی میں ہر وقت رسول اکرم شفیع اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ اگر حضور (فداہ ابی وامی) مجھ سے پلک جھپکنے کی مقدار غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہ جانوں

(۳۲) امام حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے فرمایا کہ

فحصل من مجموع هذه النقول والاحادیث ان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی بجسده وروحه وانه یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وهو بهیئته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شیء

(الحاوی للفتاوی ص۲۶۳ ج۲)

یعنی ان تمام دلائل اور احادیث مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسد انور اور روح پاک

کے ساتھ زندہ ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ملک وملکوت زمین وآسمان میں جہاں چاہیں سیر فرمائیں اور جہاں چاہے تصرف فرمائیں اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اسی ظاہری زندگی مبارکہ جیسی ہے جیسے کہ قبل وصال تھی کچھ بھی فرق نہیں آیا (ازالہ وہم)

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ اگر حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر وموجود ہیں تو حضور نظر کیوں نہیں آتے اس سوال مقدر کے جواب میں حضرت علامہ سیوطی نے فرمایا

وانہ مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاءً باجسادھم (الحاوی ص۲۵۴)

یعنی رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں سے یوں غائب ہیں جیسے فرشتے آنکھوں سے غائب ہیں حالانکہ فرشتے اپنے اجساد مبارکہ کے ساتھ زندہ ہیں پھر فرمایا۔

واذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد کرامۃ برویتہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راٰہ علے ھیئتہ التی ھو علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برویۃ مثالہ (الحاوی للفتاوی ص۲۶۴)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے حبیب پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہے تو حجاب اٹھا دیتا ہے اور زیارت کنندہ حضور کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس حالت پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین حیات

ظاہری میں جلوہ افروز تھے اس پر نہ تو کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی کوئی وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی صورت مثالی نظر آتی ہے (بلکہ خود رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بنفس نفیس نظر آتے ہیں) صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

(فائدہ) یہی خاتم المحدثین امام سیوطی قدس سرہٗ ہیں جنہوں نے ۷۵ بار جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے سیّد دوعالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ للامام الشعرانی صـ۴۴ ج۱) اور آپ کے حاضر وناظر کے متعلق دو رسالے ہیں تفصیل اسکی (ان شاء اللہ)

(۳۳) عارف باللہ علامہ نور الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سھل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ ایضا وانہ امتلاء الکون الا علی کامتلاء الکون الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ (جواہر البحار صـ۱۱۵ ج۴)

علامہ حلبی حضرت علامہ سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ رسول اکرم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم انور سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ کوئی محل خالی ہے نہ امکان نہ عرش خالی ہے نہ لوح وکرسی نہ قلم نہ کوئی خشک جگہ خالی ہے نہ

سمندر نہ ہموار زمین اور نہ برزخ خالی ہے نہ کوئی قبر خالی ہے جیسے سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے روضہ انور مملو (بھرا ہوا) ہے یوں ہی ملک اور یوں ہی ملکوت مملو ہے (فائدہ) علامہ حلبی کی حاضر و ناظر پر مستقل تصنیف ہے بنام تعریف اہل الاسلام والایمان بان سیدنا محمد الا لحلو منہ مکان ولازمان اسکا خلاصہ اسی کتاب دلوں کی چین میں لکھوں گا (انشاء اللہ)

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد الغزالی قدس سرہ نے فرمایا۔

واحضر فی قلبك النبی صلے اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیك ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (احیاء العلوم ص ۱۷۵)

حضرت امام احمد الصاوی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل رسول وما وقع لہ من لدن آدم الی ان ظھر بجسمہ الشریف ولکن لا یخاطب بہ اھل العناد (تفسیر صاوی ص ۲۰۶ سورہ قصص ذیر آیت وما کنت بجانب الطور فنادینا)

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اے محبوب جب ہم نے موسیٰ کو پکارا اس وقت آپ کوہِ طور کے پاس نہیں تھے یہ ارشاد عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے تاکہ مخالف پر حجت قائم ہو سکے لیکن عالم روحانی کے اعتبار سے تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر رسول کی رسالت پر حاضر ہیں بلکہ حضرت آدم سے لے

کہ حضور کی بعثت مبارکہ تک (ہر نبی رسول) کے ساتھ جو کچھ ہوا حضور سب پر حاضر ہیں لیکن مخالفین کے ساتھ اس روحانی اعتبار سے گفتگو کرنا فضول ہے۔

(۳۴) حضرت ملا علی قاری علیہ رحمتہ اللہ الباری نے فرمایا

فیہ تنبیہ انہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر ناظر فی ذالک العرض الاکبر

(مرقاۃ ص ۲/۴ وحاشیہ ص ۴۸۵)

یعنی اس میں زبردست تنبیہ ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں حاضر و ناظر ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

(۳۵) حضرت شیخ المحدثین قدس سرہٗ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا۔

چونکہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اپنی حقیقت کے اعتبار سے سارے موجودات اور کائنات میں حاضر و شاہد و موجود و ناظر ہے اس لیے ذات مصلی یعنی نماز پڑھنے والے کی ذات کے پاس بھی حاضر و شاہد ہیں اور سلام کو بصیغہ خطاب لانا حقیقت میں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے شاہد و مشہود حاضر و موجود ہونے کے اعتبار سے ہے

(تکمیل الحسنات مترجم ص)

(۳۶) مولانا عبدالحی لکھنوی نے فرمایا۔

السرفی خطاب التشہد ان الحقیقۃ المحمدیۃ

کانہا ساریۃ فی کل وجود وحاضرۃ فی باطن کل عبد (السحابیۃ)"

یعنی نماز کے قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بصیغہ خطاب سلام عرض کرنے میں حکمت یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر وجود میں ساری ہے اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے

(۲۷) عارف باللہ محمد بن عثمان میرغنی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

انہ صلے اللہ علیہ وسلم یسمعك ویراك ولو کنت بعید انانہ یسمع باللہ ویری بہ فلا یخفی علیہ قریب ولا بعید (سعادۃ الدارین ص۵۱)

یعنی اے درود پاک پڑھنے والے حبیب خدا سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام تیرے درود پاک پڑھنے کو سنتے ہیں اور تجھے دیکھتے ہیں اگرچہ تو مدینہ منورہ سے دور ہو کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی قدرت کے ساتھ سنتے اور دیکھتے ہیں لہذا حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہ تو کوئی قریب کی چیز پوشیدہ ہے نہ دور کی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۲۸) عارف باللہ سیدی علی بن علوی (آپ کا سن وفات ۵۱۲ھ ہے آپ نے فرمایا کہ۔

انہ کان یری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولیسئالہ عن امور تشکل علیہ فیبینہا لہ ویوضحہا وکان اذا قال فی التشہد او غیرہ

السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاتہ
لیسمع المصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقول
لہ و علیك السلام یا شیخ ورحمة اللہ و برکاتہ
(سعادۃ الدارین ص۱۴۱)

یعنی حضرت شیخ بن علوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم شفیع اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (بیداری) میں دیکھا کرتے تھے اور اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھ لیا کرتے تھے اور سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسکو وضاحت سے بیان فرمایا کرتے نیز حضرت شیخ موصوف جب کبھی سلام عرض کرتے تشہد میں یا غیر تشہد میں تو وہ اپنے کانوں سے سنتے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۲۹) سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔
وبعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ با جمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اندو ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند
(مکتوبات مبارکہ جلد اول ص۴۲)

یعنی رسالہ لکھ لینے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ سید دو عالم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مشائخ کرام سمیت حاضر (جلوہ افروز) ہیں اور وہی رسالہ اپنے دست مبارک میں لئے ہوئے ہیں۔

(۴۰) خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ۔
درود پاک کے آداب سے یہ ہے کہ درود پاک پڑھتے وقت
یہ خیال رکھے کہ آپ حاضر ہیں اور سن رہے ہیں اور منتظر و امید
وار رہے تاکہ درود پاک کے ذریعہ سے آنحضرت کی جناب سے
فیض پہنچے (صد ۵۶)

(۴۱) شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمہ اللہ نے فرمایا
نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (افضل البشر بھی ہیں لیکن حاضر و
ناظر بھی (انقلاب حقیقت صد ۲۷)
نیز فرمایا کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہتے
ہیں (انقلاب حقیقت صد ۶۲)

(۴۲) شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے فرمایا
پس باید کہ بندہ ہمچنانکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ را بپیوستہ بر جمیع احوال
خود ظاہراً و باطناً واقف مطلع بیند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
را نیز ظاہر و باطن مطلع و حاضر داند۔
(عوارف المعارف منقول از محک العقائد)
یعنی جیسے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ہر ظاہری و
باطنی احوال پر واقف اور مطلع جانتا ہے یوں ہی رسول اکرم
کو بھی ظاہری و باطنی احوال پر مطلع اور حاضر جانے

(۴۳) امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں
جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے
کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب و غریب کام

کر لیتے ہیں اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں وہ مختلف کام انجام دیتے ہیں اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف اجسام کی صورت میں متجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس بزرگ کا واقعہ ہے جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے اس کے باوجود ایک جماعت مکہ مکرمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے اس بزرگ کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ان سے یہ باتیں ہوئی ہیں ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے انہیں روم میں دیکھا ہے تیسری جماعت نے انہیں بغداد میں دیکھا۔

یہ سب اس بزرگ کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو ان تشکلات کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ از رحال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے مقامات میں امداد طلب کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے مصیبت دور کرتی ہیں بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی لطائف متشکل ہوتے ہیں اور یہ تشکل

کبھی عالمِ شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالمِ مثال میں۔
چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات، خواب میں نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں یہ سب آپ کی صفات اور آپ کے لطائف ہوتے ہیں جو مثالی صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں۔
اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور پیران کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔

(۴۳) مرقاۃ باب مَا یُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَہُ الْمَوْتُ کے آخر میں ہے وَلَا یُتَبَاعَدُ عَنِ الْاَوْلِیَاءِ حَیْثُ طُوِیَتْ لَھُمُ الْاَرْضُ وَحَصَلَ لَھُمْ اَبْدَانٌ مُکْتَسَبَۃٌ مُتَعَدِّدَۃٌ وَجَدُوْھَا فِیْ اَمَاکِنَ مُخْتَلِفَۃٍ فِیْ اٰنٍ وَّاحِدٍ،، یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہوسکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

(۴۴) شیخ تاج الدین کا واقعہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نقل فرمایا ہے

وفی مناقب الشیخ تاج	یعنی شیخ تاج الدین کے
الدین بن عطاء اللہ	مناقب میں ان کے کسی شاگرد
عن عطاء اللہ عن	سے منقول ہے اس نے کہا
بعض تلامذتہ، قال	کہ میں نے حج کیا جب
حججت فلما کنت فی	میں طواف میں تھا میں
الطواف رایت الشیخ	نے اپنے مرشد و شیخ

تاج الدین فی الطواف
فنویت ان اسلم علیہ
اذا فرغ من طوافہ فلما
فرغ من الطواف جئت
فلم ارہ ثم رایتہ فی
عرفۃ کذالک، وفی
سائر المشاھد کذلک
فلما رجعت الی القاھرۃ
سالت عن الشیخ
فقیل لی طیب فقلت
ھل سافر قالوا لا
فجئت الی الشیخ وسلمت
علیہ فقال لی من
رائیت فقلت یا سیدی
رایتک، فقال یا فلان
الرجل الکبیر یمدُّ
الکون لودعی القطب
من حجر لاجاب فاذا
کان القطب یمدُّ
الکون فسید المرسلین
صلے اللہ علیہ وسلم

تاج الدین کو طواف کرتے
دیکھا تو میں نے یہ نیت
کی کہ جب شیخ طواف سے
فارغ ہو جائیں گے تو میں
ان کو سلام کروں گا جب
آپ طواف سے فارغ
ہوئے میں وہاں گیا تو
آپکو نہ دیکھا پھر میں نے
ان کو عرفہ میں بھی اسی طرح
دیکھا اور ہر مشہد میں میں
ان کو دیکھتا رہا پھر جب
میں قاہرہ گیا تو میں نے
لوگوں سے حضرت شیخ کے
متعلق دریافت کیا تو لوگوں
نے جواب دیا کہ حضرت
اچھے ہیں تو میں نے ان
سے کہا کہ حضرت سفر پر
گئے تھے انہوں نے کہا
نہیں تو میں حضرت کی بارگاہ
میں حاضر ہوا اور سلام عرض
کیا یا سیدی میں نے آپ

من باب اولیٰ اھ
الحاوی للفتاوی
(ج ٢ ص ٤٥٤)

کو دیکھا تھا فرمایا اے
فلانے ایک قطب سارے
جہان دنیا کو بھر دیتا ہے

اگر اس قطب کو سوراخ سے پکارا جائے تو وہاں سے بھی جواب دے گا جب ایک قطب ساری دنیا کو پر کر لیتا ہے) تو حضور سید المرسلین تو بطریق اولیٰ ہر جگہ موجود ہوئے صلے اللہ علیہ وسلم۔

(٤٥) امام قرطبی تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ

ان الموت الانبیا انما
هُوَ راجع الیٰ ان
غیبوا تمنا بحیث لا
تدرکهم وان کانوا موجودین
احیاءٌ ذالك کالحال
فی الملائکة فانهم
موجودون احیاء ولا یراهم
احد من نوعنا
الا من خصه الله تعالیٰ
بکرامته

انبیاء علیہم السلام کی موت
کا مطلب یہ ہے کہ ہم
عوام سے پوشیدہ ہو گئے
ہم ان کا ادراک نہیں کر
سکتے یہ ملائکہ کی طرح نہیں
کہ وہ زندہ موجود ہیں ہم
میں سے انہیں کوئی نہیں
دیکھتا مگر اللہ تعالیٰ جسے
از روئے کرامت دکھاوے

(٤٦) حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ

وبهذا علم جواز رؤیة جماعة له صلے
علیه وسلم فی آن واحد من اقطار متباعدة

واوصاف مختلفة واجاب عن هذا ایضا البدر الذرکشی بانه صلی اللہ علیہ وسلم سراج ونور والشمس فی هذا العالم مثال نورہ فی العوالم کلها فکما ان الشمس یراها کل من فی المشرق والمغرب فی ساعة واحدة بصفات مختلفة کذالک هو صلے اللہ علیہ وسلم

سعادۃ دارین مطبوعہ مصر ص۴۱)

خلاصہ کلام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے اولیاء حاضر وناظر ہیں۔

حضور تو بطریق اولی حاضر وناظر ہیں۔

حضرت مولانا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔

قال القاضی وذلك ان النفوس الزکیه القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة عرجت واتصلت بالملا الاعلیٰ ولم یبق لها حجاب فتری الکل کالمشاهد	قاضی صاحب نے فرمایا کہ جب نفوس زکیہ قدسیہ علائق بدنیہ سے مجرد ہو جاتے ہیں تو عروج حاصل کر کے ملا اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں تو ان پاک نفسوں کے آگے کوئی حجاب وپردہ نہیں رہتا اسی لیے وہ ہر چیز کو مشاہدہ کرنے والے کی طرح دیکھتے ہیں

مرقات باب الصلوٰۃ علی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل ۲ صفحہ ج ۲)

(۴۷) پیران چشتیہ کا اہل کے مرشد اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مرید صادق آنرا گویند کہ	سچا مرید اسے کہتے ہیں
آنچہ پیر فرماید آں کند	کہ جو پیر فرمائے وہی کرے
وآنچہ نماید آں بیند وہمہ	اور ہر وقت پیر کو اپنے
اوقات پیر را براحوال	تمام حالات پر حاضر وناظر
خود حاضر و ناظر بیند وداند	دیکھے

(مفتاح العاشقین ص۳)

(۴۸) **نہ صرف ہم** بعینہ اس طرح دیوبندیوں کے قطب مولوی گنگوہی نے لکھا۔

ہم مرید بایقین داند کہ	مرید اس بات کا یقین
روح مقید مکان نیست پس	رکھے کہ شیخ کی روح ایک
ہر جا کہ مرید باشد قریب	جگہ پر مقید نہیں بلکہ جس
یا بعید اگرچہ از شیخ دور است	جگہ مرید ہوگا قریب یا
اما روحانیت اور دور نیست	بعید اگرچہ شیخ کی ذات
(امداد السلوک ص۱۰)	بعید ہو لیکن اس کی روحانیت
	سے دور نہیں ہے

(امداد السلوک اردو ص۲۴)

(۴۹) حضرت علامہ نور الدین حلبی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا۔

ان شہادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مستمرۃ بموجب حضورہ فی جمیع العوالم
وامتلاء الکون والمکان والزمان بہ رسالۃ
تعریف اھل الاسلام والایمان بان سیدنا
محمد الا یخلوا عنہ مکان ولا زمان)

(منقول از جواہر البحار صہ ۱۲۲)

یعنی رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت اس وجہ سے جاری ہے کہ رسولِ اکرم نورِ مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب جہانوں میں حاضر ہیں اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے کون و مکان اور زمان پُر ہیں

(۵۰) نیز فرمایا:

ان الملکین یقولان للمقبور ما تقول فی ھٰذا الرجل واسم الاشارۃ لا یشار بہ الا الحاضر ھٰذا ھو الاصل فی حقیقۃ معناہ واما قول بعض العلماء انہ یمکن ان یکون حاضرا ذھنا فلا سبیل الیہ ھنا لانا نقول لہ ما الذی دعا الی التجوز والعدول عن الحقیقۃ الیٰ ذالک فوجب ان یکون حاضرا بجسدہ الشریف بلا کلام

(جواہر البحار صہ ۱۱۶ سعادت الدارین صفحہ ۵۹ م)

یعنی قبر میں منکر نکیر تشریف لاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں ما تقول فی ھٰذا الرجل ۔ (ہذا اسم اشارہ ہے) اور

اور اسم اشارہ سے اس ذات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے جو حاضر ہو یہ اسم اشارہ کا حقیقی معنیٰ ہے اور بعض علماء کا یہ کہنا کہ ممکن ہے اسم اشارہ سے حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ ہو، ہم کہتے ہیں یہاں حاضر فی الذہن کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ حاضر فی الذہن کی طرف لے جانا اور مجاز اختیار کرنا اور حقیقت کو بلاوجہ چھوڑ دینا اسکا کون داعی ہے لہذا واجب ہوا کہ سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم پاک کے ساتھ قبر میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔

(۵۱) حضرت علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

قال ثم رایت ابن العربی صرح بما ذکرته من انه لا یمتنع رویة ذات النبی صلے اللہ تعالیٰ علیه وسلم بروحه وجسده لانه سائر الانبیاء احیاء ردت الیهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم فی الخروج من قبورهم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی ولا مانع من ان یراه کثیرون فی وقت واحد لانه کالشمس

یعنی فرمایا کہ پھر میں نے ابن عربی رحمتہ اللہ تعالیٰ کی اس کے متعلق جو میں نے کہا ہے تصریح دیکھی کہ سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح

جسم مبارک کے ساتھ زیارت کرنا ممتنع نہیں ہے اس لئے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے نبی علیہم السلام زندہ ہیں ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد ان کو واپس کر دی گئی ہیں اور ان کو مزارات مبارکہ سے نکلنے کی اور ملک و ملکوت میں تصرّف کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے اور اس پر کوئی استحالہ نہیں کہ سیدِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیک وقت بہت سارے لوگ زیارت کریں اس لیے کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج کی طرح ہیں۔

(سعادت الدارین ص۴۲۴)

(۵۲) عارف باللہ شیخ احمد قدس سرہٗ نے فرمایا۔

واذا داعی جماعۃ من الناس فی امکنۃ متباعدۃ رویتہ صلے اللہ علیہ وسلم یقظۃ فی آن واحد وھم من اھل الخیر والصلاح فانھم یصدقون فی ذلک لانہ صلے اللہ علیہ وسلم کالشمس فی الوجود فکما ان الشمس یراھا الذی بالمشرق والمغرب وغیرھما فی الوجود فکما ان الشمس یراھا الذی بالمشرق والمغرب وغیرھما فی آن واحد فکذالک ھو صلے اللہ علیہ وسلم (سعادت الدارین ص۴۲۴)

یعنی جب کہ متقی اور پرہیز گار لوگوں کی ایک جماعت

دور دور جگہوں سے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم نے بیداری کی حالت میں ایک ہی وقت میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو ان کی یہ بات قابل تسلیم ہے کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس کون و مکان میں سورج کی طرح ہیں تو جیسے کہ سورج کو ایک شخص مشرق میں دیکھتا ہے اور بعینہٖ اسی گھڑی دوسرا شخص مغرب وغیرہ میں دیکھتا ہے اسی طرح رسولِ خدا کو بیک وقت مشرق و مغرب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(فائدہ) یاد رہے کہ سورج کو کرہ ارض سے بدرجہا بڑا ہے اسی لیے ہر جگہ سے مشرق و مغرب سے شمال و جنوب سے ایک ہی جیسا دیکھا جا سکتا ہے یوں ہی سید العالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسد حقیقی کون و مکان سے فرش و عرش سے لوح و قلم سے بدرجہا بڑا ہے اسی لیے مشرق و مغرب سے شمال و جنوب سے بیک وقت زیارت کی جا سکتی ہے لیکن فرق ہے کہ سورج بعید ہے اور حبیب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم قریب ہیں النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم نیز یہ فرق کہ آفتاب فلک سراپا جلال ہے اس میں حدت ہے گرمی ہے یہ قریب آجائے تو جلا دے لیکن آفتاب رسالت سراپا رحمت ہیں انکے قریب ہونے کی وجہ سے راحت مل رہی ہے نیز یہ بھی فرق ہے کہ آفتاب فلک کے سامنے اگر پردہ آجائے تو وہ محجوب و مستور ہو جاتا ہے نظر نہیں۔

آسکتا لیکن آفتاب نبوت و رسالت کے سامنے ہزاروں پردے آجائیں وہ محجوب نہیں ہو سکتا۔

قال الاجھوری وقد یقال ان مراد الصوفیۃ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالشمس من حیث انہ یراہ کل واحد وان کان لیس کالشمس من حیث انہا اذا کانت بمکان محصور تحجب رویتہا عمن بمکان اخر بخلافہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ لا یحجب رویۃ المکان الذی ھو فیہ ولا غیرہ عن احد خرقا للعادۃ وکرامۃ لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالشمس فی ھذا۔

یعنی علامہ اجھوری نے فرمایا کہا جاتا ہے کہ صوفیہ کرام کی مراد یہ ہے کہ سید دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج کی طرح ہیں صرف اس حیثیت سے کہ آپ کی ہر شخص زیارت کرسکتا ہے (خواہ مشارق و مغارب میں ہو) لیکن اس حیثیت سے سورج کی طرح نہیں ہیں کہ سورج اگر پس پردہ ہو تو اسکو نہیں دیکھا جاسکتا لیکن رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پردوں اور حجابات کے پیچھے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے بطور معجزہ اور آپکی کرامت و بزرگی کی وجہ سے لہذا حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملہ میں سورج کی طرح نہیں ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (سعادۃ الدارین صفحہ ۴۴۲)

ہاں دیکھنے والے کی آنکھ میں استعداد ہونی چاہیے پھر کوئی چیز پردہ اور حجاب نہیں ہو سکتی جیسا کہ سیدنا ابوالعباس مرسی نے فرمایا کہ میں ایک لمحہ کے لیے حضور کو نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھوں۔

(سوال) بعض کا خیال ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو یا بیداری میں ہو حضور کی صورت مثالی نظر آتی ہے حضور خود بجسدہ نظر نہیں آتے یہ خیال غلط ہے۔

جواب عارف باللہ علامہ نورالدین حلبی نے فرمایا فمتی کان فی عالم الخیال والمثال و متی کان یقظۃ کان بصفتی الجمال و الاجلال و علے غایت الکمال کما قال القائل۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

یعنی جب حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت میں ہوتی ہے تو وہ عالم خیال اور عالم مثال میں ہوتی ہے اور جب بیداری میں ہوتی ہے تو سرور دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی صفت جلال واجلال اور پورے کمال کے ساتھ نظر آتے ہیں کسی قائل نے کیا خوب کہا ہے کہ خدا تعالیٰ پر محال نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ذات میں سارا جہان جمع کر دے والحمد للہ رب العالمین۔ (

(سعادۃ الدارین صفحہ ۵۸۴)

(۵۲) حضرت علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

واذا کان القطب یملاء الکون کما قال التاج ابن عطاء اللہ فما بالک بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(سعادۃ الدارین صفحہ ۴۴۲)

یعنی جب قطب سے کون و مکان پر ہے جیسے کہ ابن عطاء اللہ نے فرمایا تو اے مخاطب تیرا سرورِ کون و مکان صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیا خیال ہے۔

(سعادت الدارین صفحہ ۴۴۲)

(۵۷) تاج الدین ابن عطاء اللہ سکندری قدس سرہٗ نے فرمایا۔

یا فلان الرجل الکبیر یملاء الکون ولودعی القطب من جحر لاجاب اھ فاذا کان ھذا حال الرجل الکبیر فسید المرسلین اولیٰ

یعنی اے مخاطب رجل کبیر (قطب) سے جہان بھرا ہوا ہے اگر قطب کو کسی سوراخ سے بلایا جائے تو وہ جواب دے گا لہٰذا جب یہ حال قطب کا ہے تو سیّد المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطریق اولیٰ جہان پُر ہے۔

اپیل: اے میرے مسلمان بھائی اس فصل دوم اور پہلی فصل میں مندرجہ آیات و احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے اقوال کو ایمان کی نظروں سے پڑھ اور سیّد دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کے پیش نظر خود

فیصلہ کرے کفی بنفسك الیوم علیك حسیبنا وصلے اللہ تعالی علی حبیبہ سید الانبیاء والمرسلین وعلے الہ واصحابہ اجمعین)

۵۸) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ پھر الہی کی طرح سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے لکھا کہ۔

سئل بعضہم کیف یراہ الراؤن المتعددون فی اقطار متعددۃ وفی زمان واحد فانشدھم۔

کالشمس فی کبد السماء وضوئہا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

بعض علماء کرام سے سوال ہوا کہ متعدد لوگوں کو ایک وقت میں دور دراز مسافت کے لیے زیارت ہو جاتی ہے تو انہوں نے انہیں شعر سنایا اسکا ترجمہ یہ ہے یعنی نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سورج کو سمجھو کہ آسمان کے وسط میں ہے اور اسکی روشنی مشارق ومغارب میں ہے۔

الحاوی للفتاوی صـ۲۶۵ ج ۲ اور روح المعانی صـ۲۲ آیت صلوٰۃ وسلام)

۵۹) خاتمہ المحدثین علامہ سیوطی قدس سرہ نے فرمایا فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد اکرامہ برؤیتہ راہ علے ہیئتہ التی ھو علیہا لا مانع من ذالك ولا داعی الی التخصیص برؤیۃ مثالہ۔

(الحاوی للفتاوی صـ۲۶۳ ج ۲)

یعنی حبیب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر زیارت مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا انعام کرنا چاہے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور بندہ وہیں پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا ہے اس امر پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی اس تخصیص کی ضرورت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ نظر آتی ہے

(۶۰) صاحب روح البیان نے فرمایا کہ

قال الامام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ والرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام لہ الخیار فی طراف العوالم مع ارواح الصحابۃ لقد رآہ کثیر من الاولیاء الخ تفسیر روح البیان اختتام سورۂ ملک ج ۶ ص ۳۹۲)

(۶۱) امام سیوطی کے فتاویٰ میں ہے ولا یمتنع رویۃ ذاتہ الشریفۃ بجسدہ وروحہ وذلک لانہ صلے اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء احیاء رُدّت الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا واذن لہم بالخروج من قبورہم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی" الحاوی للفتاوی الیقظۃ لکھتے ہیں فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

(۶۲) حضرت امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا۔

ولا مانع من ان یتعدد الجسد امثالی الی ما یحصی من الاجساد مع تعلق روحہ القدسیۃ علیہ من اللہ تعالیٰ الف الف صلوٰۃ وتحیۃ بکل جد منہا ویکون ھذا التعلق من قبیل تعلق الروح الواحدۃ باجزا بدن واحد ولا تحتاج فی ادراکاتہا واحساساتہا فی ذلک التعلق الی ما تحتاج الیہ من الالات فی

تعلقها بالبدن فی المشاہد (الحاوی للفتاوی ص۲۵)

تعدادِ جسم مثالی سے کوئی شے مانع نہیں اور روح اقدس سے بھی تعلق رہتا ہے اور دوسرے اجساد سے بھی ایسے جیسے روح کا جسم اجزاء سے تعلق ہوتا ہے جسم کے ان کے ادراکات واحساسات میں بھی کوئی فرق نہیں ہوتا اور نہ ہی انہیں آلات کی ضرورت اور محتاجی ہوتی ہے۔

(۶۳) حضرت سیدنا ابو العباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرماتے ہیں۔

لو حجب عنی رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عددت نفسی من المسلمین (الحاوی للفتاوی جلد دوم ص۲۶۳)

یعنی میں ہر وقت رسول اکرم شفیع اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ اگر حضور (فداہ ابی وامی) مجھ سے پلک جھپکنے کی مقدار غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہ جانوں۔

(۶۴) امام حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

فحصل من مجموع ھذا النقول والاحادیث ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم حیّ بجسدہٖ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شئ (الحاوی للفتاوی ص۲۶۳ ج۲)

یعنی ان تمام دلائل اور احادیث مبارکہ کا ماحصل یہ ہے کہ سید الکونین مغیث الملوین غیاث الدارین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسد انور اور روح پاک کے ساتھ زندہ ہیں اور آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک وملکوت زمین وآسمان میں جہاں چاہیں سیر فرمائیں اور جہاں چاہیں تصرف فرمائیں اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حیات مبارکہ اسی ظاہری زندگی مبارکہ جیسی ہے جیسے کہ قبل وصال تھی کچھ بھی فرق نہیں آیا۔

(سوال) اگر حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر وموجود ہیں تو حضور نظر کیوں نہیں آتے اس سوال کے جواب میں حضرت علامہ سیوطی نے فرمایا۔

(الحاوی صـ۲/۲۶۵)

یعنی رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں سے یوں غائب ہیں جیسے کہ فرشتے آنکھوں سے غائب ہیں حالانکہ فرشتے اپنے اجساد مبارکہ کے ساتھ زندہ ہیں پھر فرمایا۔

واذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد کرامتہ برؤیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راہ ھیئتہ التی ھو علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برؤیۃ مثالہ

(الحاوی للفتاوی صـ۲/۲۶۴)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے حبیب پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمانا

چاہے تو حجاب اٹھا دیتا ہے اور زیارت کنندہ حضور کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس حالت پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین حیات ظاہری میں جلوہ افروز تھے اس پر نہ تو کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی کوئی وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی صورت مثالی نظر آتی ہے (بلکہ خود رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بنفس نفیس نظر آتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

(فائدہ) یہی خاتمۃ المحدثین امام سیوطی قدس سرہ ہیں جنہوں نے ۷۵ بار جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے سید دو عالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ للامام الشعرانی صہ ۴۴)

(۶۵) عارف باللہ علامہ نورالدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا مکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سہل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ ایضا وانہ امتلاء الکون الا علی کا متلاء الکون الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ (جواہر البحار صہ ۱/۲)

علامہ حلبی حضرت علامہ سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ رسول اکرم

نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم انور سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ کوئی محل خالی ہے نہ امکان نہ عرش خالی ہے نہ لوح و کرسی نہ قلم نہ کوئی خشک جگہ خالی ہے نہ سمندر نہ ہموار زمین اور نہ برزخ خالی ہے نہ کوئی قبر خالی ہے جیسے سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے روضہ انور مملو (بھرا ہوا) ہے یوں ہی ملک اور یوں ہی ملکوت مملو ہے۔

(۶۶) حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

واحضر فی قلبك النبی صلے اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(احیاء العلوم ص۱۷۱)

یعنی اے نمازی جب تو نماز کے قعدہ میں بیٹھے تو سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دل سے حاضر جان اور عرض السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۶۷) مفسر قرآن علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔

ھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ علے الخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل رسول وما وقع لہ من لدن آدم الی ان ظھر بجسمہ الشریف ولکن لہ یخاطب بہ اھل العناد۔

(تفسیر صاوی ص۲۰۶ ج۳)

سورہ قصص زیر آیت وما کنت بجانب الطور اذ نادینا"

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اے محبوب جب ہم نے موسیٰ کو پکارا اس وقت آپ کوہِ طور کے پاس نہیں تھے یہ ارشاد عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے تاکہ مخالف پر حجت قائم ہوسکے لیکن عالم روحانی کے اعتبار سے تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر رسول کی رسالت پر حاضر ہیں بلکہ حضرت آدم سے لے کر حضور کی بعثت مبارکہ تک (اس نبی رسول) کے ساتھ جو کچھ ہوا حضور سب پر حاضر ہیں لیکن مخالفین کے ساتھ اس روحانی اعتبار سے گفتگو کرنا فضول ہے

(۶۸) حضرت ملا علی قاری علیہ رحمتہ الباری نے فرمایا۔

فیہ تنبیہ نبیہ انہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر ناظر فی ذالک العرض الاکبر

(مرقاۃ ص۳۴۳ ج۱)

یعنی اس میں زبردست تنبیہ ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں حاضر و ناظر ہیں۔

(۶۹) فرمایا لا یبعد انہ صلے اللہ علیہ وسلم یشہد لنوح ایضاً لانہ محل منصرۃ (حاشیہ مشکوۃ)

(۷۰) اشعۃ اللمعات ص۲۴ میں ہے۔

وے صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال و افعال امت خود مطلع است دبر مقربان و خاصان خود ممد و مفیض و حاضر و ناظر است

یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے احوال اور افعال پر مطلع ہیں اور اپنے مقربان اور خواص کے مدد فرمانے والے اور فیض پہنچانے والے ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

(۲۴) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ دوئم میں ویکون الرسول علیکم شہیدا کے ماتحت لکھتے ہیں

و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ بر متدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان چیست وحجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص ونفاق شمارا لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہوں اس واسطے کہ آنحضرت بالواسطہ نورِ نبوت بر دیندار کے رتبہ دین پر مطلع ہیں کہ وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب نے اُسے ترقی سے روکا ہوا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے گناہوں، درجات ایمان، اچھے اور بُرے اعمال، اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں لہٰذا آپ کی گواہی دینا دنیا میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول

اور واجب العمل ہے۔

(۶۹) غوث الاولیاء سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

واقوی الارواح فی	تمام ارواح سے قوی تر روح
ذالک روحه صلے	نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام
اللہ علیہ وسلم	کی ہے پس پوشیدہ اس
فالھا لم یحجب عنھا	سے کوئی چیز نہیں
شئی من العالم	

(۷۰) حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ نے فرمایا۔

واعظم الارواح علمًا	علم اور نظر کے اعتبار
واقواھا نظرا روحه صلے	سے عظیم تر اور قوی روح
اللہ علیہ وسلم لانھا	ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ
یعسوب الارواح فھی	وسلم کی کیونکہ وہ بادشاہ
مطلعه علی جمیع	ہے تمام ارواح کی پس اُسے
ما فی العوالم۔	اطلاع ہے تمام جہانوں
(کتاب الابرایر صلکم)	کی چیزوں پر۔

(یعنی نظر بصیرت سے سب کچھ دیکھتے ہیں)

(۷۱) جلال الملت والدین امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں

عالم بلکہ مشاہدہ رکھنے والا۔ العارف الصاوی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اشار بذالك الی ان الشهيد معناه الذی لا یغیب عنه شئی یعنی امام سیوطی نے اس طرف اشارہ

کیا ہے کہ شہید اسے کہتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔

(صاوی شریف جلد ۲ ص ۸۱)

(۷۱) نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من النظر فی اعمال	عالم برزخ میں حضور علیہ
امته والاستغفار لهم	الصلوٰۃ والسلام کے جملہ
من السیئات والدعا	اشغال میں سے یہ امور بھی
بکشف البلا عنهم	ہیں ہیں امت کے اعمال میں
والتردد فی اقطار الارض	نظر اُن کے گناہوں کی بخشش
بحلول البرکته فیها	کی دعا اور ان سے مصیبت
وحضور جنازة من مات	دور کرنے کے لیے دعا کرنا
من صالحی امته فان	اور روئے زمین میں برکت
هذه الامور من	دینے کے لیے آنا جانا اور
جماته اشغاله فی	اپنی امت کے اولیاء کے
البرزخ	جنازوں میں شرکت۔

(انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء)

(۷۲) العارف الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بہجۃ النفوس والاسماع میں بعض اکابرین اولیاء کے بعض مخصوص کمالات کا ذکر کیا ہے اور یوں فرماتے ہیں۔

ومنها شدة قربهم	کمالات مخصوصہ میں ایک
من رسول الله صلے	شدید ترین قرب الٰہی
الله علیه وسلم کل	بھی ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

وقت فلا یکاد یحجب عنہم فی لیل او نہار حتی ان بعضہم صحح عدۃ احادیث عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعض الحفاظ بضعفہا من طریق النقل الظاھر فتقوت بذالک عندہ وقد ادرکت جماعتہ ممن لہم ھذا المقام منہم سیدی علی الخواص وسیدی علی المرصفی واخی افضل الدین والشیخ جلال الدین السیوطی والشیخ نور الدین الشونی والشیخ محمد الصوفی صہ۳

والسلام کے ساتھ پس نہیں پوشیدہ ہوتے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے بعض نے کچھ حدیثیں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح کی ہیں جن کو بعض حفاظ نے ظاہر طریقہ نقل کے اعتبار سے ضعیف کہا تھا اور اس مقام کے حضرات ہیں سے ایک جماعت کو میں نے پایا ہے ان میں سے سیدی علی خواص سیدی علی مرصفی میرے بھائی افضل الدین شیخ جلال الدین سیوطی شیخ نور الدین شونی شیخ محمد صوفی ہیں

(۱۴۷) العارف الصاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ علی الخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالتہ کل

یہ عدم موجودگی جسمانی عالم کے اعتبار سے ہے تاکہ مخالف پر حجت قائم کی جائے مگر باعتبار عالم روحانی

رسول وما وقع له من لدن آدم الى ان ظهر بجسمه الشريف ولكن لا يخاطب به اهل العناد (تفسیر صاوی شریف جلد ۳ صفحہ ۱۸۲)

پس آپ پر رسول کی رسالت اور جو کچھ اس کے ساتھ وقوع میں آیا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جسم شریف کے ظاہر ہونے تک آپ سب پر حاضر ہیں لیکن اہل عناد سے اس طریق پر خطاب نہیں کیا جاتا۔

(فائدہ) یہ صاوی وہی ہے جو شرح جلالین کے نام سے مشہور ہے

(۷۵) احمد شہاب الدین بن حجر مکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

لا مانع من ان يراه كثيرون في وقت واحد لانه كالشمس واذا كان القلب يملأ الكون قاله التاج بن عطاء الله فما بالك بالنبي صلى الله عليه وسلم (فتاوی حدیثیہ ص۲۵۶)

کوئی مانع نہیں کہ ایک وقت لوگوں کی کثیر تعداد نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوں کیونکہ آپ مانند سورج کے ہیں اور جب کہ ایک قطب سے کائنات کی کوئی جگہ خالی نہیں جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں تیرا خیال ہے۔

(۷۶) علامہ جلال الدین دوانی اخلاق جلالی ص ۲۵۶ میں لکھتے ہیں

باطباق اصحاب نظر و برہان و اتفاق ارباب شہود و عیان نخستین گوہریکہ مرکن بکون بوسیلہ قدرت و ارادت بیچوں از دریائے غیب مکنون بساحل شہادت آمد جوہرے بسیط نورانی بود کہ بعرف حکما آں را عقل اول خوانند و در بعضی اخبار تعبیر ازاں بعلم اعلیٰ رفتہ و اکابر ائمہ کشف و تحقیق آں را حقیقت محمدیہ خوانند و آں جوہر نورانی خود را مبدع خود را و ہرچہ از مبدع بتوسط او صادر تواند شد از افراد موجودات چنانکہ بود و ہست و خواہد بود بدانست و تمام حقائق اعیان بر سبیل انطوای علمی در حقیقت او مندرج و مندمج بود چنانکہ دانہ مشتمل است بنوعی از اشتمال بر اغصان و اوراق و اثمار موجودات در مواد عینی بر نلوہماں ترتیب کہ دراں جوہر مستکن است از مکمن قوت بمظہر فعل واز کتم غیب بفضاء شہود می آیند۔

یعنی حکماء و فلاسفہ ارباب مشاہدہ اور اصحاب کشف کے اتفاق سے پہلا جوہر جو کن فیکون کے امر سے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور قدرت کے ذریعہ عالم غیب سے ظاہر ہوا ایک بسیط نورانی جوہر تھا جس کو حکماء کی اصطلاح میں عقل اول کہتے ہیں اور بعض اہل علم نے اس کو علم اعلیٰ سے تعبیر کیا ہے اور کشف و تحقیق کے اکابر آئمہ اس کو حقیقۃ محمدیہ کہتے ہیں اور اس جوہر نورانی نے اپنے آپ کو اپنے پیدا

کرنے والے کو اور افرادِ موجودات سے جو کچھ پیدا کرنے والے سے اس کے واسطے سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ تھا اور ہے اور ہو گا جان لیا اور تمام موجودات و ممکنات کی حقیقتیں بر سبیلِ صورِ علمیہ اس کی حقیقت میں درج اور موجود تھیں جیسا کہ دانہ ایک طرح پر ٹہنیوں پتوں اور پھلوں پر شامل ہوتا ہے موجودات ظاہری وجود میں اسی ترتیب کے مطابق کہ جو اس جوہر میں پوشیدہ ہے قوت کے باطن سے فعل کے مظہر میں اور غیب کے پردہ سے ظہور کی فضا میں آتے رہتے ہیں۔

(فائدہ) ماہرینِ علم حدیث اور حاملین ارشاداتِ نبوی کے نزدیک کتاب وسنّت کی روشنی میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہ صرف یہ کہ تمام موجودات وممکنات کی اصل ہیں بلکہ ان کی تحقیقاتِ انیقہ سے آپ موجودات کے ذرّہ ذرّہ میں اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں حاضر وناظر اور موجود ہیں آپ عالم ماکان ومایکون بھی ہیں اور ذرّات عالم میں موجود بھی بلکہ جو جس حیثیت سے آپ سے کٹ گیا اسی حیثیت سے نیست ونابود ہو گیا یہ ہے وہ تحقیقی عقیدہ جس سے توحید اور اجاگر ہوتی ہے۔

(۷۷) روح المعانی پ ۲۲ ص ۲۵ میں ہے۔

نقل الشیخ صفی الدین ابن ابی منصور والشیخ عبدالغفار عن الشیخ ابی العباس الطنبی من

انہ رای السماء والارض والعرش والکرسی مملؤۃ من رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وینحل بہ السوال عن کیفیۃ رویتہ المتعددین لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی زمان واحدٍ فی اقطار متباعدۃ ولا یحتاج معہ الی ما اشار الیہ بعضھم قد سئل عن ذلک فانشد

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

شیخ صفی الدین بن ابی منصور اور شیخ عبدالغفار نے شیخ ابوالعباس طبخی سے یہ نقل کیا ہے کہ بے شک انہوں نے آسمانوں اور زمینوں اور عرش وکرسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے بھرپور دیکھا اور اس سے ایک ہی وقت اطراف بعیدہ میں متعدد اشخاص کا حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کی کیفیت کا سوال حل ہوجاتا ہے اور اس مشکل کے حل کے لیے تاویل ذیل کی ضرورت نہیں رہتی جو بعض علماء نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کی ہے کہ آپ سورج کی طرح ہیں کہ آسمان کے وسط میں ہے اور اس کی روشنی مشارق ومغارب پر چھائی رہتی ہے صہ ۔

الیواقیت والجواہر صہ ۳۴ میں امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ۔

ومنها شهود الجسم الواحد فی مکانین فی آنٍ واحدٍ کما رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ فی اشخاص بنی آدم السعداء حین اجتمع بہ فی السماء الاولی کما مرو کذلک آدم وموسیٰ وغیرھما فانھم فی قبورھم فی الارض حال کونھم ساکنین فی السمآء فانہ قال رایت آدم رایت موسیٰ رایت ابراھیم واطلق وما قال رایت روح آدم ولا روح موسیٰ فراجع صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ فی السماء وھو بعینہ فی قبرہٖ فی الارض قائمًا یصلی اوردتیا من یقول ان الواحد لا یکون فی مکانین کیف یکون ایمانک بھذا الحدیث فان کنت مومنا فقلد وان کنت عالمًا فلا تعرض فان العلم یمنعک ولیس لک الاختیار فانہ لا یختیر الا اللہ ولیس لک ان تتاول ان الذی فی الارض غیر الذی فی السمآء لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رایت موسیٰ ان لم یکن عینہ فالاخبار عنہ کذب انہ موسی ھذا۔

یعنی ان میں سے ایک جسم کا ایک ہی لحظ میں دو مکانوں میں ہونا جیسا کہ شب معراج رسول اللہؐ صلے

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اولاد آدم کے سعید اشخاص میں دیکھا جب کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آسمان پر ملے جیسا کہ گذرا اور اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام اور موسیٰ وغیرہما علیہم السلام سے ملاقات فرمائی پس یہ زمین میں اپنی اپنی قبروں میں ہیں حالانکہ وہ آسمانوں میں ساکن ہیں پس بے شک آپ نے فرمایا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور بلا قید فرمایا اور نہیں فرمایا کہ میں نے حضرت آدم کی روح کو دیکھا اور نہ یہ ارشاد ہوا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بارِ دگر دیکھا حالانکہ وہ بعینہٖ زمین میں اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے پس اے وہ کہ ایک جسم کے دو مکانوں میں ہونے کو نہیں مانتا تیرا اس حدیث پر کس طرح ایمان ہوگا پس اگر تو مومن ہے تو مان لے اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر کیونکہ علم تجھے اعتراض سے روکے گا اور حقیقت کا علم تیرے لیے نہیں حقیقی علم تو صرف اللہ ہی کو ہے اور تجھے جائز نہیں کہ تو تاویل کرے کہ وہ جو زمین میں تھا اس کا غیر تھا جو آسمان میں تھا اس لیے کہ حضور نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور بلا قید فرمایا اور

اسی طرح ان سب انبیاء کے متعلق فرمایا جن کو آپ نے آسمانوں میں دیکھا پس اگر آسمان میں وہی حضرت موسیٰ نہ تھے تو ان سے خبر دینا معاذ اللہ جھوٹ ہے کہ یہ وہی حضرت موسیٰ تھے خوب سمجھ لے۔

شب معراج انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانے کے حوالے

تفسیر ابن جریر ص۳ ج۱۵ مواہب لدنیہ ص۱۶ ج۲ بخاری ص۹۶ ج۱ صحیح مسلم ص۹۳ ج۱ نیز بخاری باب الاسراء تقریباً باب المعراج میں اکثر کتب احادیث و سیر و تواریخ میں یہ حوالہ پایا جاتا ہے۔

(۷۹) مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی اپنے مکتوب ۸۲ جلد اول ص۲۲۵ میں رقمطراز ہیں۔

بیٹے کی قرابت والدین سے صرف مادی اور جسمانی ہے جس پر جملہ النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم۔ دلیل کامل ہے جبکہ ارواح مومنین سے ان کے نفوس سے بھی زیادہ قریب ہوئے جو کہ لفظ اولی کا مدلول مطابقی ہے تو وہ قرب مفہوم ہوا جو کہ ابا کے قرب سے بھی زیادہ قوی اور کامل ہے کیونکہ کلیت وجزیت کا قرب نفس شے کے قرب سے کمزور ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

لفظ اولی اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قرب نفوس مومنین کے اپنے قرب سے بھی زیادہ ہے۔

(۸۰) حضرت شیخ ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابو العباس تو نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے حکم دیا کہ بیت المقدس جاؤ تاکہ تو رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان لے جب میں وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اذا السماء والارض والعرش والکرسی مملوۃ من النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(الحاوی للفتاوی ص۲۴۵)

یعنی دیکھا کہ زمین و آسمان عرش و کرسی سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پر ہیں جب یہ دیکھ کر میں واپس خواجہ عبد الرحیم قدس سرہ کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا اے ابو العباس کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا میں نے عرض کیا ہاں دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا اب تیری طریقت پوری ہو گئی پھر فرمایا۔

لم تکن الاقطاب اقطاباً والاوتاد اوتاداً والاولیاء اولیاء الا بمعرفتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(الحاوی للفتاوی ص ۲۵۴ ج ۲)

یعنی ولی ولی نہیں بن سکتے اوتاد اوتاد نہیں بن سکتے اور قطب قطب نہیں بن سکتے جب تک وہ سیّد دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پہچان لیں۔

(۸۱) حضرت علامہ حلبی قدس سرہ نے فرمایا۔

ومن البراھین علٰے ذالک ایضا انہ یجوز ویمکن ویتحقق ان یجعل اللہ تعالیٰ العوالم العلویۃ والسفلیۃ بین یدی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کجعلہ تعالیٰ الدنیا بین یدی سیدنا عزرائیل فان الملک الجلیل عزرائیل سئل کیف تقبض روح رجلین حضر اجلھما معًا احدھما فی اقصی المشرق والاٰخر فی اقصی المغرب فقال ان اللہ تعالیٰ قد روّی لی الدنیا بجمیع اکوانہا فجعلھا بین یدی کالقصعۃ بین یدی الاکل اتناول منھا ما شئت

(جواھر البحار ص)

یعنی سیّد دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے

حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین کو ایک تھالی کی طرح کر دیا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کون و مکان زمین و آسمان عرش و کرسی کو کر دیا یہ امر جائز بھی ممکن بھی ہے اور عقل بھی اسے تسلیم کرتی ہے اس عظیم الشان فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ ان دوسرے دوں کی روحیں کیسے قبض کر لیتے ہیں جن کے مرنے کا وقت ایک ہی ہو لیکن ان میں سے ایک انتہاء مشرق میں ہو اور دوسرا انتہاء مغرب میں ہو تو حضرت ملک الموت نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ساری روئے زمین میرے سامنے یوں کر دی ہوئی ہے جیسا کہ کھانے والے کے سامنے پیالہ ہوتا ہے وہ جہاں سے چاہے لقمہ اٹھا لیتا ہے یوں ہی میں بھی جہاں سے چاہوں روح نکال لیتا ہوں۔

(۸۲) حضرت غوث وقت سیدی عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ روح انور جس وقت جسم مقدس میں سکون پذیر ہو گیا تو جسم اطہر میں بھی وہ تمام کمالات حاصل ہو گئے جو روح میں تھے اور روح کی طرح ہی جسم بھی مبصرات، مسموعات، مشمومات، مذوقات، ملموسات اور دیگر معلومات پر مطلع ہونے لگا یہی وجہ نبی کریم علیہ السلام سے آگے پیچھے برابر دیکھنا ثابت ہے

(۸۳) محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یری من جمیع

جہاتہ یعنی حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ہر طرف سے دیکھتے ہیں

(۸۴) شیخ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں لانہ کان یرای من کل جہتہ من حیث کان نوراً یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر طرف سے دیکھتے تھے کہ آپ نور تھے۔

(۸۵) الامام العلامۃ الشیخ علی نورالدین الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ فرماتے ہیں۔

فمن الدلیل النقلی ما دنیا فی عوالیتا الصحیحۃ فی مسانیدھا الثابتۃ الرجیحہ کما ھو ثابت عند جمیع الحفاظ وعند جمیع اھل المعانی والالفاظ من انہ صلے اللہ علیہ وسلم بلیلۃ الاسرای اخاہ موسٰی علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ وجا نبینا الی بیت المقدس فراٰہ ایضا بین یدیہ وصلی موسٰی خلفہ مقتد بایہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم فارقہ وصعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی السماء الرابعۃ فوجدہ فیہا او فی غیرھا فان کان ھذا موسٰی وھو دون نبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم فی الرتبۃ فنبینا بکونہ موجوداً فی کل مکان وکونہ مقیما فی قبرہ اجدر واحق واحدی واولی

(جواہر البحار ص ۱۱۱ ج ۲)

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کی دلیل نقلی یہ ہے جو کہ صحیح احادیث میں موجود ہے اور تمام

حفاظ حدیث کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پہلے ہی موجود پایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہیں چھوڑ کر چوتھے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پایا پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام درجہ میں بہت بلند ہیں کا حال یہ ہے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ موجود ہونا اور اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہونا حق اور بدرجہ اولیٰ ہے۔

ازالہ وہم

جن دلوں سے عظمت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ گئی ہے وہ اسے ناممکن سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نا صرف ممکن نہیں بلکہ حقیقت ہے کیونکہ سورج کے بارے میں ہے کہ۔

سورج حاضر وناظر

تدنی الشمس یوم القیامۃ من الخلق حتی تکون منھم کمقدار میل، قیامت کے روز سورج کو تمام مخلوق سے ایک میل کی مقدار قریب کر دیا جائے گا، کیوں جناب اب بھی مسئلہ حاضر وناظر

ہیں کوئی خفا باقی ہے یہ وہ میدان ہے جہاں تمام مخلوق جن وانس، چرند پرند اکٹھے ہوں گے اور سورج سب سے ایک ہی میل پر قریب ہو گا۔

قرآنی استدلال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک وصف سراج منیر بیان فرمایا ہے یعنی آفتاب جگمگا دینے والا اگر محشر کا آفتاب ہر ایک سے برابر قریب ہو سکتا ہے تو مدینہ منورہ کے آفتاب درخشندہ و درخشانندہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے پاس ہر جگہ حاضر و ناظر کیوں نہیں ہو سکتے واللہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیرٌ۔

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا
یغشی البلاد مشارقا و مغاربا

جیسے سورج ہے تو آسمان میں لیکن اسکی روشنی شہروں کو مشرق و مغرب تک ڈھانپ لیتی ہے۔

(۸۶) علامہ نور الدین حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج کے لیے ایسا مکان بنا دیا ہے کہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ میں موجود رہتے ہوئے ہر جگہ ہر گھر جلوہ گر ہوتے ہیں فلا یدع ان یکون قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بطیبۃ کذالک (تو اس میں کون سی اچھنبے اور تعجب کی بات ہے کہ مدینہ منورہ

ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سبز گنبد قبر انور کو بھی
یہ مرتبہ حاصل ہو کہ حضور وہاں ہوں اور ہر جگہ بھی موجود
ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۸۷) حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات کے بیے
روح ہیں حتیٰ کہ ارواح کے بھی روح ہیں حضرت شیخ اکبر ابن
عربی فرماتے ہیں اعلم بیدك اللّٰہ ان اصل
الارواح روح محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم فھو
اول الاباء روحا وآدم اول الآباء جسما بے شک
ہمارے تمام روحوں کا اصل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم
کا روح ہے تو آپ روحوں کے لحاظ سے اول باپ ہیں
اب دیکھئے کہ روحوں کے لحاظ سے اول باپ ہیں اور
آدم علیہ السلام (جسموں کے لحاظ سے اول باپ ہیں)
اب دیکھے کہ روح کا اصل مکان دل ہے مگر جسم کا
کوئی حصہ بھی ایسا نہیں جہاں روح نہ ہو اور جب حضور
پر نور صلے اللہ علیہ وسلم جان جہان ہیں تو ضرورۃً ثابت
ہوا کہ تمام جہان میں ہر جگہ موجود ہیں اگرچہ بظاہر مدینہ
منورہ میں موجود ہیں چنانچہ سیدی عبدالعزیز دباغ علیہ
الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی
روح مقدس تمام ارواح کی بادشاہ اور سب سے اعظم ہے
کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو پر کیے ہوئے ہے

(۸۸) غوث کبیر شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے

ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ کے انوار سے تمام جہان پر ہے اور عالم کی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور نہ ہو اور وہ نور آئینہ کی طرح ہے تو جن مقدس حضرات کو حق تعالیٰ چشم بصیرت عطا فرماتا ہے وہ ہر جگہ حضور کی صورت مقدسہ کی زیارت کر لیتے ہیں جس طرح آئینہ میں انسان اپنا چہرہ دیکھتا ہے اسی لیے مشرق و مغرب کے مختلف حصوں میں ایک آن میں بے شمار لوگ زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور یہ امر حضور کے اختیار میں ہے جس کو چاہیں اپنی صورت مرتسمہ کی زیارت کرائیں جس کو چاہیں اپنی ذات کریمہ کی زیارت کرائیں اور اس کے علاوہ تمام انبیاء و رسل اور تمام اولیاء امت کی صورتوں میں بھی زیارت کرواتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے مریدوں کو اپنے پیروں کی ذات میں حضور کی زیارت نصیب ہوتی ہے صلے اللہ علیہ وسلم تو اس طرح حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھا جا سکتا ہے۔

دلیل نمبر (۱۷) ایک صحابی کو خواب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی خیال آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا بیداری میں بھی دیکھے گا اس فکر میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کا آئینہ دکھایا وہ صحابی کہتے ہیں میں نے جب وہ آئینہ دیکھا

تو نبی کریم علیہ السلام کا دیدار نصیب ہو گیا۔

(۸۹) حضرت امام غزالی قدس سرہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں کہ ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری انبیاء ملائکہ را و ہمکلام می شوند با ایشان صاحب دل حضرات بیداری میں انبیاء وملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی فرماتے ہیں

(۹۰) حضرت علامہ نور الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الملکین یقولون للمقبور	دونوں فرشتے صاحب قبر
ما تقول فی ھذا الرجل	سے سوال کرتے ہیں کہ تو
واسم الاشارۃ لا ینا	اس شخص کے حق میں کیا
دیہ الا لحاضر ھذا	کہتا ہے اور ہذا اسم
ھو الاصل فی حقیقۃ	اشارہ کیا جاتا ہے اور
معناہ واما قول العلماء	یہی اصل اور حقیقی معنی
انہ یکون حاضرا ذھنا	ہیں اور بعض علماء نے کہا
فلا سبیل الیہ ھنا لانا	ہے کہ آپ مسئول کے ذہن
نقول لہ ما الذی دعا	میں حاضر ہوتے ہیں تو
الی التجوز والعدول عن	ہم کہیں گے کہ حقیقی معنی
الحقیقۃ الی ذالک واجب	سے تجوز اور عدول کی کون
ان یکون حاضرا بجسدہ	سی دلیل ہے پس واجب
الشریف بلا کلام	ہے کہ آپ اپنے جسم پاک
(جواھر البحار جلد ۲ ص۱۱۶)	سے ہی حاضر ہوتے ہیں اس
	میں کلام کی گنجائش نہیں۔

(۹۱) یہی علامہ علی نور الدین حلبی فرماتے ہیں۔

حکی الجلال السیوطی وغیرہ فی الکتاب المذکور (یعنی تنویر الحلک بامکان رویۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم والملک) وغیرہ ان العارف ابا العباس الطبنجی قال ذھبت الی الاستاذ احمد الرفاعی یسلکنی فقال لی ھل عرفت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذھب الی شیخک عبد الرحیم القنادی لیعرفک بہ لیصح اللہ السلوک قال فذھبت الیہ فقال لی اذھب الی بیت المقدس یکشف لک عن ذالک فلما جئت بیت المقدس کشف اللہ تعالٰی عن بصری فرایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ملاء السمٰوات والارض والعرش والکرسی وملاء سائر الاقطار والاکوان

(جواہر البحار جلد ۲ ص۱۱)

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنویر الحلک میں اور دیگر علماء نے اپنی دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ عارف ابا العباس الطبنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں استاد احمد رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مجھے طریقۂ سلوک تعلیم فرما دیں آپ نے فرمایا کیا

تو نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچانا ہے جا اپنے
شیخ عبدالرحیم قناوی کے پاس کر وہ تجھے نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی معرفت کرادیں تاکہ تیرا طریقہ سلوک صحت کو
پہنچے آپ فرماتے کہ پھر میں استاد مکرم کی خدمت
میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف
جا وہاں تیرے نور منکشف ہوگا جب میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ
تعالیٰ نے میری نظر سے حجاب اٹھا دیا تو میں نے
دیکھا کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں اور
زمینوں اور عرش و کرسی اور تمام اطراف و کائنات پر ہیں

(۹۱) حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ نے لکھا کہ

سمعت من بعض الثقات، ممن کان یریٰ
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ
یقول ذھبنا الی الحج فلما زرت قبر النبی صلے
اللہ علیہ وسلم اخذتنی حالتہ وقلت
یا رسول اللہ ماظننت انی اصل الی مدینتکم
ثم ارجع الی فاس فسمعت ندآء منکم فلیبق ھٰھنا
وان کنت مع امتی حیثما کانت فارجعوا الی
بلادکم قال فرجعت الی بلادی

(کتاب الابریز صفحہ ۲۲۴)

سیدنا احمد بن المبارک السلجماسی فرماتے ہیں کہ سنا
ہے میں نے ایک ایسے معتبر شخص سے جو کہ حالتہ

بیداری میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حج کے لیے گئے اور حبیب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر پہنچے تو مجھ پر حالت رقت طاری ہو گئی اس نے عرض کیا یا رسول میرا خیال نہ تھا کہ میں آپ کے شہر مبارک میں پہنچ کر پھر واپس اپنے شہر فاس کو لوٹ آؤں تو قبر انور سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تو میں اس قبر میں بند ہوں تو تم جو یہاں آئے ہو یہاں پر ہی رہو اگر میں اپنے امتی کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ ہو تو تم اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ وہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اپنے شہر فاس کو واپس آگیا۔

(۱۳) امام جلال الملۃ والدین حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بہت سی احادیث اور اقوال علماء جو کہ حالت نیند اور بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قد تحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسده وروحه وانه یتصرف حیث شاء فی اقطار	تحقیق اس مجموعہ نقول اور احادیث سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی روح اور جسم کے ساتھ حیات ہیں اور یہ کہ آپ تصرف

الارض وفی الملکوت
وھو بھیئتہ التی
کان علیھا قبل وفاتہ
لم یتبدل منہ شیء
وانہ یغیب عن الابصار
کما غیبت الملائکۃ
مع کونھم احیاء باجسادھم
فاذا اراد اللہ تعالیٰ
رفع الحجاب عن من
اراد کرامتہ برؤیتہ
راٰہ علیٰ ھیئتہ التی
ھو علیھا لا مانع
من ذالک ولا داعی
الی التخصیص برؤیتہ
المثال (تنویرالمثال)

فرماتے ہیں جیسا چاہیں
روئے زمین اور ملکوت
ہیں اور آپ اسی حالت
پر ہیں جس پر وفات سے
پہلے تھے کچھ بھی آپ میں
تبدیل نہیں ہوا اور یہ کہ
آپ غائب ہیں نظروں
سے جیسا کہ فرشتے غائب
ہیں باوجودکہ وہ اپنے جسموں
کے ساتھ زندہ ہیں جب
اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس
کے لیے چاہتا ہے حجاب
کو دور فرما دیتا ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے
وہ دیکھتا آپ کو اسی حالت
پر جو کہ آپ کی تھی پس اس
سے کوئی دلیل مانع نہیں
ہے اور نہ ہی کوئی ایسی
دلیل ہے کہ رؤیت کو
مثالی کے ساتھ خاص
کیا جائے۔

(۹۴) علامہ علی نورالدین حلبی امام سیوطی کی یہ عبارت نقل فرمانے کے بعد خود فرماتے ہیں۔

ان الامر کما قاله الجلال السیوطی واخص من ذالك وان الذی اراه ان جسده الشریف لا یخلو منه زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سهل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیه ایضاً وانه امتلا الکون الاعلی به کامتلاء الکون الاسفل به کامتلاء قبره به (جواهر البحار جلد۲ ص۱۵)

بے شک معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جلال سیوطی نے اور اس سے بھی بڑھ کر اور بے شک جس نے دیکھا ہے آپ کی ذات کو کہ نہیں خالی ہے آپ کے جسم پاک سے کوئی زمانہ نہ کوئی مکان نہ کوئی محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کوئی کرسی نہ قلم نہ خشکی نہ تری نہ میدان نہ پہاڑ نہ برزخ نہ قبر جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ پُر کیا ہے آپ کی ذات سے عالم اعلیٰ کو جیسا کہ پُر کیا آپ سے عالم اسفل کو جیسا کہ پُر کیا آپ کی ذات سے آپ کی قبر انور کو۔

(۹۵) علامہ علی نورالدین حلبی نے فیصلہ فرمایا ہے۔

وبالجملہ والتفصیل	بالآخر یہ بات ہے کہ نبی
فھو صلے اللّٰہ علیہ	صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے
وسلم موجود بین اظہرنا	درمیان حسی ومعنوی طور
حسًا ومعنیً وجسمًا وروحًا	پر اور باعتبار جسم اور
وسرًّا وبرھانًا ۔	روح کے اور باطن اور ظاہر
(جواھر البحار جلد ۲ صـ ۱۲۴)	کے موجود ہیں اور اپنے مقام
	خاص ہی سے

(۹۶) دربار حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین کا بیان خدام حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ العزیز کی جس قدر تصانیف طبع ہو چکی ہیں ان میں بعض ترجمہ اصل کلام کا صحیح ترجمہ نہیں ہیں اور ان میں مترجم حضرات اصل مطلب سے بعض مقامات پر دور چلے گئے ہیں جن سے ہم متفق نہیں ہیں لہٰذا حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے حضرات اصل کلام کی طرف خود غور اور رجوع کریں مثلاً دیوان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے شعر

یقین دانم درین عالم لا معبود الا ھو
ولا موجود فی الکونین لا مقصود الا ھو

ترجمہ میں نال یقین کامل کمل ایہ گل ثابت ہوئی دو دین جہانیں حاضر وناظر اللہ باجھ نہ کوئی لکھ دیا ہے جو کہ خود حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مشرب کے خلاف ہے جیسا کہ رسالہ روحی میں حضور کے ارشاد

گرانی سے واضح ہے جو کہ مرشد کامل کی شان میں تحریر ہے بدانکہ فقیر عارف کامل قادری بہر قدرتے قادرو بہر مقام حاضر ہمارا بھی یہی مسلک ہے حررہ ۱۱ ذوالحج ۱۳۸۳ھ دستخط (سجادہ نشین قبلہ) و مہر ماہنامہ السعید ملتان ص ۱۶ جولائی ۱۹۶۴ء

(۹۷) خود سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ، بدانکہ فقیر عارف کامل قادری بہر قدرتے قادرو بہر مقام رسالہ روحی عارف باللہ یعنے سلسلہ قادریہ کا کامل ولی ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام حاضر ہوتا ہے۔

(۹۸) امام جلال الدین سیوطی شرح صدور میں فرماتے ہیں ان اعتقد النَّاسُ اَنَّ رُوْحَہٗ وَمِثَالَہٗ فِی وَقْتِ قِرَاءَۃِ الْمُوْلِدِ وَخَتْمِ رَمَضَانَ وَقِرَاءَۃِ الْقَصَائِدِ یَحْضُرُ جَازَ اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور آپ کی مثال مولود شریف پڑھنے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کرنے وقت آتی ہے تو جائز ہے مولوی عبدالحی صاحب رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نعت خواں تھا اور حقہ بھی پیتا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں مگر جب حقہ آجاتا ہے تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں

(فائدہ) ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک

ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز تلاوتِ قرآن محفلِ میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔

(۹۹) تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورۂ فتح زیر آیت اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ہے فَاِنَّهٗ لَمَّا كَانَ اَوَّلَ مَخْلُوْقٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ كَانَ شَاهِدًا بِوَحْدَانِيَّةِ الْحَقِّ وَشَاهِدًا بِمَا اُخْرِجَ مِنَ الْعَدَمِ اِلَى الْوُجُوْدِ مِنَ الْاَرْوَاحِ وَالنُّفُوْسِ وَالْاَجْرَامِ وَالْاَرْكَانِ وَالْاَجْسَادِ وَالْمَعَادِنِ وَالنَّبَاتِ وَالْحَيْوٰنِ وَالْمَلَكِ وَالْجِنِّ وَالشَّيْطٰنِ وَالْاِنْسَانِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ لِئَلَّا يَشُذَّ عَنْهُ مَا يُمْكِنُ لِلْمَخْلُوْقِ وَاَسْرَارِ اَفْعَالِهٖ وَعَجَائِبِهٖ

چونکہ حضور علیہ السلام اللہ کی پہلی مخلوق ہیں اس لیے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور ان چیزوں کو مشاہدہ کرنے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئے ارواح، نفوس احسام معدنیات نباتات حیوانات فرشتے اور انسان وغیرہ تاکہ آپ پر رب کے وہ اسرار اور عجائب مخفی نہ رہیں جو کسی مخلوق کے لیے ممکن ہیں اسی جگہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں فَشَاهَدَ خَلْقَهٗ وَمَا جَرٰى عَلَيْهِ مِنَ الْاِكْرَامِ وَالْاِخْرَاجِ مِنَ الْجَنَّةِ بِسَبَبِ الْمُخَالَفَةِ وَمَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اِلٰى اٰخِرِ مَا جَرٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ شَاهِدًا خَلْقَ اِبْلِيْسَ وَمَا جَرٰى عَلَيْهِ ۔ حضور علیہ السلام نے حضرت آدم کا پیدا ہونا ان کی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک ان کے سارے معاملات جو ان پر گزرے سب کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گذرا اس کو بھی دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہر ایک کے ایک ایک کا مشاہدہ فرمایا یہ ہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کر اسی مقام پر فرماتے ہیں قَالَ بَعْضُ الْكِبَارِ اِنَّ مَعَ كُلِّ سَعِيْدٍ دَقِيْقَةً مِنْ رُوْحِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ هِيَ الرَّقِيْبُ الْعَتِيْدُ عَلَيْهِ وَ لَمَّا قَبِضَ الرُّوْحُ الْمُحَمَّدِيُّ عَنْ اٰدَمَ الَّذِيْ كَانَ بِهٖ دَائِمًا وَلَا يَنْسٰى جَرٰى عَلَيْهِ مَا جَرٰى مِنَ النِّسْيَانِ وَمَا يَتْبَعُهٗ بعض اکابر نے فرمایا کہ ہر سعید کے ساتھ حضور علیہ السلام کی روح رہتی ہے اور یہ ہی رقیب عتید سے مراد ہے اور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفٰے ہے یعنی جو مومن

کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور کی توجہ کی برکت سے
کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے اس طرف کی بے توجہی
کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۱۰۰) حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا ارشاد ہے
کہ ہم تو حضور کو حاضر وناظر مانتے ہیں نیز فرمایا ہے کہ
ایک تین سو ہوتے ہیں ایک چالیس ہوتے اور ایک تین اور
ایک ایک ہوتا ہے اس ایک کی روحانیت سے ستر درجہ نبی
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک لطیف ہے
(انقلاب حقیقت مرتبہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربل)

(۱۰۱) علامہ نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ جواہر البحار میں اپنا عقیدہ تحریر فرماتے
ہیں وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا
یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا
عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر
ولا سھل ولا دعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا
الیہ ایضاً وانہ امتلاء الکون الاعلیٰ بہ کامتلأ
الکون الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ الخ
یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم جسد
مبارک سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ کوئی
محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی
نہ تری نہ ہموار زمین نہ دوسری نہ کوئی برزخ نہ قبر جیسا کہ
ہم اشارہ کر چکے ہیں اور جیسے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

قبر انور میں جلوہ افروز ہیں اسی طرح کون اعلیٰ (آسمانوں) میں اسی طرح کون اسفل (زمین) میں جلوہ افروز ہیں

(۱۰۲) شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ انا ارسلناک شاھدا یعنی عالم و حاضر بحال امت و تصدیق و تکذیب و نجات و ہلاک ایشاں (مدارج النبوت ج۱ ص۲۶۰)

(۱۰۳) عارف باللہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز نے مثنوی شریف میں اسی آیت مبارکہ کے متعلق فرمایا۔

در نظر بودش مقامات العباد
لاجرم نامش خدا شاہد نہاد

پس چوں دید آں روح را چشم عزیز
پس بر و پنہاں نماندہ ہیچ چیز

(۱۰۴) حضرت علامہ حقی علیہ الرحمۃ نے روح البیان میں اسی آیت مبارکہ کی تفسیر (جلد نمبر۹ صفحہ ۱۸ میں فرمایا،

ارسلہ اللہ تعالیٰ شاھدًا فانہ لما کان اول مخلوق خلقہ اللہ تعالیٰ کان شاھدًا بوحدانیۃ الحق وربوبیتہ وشاھدًا لما اخرج من العدم الی الوجود من الارواح والنفوس والاجواھر والارکان والاجسام والاجساد والمعارف والنباتات والحیوان والملک والجن والشیطن والانسان وغیر ذالک لئلا یشذ عنہ ما یمکن للمخلوق ودرکہ من اسرار افعالہ

وعجائب صنعه وغرائب
قدرته بحیث لا یشارکه
فیه غیره ولذا قال علیه الصلوٰۃ والسلام علمت
ما کان وما سیکون لانه شاهدا لکل وما غاب
لحظة وشاهد خلق آدم علیه السلام ولاجله
قال کنت نبیا وآدم علیه السلام بین الماء
والطین اے کنت مخلوقا وعالما بانی بنی وحکم
لی بالنبوة وآدم بین ان یخلق له جسد وروح

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاہد بنا کر بھیجا ہے تو جب حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے ہیں تو حضور خدا تعالیٰ کی واحدانیت اور ربوبیت کے ساتھ شاہد ہیں اور حضور شاہد (ملاحظہ فرمایئے) ہیں ارواح کے نفوس کے اجرام کے وارکان کے اور شاہد ہیں اجسام واجساد کے اور معادن ونباتات وحیوانات کے اور شاہد ہیں فرشتوں کے جنوں کے شیاطین اور انسانوں کے اور ہر اس چیز کے جو عدم سے وجود میں آئی تاکہ نہ پوشیدہ ہوں آپ سے افعال کے اسرار اور صنعت کے عجائبات اور قدرت کی باریکیاں جن کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو یہ عدم پوشیدگی یوں کہ آپ کے ساتھ مخلوق میں سے کوئی بھی شریک نہ ہو بدیں وجہ سید دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں نے جان لیا ہر اس چیز کو جو ہوئی اور جو آئندہ ہونے والی ہے اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سب کے ملاحظہ فرمانے والے ہیں کہ ایک لحظہ بھی غائب نہ ہوا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کو ملاحظہ فرمایا اس لیے تو فرمایا ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل میں تھے یعنی میں اس وقت پیدا ہو چکا تھا اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ میں نبی ہوں اور میری نبوت کا حکم ہو چکا تھا اس وقت کہ آدم علیہ السلام ابھی روح وجسد کے درمیان تھے الخ۔

عبارت مذکورہ وتفسیر مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شاہد کا معنیٰ حاضر و ناظر ہے اور حضور ہمیشہ سے تمام مخلوق کے شاہد وعالم ما کان وما یکون ہیں اور کبھی ایک لحظہ بھی غائب نہیں ہوئے والحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۱۰۵) مواہب لدنیہ میں طبرانی سے حدیث پاک نقل فرمائی '

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱۰۶) امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں سید دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء شریفہ کی فصل میں فرمایا والنقیب هو شاهد القوم وناظرهم وضمينهم اور اس کی شرح میں امام عبد الباقی زرقانی نے فرمایا لانه صلے الله علیه وسلم شهيد على امته وناظر لما عملوا اور اسی میں ہے واما

الشاہد العالم او المطلع الحاضر صـ۱۷۲ مواہب)

(۱۰۷) امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوبات شریف جلد اول صـ۲۲ پر فرماتے ہیں لبعد از تحریر برآں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ با جمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند وہمیں رسالہ اور دست مبارک خود اند"

یعنی اس رسالہ کے لکھنے کے لبعد یوں معلوم ہوا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مجمع مشائخ امت کے ساتھ حاضر ہیں اور وہی رسالہ حضور سید انس وجان کے دست مبارک میں ہے۔

(فائدہ) اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا ہرگز کفر وشرک نہیں ہے۔ بلکہ عین اسلام اور جملہ اسلاف صالحین کا یہی عقیدہ ہے۔

ان کے علاوہ بے شمار اقوال پیش کیے جا سکتے انہی پر اکتفا کرتا

ماننے والے کیلئے کافی ہے
نہ ماننے والے کو دفتر ناکافی۔

باب ۹

مسلّمات اور حاضر و ناظر

انبیاء علیہم السلام شب معراج بیک وقت مزارات میں اور پھر بیت المقدس میں پھر آسمانوں پر بھی دیکھے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو سمجھئے کہ وہ مزار میں تھے جب نبی پاک معراج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے انہیں مزار شریف میں نماز پڑھتے دیکھا۔ روح البیان زیر آیت اسراء میں ہے کہ :۔

مزار میں

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گزر ہوا وہ سرخ ٹیلے کے نزدیک اپنے مزار میں نماز پڑھ رہے تھے جونہی حضور علیہ السلام کا وہاں سے گزرتا ہوا دیکھا تو بلند آواز سے سنا گیا اکرمته و فضلته (میں نے انہیں افضل واکرم بنایا ہے)

آپ نے فرمایا یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں آپ نے پوچھا: اسے کون جھڑک رہا تھا۔ عرض کی کہ آپکے بارے میں اللہ تعالیٰ انہیں جھڑک رہا تھا۔

(ف) یہاں عتاب اور جھڑک محبت اور پیار سے تھی۔

بیت المقدس میں

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے آپکی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا! یاد رہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو عالمِ برزخ سے عالمِ دنیا میں صورت مثالی کے ساتھ لایا گیا سوائے حضرت عیسیٰ، ادریس، خضر اور الیاس علیہم السلام کے۔ وہ چونکہ ابھی زندہ ہیں اس لیے وہ اپنے اجسام کیساتھ حاضر ہوتے اور تحقیق یہی ہے کہ مذکورہ بالا چاروں حضرات تاحال زندہ ہیں۔ ان تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو سلام عرض کیا۔ آپکو بہت بڑے مراتب سے فائز المرام ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا۔

الحمد للہ الذی	جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے
جعلک خاتم	جس نے آپکو خاتم الانبیاء
الانبیاء فنعم النبی	بنایا آپ بہتر پیغمبر اور اچھے
انت ونعم الاخ انت	ساتھی اور آپکی امت خیر الامم
وامتک خیر الامم	ہے

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ آگے بڑھ کر ان سب حضرات انبیاء علیہم السلام کو دوگانہ پڑھا دیجئے آپ نے جب انہیں دوگانہ پڑھایا آپکے پیچھے بالکل قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کی دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور انکے بائیں جانب حضرت اسحٰق علیہ السلام کھڑے تھے حضور علیہ السلام کے پیچھے انبیاء و رسل علیہ السلام نے سات صفیں بنائیں۔ پہلی تین صفیں رسل و انبیاء علیہ السلام اور تمام

انبیاء علیہم السلام کی صفیں تھیں ۔

چھٹے آسمان میں

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے حسب دستور سابق جبریل علیہ السلام نے آسمان کے نگہبان فرشتے سے گفتگو کر کے دروازہ کھلوایا تو میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی ۔

(ف) مزارات پھر بیت المقدس پھر آسمان پہ بیک وقت موجود ہونا مسئلہ حاضر وناظر کے اشکال کو واضح طور حل کرتا ہے لیکن جس نے قسم کھا رکھی ہو کہ ماننا ہی نہیں تو اسکا کیا علاج ۔

معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی ۔ حضور براق پر تشریف لے گئے اور براق کی رفتار کا یہ عالم کہ تا حدِ نظر اسکا ایک قدم پڑتا تھا ۔ مگر رفتار انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے ۔ حضور فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی ۔

غور فرمائیے کہ آن کی آن میں انبیاء علیہم السلام (اجساد مبارکہ کے ساتھ زندہ ہیں) کہاں سے کہاں تک پہنچے اور کتنا تیز رفتاری سے کہ براق انکے مراکز پہ پھر بعد کو پہنچتا ہے ۔ باوجودیکہ بہت ہی تیز رفتار ہے ۔

(سوال) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے براق کی رفتاری کمزور کیوں ؟

(جواب) براق کی برق رفتاری خراماں تھی ۔ کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر

خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر۔

(جواب ۲) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شبِ معراج اپنے مریدین کو زیارت کرانے تشریف لے گئے اسی لیے ہم کہتے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی زیارت کرکے معراج کا شرف پایا تو ماسوی اللہ (فرش تا عرش) کو آپکی زیارت سے معراج نصیب ہوئی۔ تو مریدین کے ایک گروہ سے دوسرے گروہ تک جانے میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام اپنے مراکز میں پہلے پہنچے تو کوئی بڑی بات نہیں۔

عیسٰی علیہ السلام

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا جو تھے آسمان پر موجود ہونا سوائے مرزائیوں کے ہم سب کو مسلّم ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر کیا موقوف ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مقربانِ بارگاہِ ایزدی کسی ایک مکان میں مقید نہیں ہوا کرتے۔ ایک مکان کیا بلکہ ایک جہان میں بھی وہ مقید نہیں ہوتے بلکہ بیک وقت تمام جہانوں میں تشریف فرما ہوں تو ممکن بلکہ واقع ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

بیت المقدس

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج بیت المقدس میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمائی اور تمام انبیاء و رسل نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی، جیسا کہ تفسیر ابن جریر جزو ۱۵ صـ ۳ پر ہے۔ ثم انطلقنا حتیٰ اتینا الی بیت المقدس فصلیت فیه

بالنبیین والمرسلین اماما ثم عرج بی الی السماء الدنیا

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں، پھر ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے، میں نے وہاں تمام نبیوں اور رسولوں کو امام بن کر نماز پڑھائی۔ پھر مجھے پہلے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔

حوالہ جات ابو یعلی نے ام ہانی سے، مسلم نے ابو سلمہ اور سیدنا ابن مسعود سے، طبرانی نے اوسط میں ابی امامہ سے اور بیہقی نے ابو سعید سے اور امام احمد نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا ہے۔ (مواہب اللدنیا جز ثانی ص ۱۶، ۱۷ ج ۱ مطبوعہ مصر، صحیح مسلم ص ۹۶ ج ۱)

آسمانوں میں بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام یحیٰی و عیسٰی علیہما السلام، یوسف علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، موسٰی علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور ان سب سے ملاقات فرمائی۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۵۴۸، ۵۴۹ مطبع اصح المطابع باب المعراج مسلم شریف مطبع اصح المطابع جلد ا ص ۹۲ باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے جاتے ہوئے موسٰی علیہ السلام کی قبر شریف سے گزرے تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں حدیث موجود ہے۔ مررت بقبر موسٰی فاذا ھو قائم یصلی فی قبرہ او کما قال۔

دلیل حاضر و ناظر

جو انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں وہ اپنی قبور مبارکہ کے اندر عالمِ برزخ میں بھی موجود ہیں جو ایک مستقل جہاں ہے اور اس جہان دنیا میں بھی۔ مسجد بیت المقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں اور جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر رونق افروز ہوتے ہیں (جسے عالم آخرت کہنا چاہیئے) تو وہاں بھی اپنے اپنے مقام پر یہ حضرات موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بیک وقت عالمِ دنیا اور عالمِ برزخ اور عالم آخرت میں موجود ہیں۔ جب ہر عالم میں ان حضرات کا موجود ہونا ثابت ہے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مکان میں بیک وقت موجود ہونا کیونکر ناممکن ہو سکتا ہے۔

دیکھئے حدیثِ معراج سے بالکل یہی مضمون امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے، چنانچہ امام موصوف الیواقیت والجواہر جلد دوم ص۳۶ مطبوعہ مصر میں، فوائد معراج کی تفصیل فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

انّما شهود الجسم الواحد فی مکانین فی آن واحد کما رأی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم لنفسہ فی اشخاص بنی ادم السعداء حین اجتمع بہ فی السماء الاولی کما مر کذلک ادم و موسٰی وغیرھما فانھم فی قبورھم فی الارض حال کونھم ساکنین فی السماءِ فانھم قال رایت ادم

رایت موسیٰ رایت ابراهیم واطلق و ما
قال رایت روح آدم ولا روح موسیٰ فواجع
صلی الله علیه وسلم موسیٰ فی السماءِ
هو بعینه فی قبره فی الارض قائمًا یصلی
کما ودفیا من یقول ان الجسم الواحد
لا یکون فی مکانین کیف یکون
ایمانک بهذا الحدیث فان کنت مومنا
فقلد وان کنت عالمًا فلا تعترض فان
العلم یمنعک ولیس لک الاختبار
فانه لا یختبر الا الله ولیس لک ان
تتاول ان الذی فی الارض غیر الذی
فی السماءِ بقوله علیه الصلوٰة والسلام
رویت موسیٰ و اطلق و کذالک سائر
من راه من الانبیاء هنالک فالمسمی موسیٰ
ان لم یکن عینه فالاخبار عنه
کذب انه موسیٰ هذا ۔

ترجمہ: اور فوائد معراج میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم آن واحد میں دو مکانوں میں حاضر ہو گیا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک بخت اولاد آدم کے افراد میں خود اپنی ذات کریمہ کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ پہلے آسمان پر جمع ہوئے تھے۔ جیسا کہ گزرا اور اسی طرح

آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور انکے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پس بیشک وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین میں اپنی قبروں کے اندر ہیں اور درانحالیکہ وہ آسمانوں میں بھی سکونت رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اس طرح فرمایا۔ کہ میں نے آدم علیہ السلام کو دیکھا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، روح کی قید کے ساتھ مقید فرما کر اس طرح نہیں فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا، اور نہ یوں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا جس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہ ان انبیاء علیہم السلام ہی کو دیکھا تھا نہ کہ انکی ارواح اور امثالی کو۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو اور مراجعتِ کلام فرمائی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بعینہٖ زمین میں اپنی قبر شریف کے اندر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جیسا کہ (مسلم شریف) کی حدیث میں وارد ہوا۔ پس انتہائی افسوس اور تعجب ہے اس کہنے والے پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم بیک وقت دو مکانوں میں نہیں ہو سکتا۔ (اے قائل) ذرا یہ تو بتا دے کہ اس قول کے ہوتے ہوئے تیرا ایمان اس حدیث مذکور پر کیونکر ہو سکتا ہے اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہیئے، اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر۔ اس لیے کہ علم تجھے روکتا ہے اور تجھے حقیقتِ حال کا علم ہے نہیں۔ اس لیے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور تیرے لیے یہ بات بھی جائز نہیں کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل کرے کہ جو انبیاء زمین میں ہیں وہ انکے غیر ہیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان میں دیکھا اس لیے کہ حضور علیہ السلام نے رائیت موسیٰ مطلقاً فرمایا اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم

السلام کے متعلق جنہیں حضور علیہ السلام نے آسمانوں میں دیکھا (یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آسمانوں میں انکے عنبر کو دیکھا جو زمین میں ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنکو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہٖ موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں تو انکے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں کذب ہوگا۔

جبریل امین علیہ السلام خادم دربار

حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنوئیں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل سدرہ سے چلے یوسف علیہ السلام ابھی کنوئیں کی تہ کو نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ تفسیر روح البیان زیر آیت اَنْ یَّجْعَلُوْا فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ) حضرت خلیل نے حلق اسماعیل پر چھری چلائی۔ ابھی چھری رواں نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع ذبیحہ خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ علاوہ ازیں جبریل علیہ السلام کی درجنوں پروازوں کا بیان فقیر کی کتاب "جبریل امین خادم دربار" پڑھیئے۔ یقین مانیئے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدائشی خادم ہیں بلکہ انکی تخلیق کی غرض وغایت بھی صرف اور صرف خدمت المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے (نسیم الریاض)

تفصیل فقیر نے اس رسالہ مذکورہ کے علاوہ شرح حدائق شریف میں بھی متعدد مقامات پہ حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ یہ اعزاز صرف اور صرف ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب ہوا۔ اور انبیاء و صحابہ واہلبیت علی نبیناو علیہم السلام کی ذات مقدسہ تو بلند وبالا اقدار کی مالک ہیں بحضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء بھی

ملائکہ خدام ہیں بلکہ امت کے بھی چند حوالے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ملاحظہ ہوں۔

ملائکہ خدّام دس برس کی عمر میں غوث اعظم اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپکو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں دس برس کی عمر میں اپنے شہر میں گھر سے نکلتا اور مدرسے جایا کرتا پس میں فرشتوں کو اپنے پیچھے چلتے دیکھتا جب مدرسے پہنچتا تو انہیں یہ کہتے سنتا کہ اللہ کے ولی کو جگہ دو کہ بیٹھ جائے۔

ازالۂ وہم معتزلہ فرقہ سے متاثر ہو کر کوئی اسے مبالغہ سے تعبیر نہ کرے بلکہ حقیقت ہے کیونکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام عام ملائکہ عظام سے افضل ہیں اور معتزلہ تو ملائکہ پر نبوت کی فضیلت کے بھی منکر ہیں۔ اہلسنت کے دلائل میں ایک دلیل۔ علّم آدم الاسماء ہے اسی قاعدہ پر اولیاء کرام کو عام ملائکہ عظّام سے افضل مانا گیا ہے تفصیل علم کلام میں ہے چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت شیخ عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آپکی شہرت آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہے۔ ملا اعلیٰ میں آپکا لقب اشہب ہے آپ قطب وقت ہیں انکی کرامات اور مقامات کی تصدیق کرنے والا نفع حاصل کریگا۔

تصدیق الملائکہ بہجۃ الاسرار ص۹ میں ہے کہ جب سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قدمی ہذا رقبۃ کل ولی اللہ۔ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے تو ملائکہ کرام نے جواباً۔

فرمایا۔ صدقت یا عبداللہ! اے اللہ کے بندے آپ نے سچ فرمایا۔

ملک الموت اور دیگر ملائکہ کرام

اس موضوع پر فقیر کے تین رسالے ہیں ۱۔ فرشتے ہی فرشتے۔

۲۔ ملائکہ کی پرواز۔

۳۔ ملک الموت اور حاضر وناظر۔ یہاں ملک الموت کی پرواز کا عرض کردوں۔ مسئلہ سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ یاد رکھیے۔

حاضر وناظر ہونے کے تین معنیٰ ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا۔ ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کسی کی مدد کر دینا۔ اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔ یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔ ان ہی سے حضرت ملک الموت علیہ السلام بھی ہیں مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ۔

جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شاء۔

یعنی ملک الموت کے لیے ہماری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔ اس روح البیان میں اسی جگہ ہے لَيْسَ عَلٰى مَلَكِ الْمَوْتِ صُعُوْبَةٌ فِىْ قَبْضِ الْاَرْوَاحِ وَاِنْ كَثُرَتْ وَكَانَتْ فِىْ اَمْكِنَةٍ مُتَعَدِّدَةٍ ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگرچہ روحیں زیادہ ہوں۔ اور مختلف جگہ میں ہوں۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ مَا مِنْ اَهْلِ بَيْتِ شَعْرٍ وَّلَا مَدَرٍ اِلَّا مَلَكُ الْمَوْتِ يُطِيْفُ بِهِمْ يَوْمًا مَرَّتَيْنِ۔ کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان

کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

روح البیان اور خازن پارہ پ انعام زیر آیۃ حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا۔

ایسے ہی سیدنا جبرئیل علیہ السلام کا حال ہے یونہی منکر نکیر کو دیکھئے کہ بیشمار قبور میں بیک موجود ہوتے یہاں تک کہ قبور نہ بھی بنیں تب بھی مردے کی جہاں جگہ ملے گی وہاں موجود ہونگے مثلاً مردہ آگ سے جل کر راکھ بن کر ہوا میں اسکے ذرات اڑ گئے۔ پانی میں ڈوب مرا اسے دریائی جانوروں نے کھا لیا وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ ابلیس کے لیے تو مخالفین کو ذرہ برابر بھی شک نہیں بلکہ اسکی اس صفت جگہ جگہ موجود ہونے پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص قطعیہ کی دھمکی دیتے ہیں اسے ہر قبر میں موجود مانتے ہیں اور واقعی اسے منجانب اللہ یہ قوت حاصل ہے جو مشکوٰۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئیں کہ پھر موجود جب ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے بلکہ یوں کہو کہ شر میں اتنی بڑی طاقت ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سراسر خیر بلکہ ہر خیر آپکے در کی گدا تو انکے لیے ایسی صفت ماننا شرک و کفر کیوں۔ یونہی جنات کا حال ہے کہ آن کی آن میں کہیں سے کہیں اور بیک وقت متعدد صورتوں اور شکلوں میں متشکل ہو کر بڑے سے عجیب و غریب امور سرانجام دیتے ہیں۔ جنوں کا تسلیم کرنا انکا توحیدی مشغلہ ہے لیکن جو جنوں کے بھی آقا ہیں۔ انکے لیے ماننا شرک و کفر

نمبر براہین قاطعہ ۱۳

عجیب کھوپری ہے جو ایسے گندے تصور کو اپنے اندر ڈالے ہوئے ہے
نوٹ:۔ شیطان کے تصرفات کے بارے امام سیوطی نے شرح الصدور ص ۲۲ اور امام شعرانی نے مختصر تذکرۃ القرطبی ص ۲۳ میں بسط سے بیان کیا ہے جو مخالفین اسکے ان کمالات کے قائل ہیں۔

آصف بن برخیا

چونکہ یہ قرآنی قصہ بھی مسلمات میں سے ہے اسی لیے عرض ہے سلیمان کے وزیر آصف ابن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کر دیا جسکا ثبوت قرآن میں ہے کہ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

خطبہ کے دوران یا ساریۃ الجبل پکارا۔ سینکڑوں میل دور نہ صرف حال منکشف ہوا بلکہ بہت بڑی مشکل بھی حل ہو گئی یہ واقعہ بہت مشہور ہے (مناقب عمر رضی اللہ عنہ) کے باب کتب احادیث میں موجود ہے۔

روح کی پرواز

عقلیات کے باب میں بھی عرض کیا گیا ہے۔ مسلمات میں بھی اسکے بارے میں معمولی طور عرض کرتا ہوں۔ اسکی پوری تحقیق فقیر کی تصنیف "الفتوح فی حقیقۃ الروح" میں پڑھیئے۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات آخر باب زیارۃ القبور میں فرماکر ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش واقارب کے ہاں جاکر ان سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں۔ اب اگر کسی میت کے خویش واقارب

دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں بھی پہنچیں گی۔ اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کے رسالہ ارواح کی گھروں میں واپسی۔

۲۔ بعد مُردن اہل ایمان کی ارواح علیین یا بالائی ملک کے کسی مقام میں اور کافروں کی سجین میں۔ لیکن وہ جسم سے چلے جانے کے بعد گھر اور گھر والوں اور جنازہ میں آنے والوں اور کفن دفن تک پھر قبر میں لاش کو دفنانے کے بعد تا قیامت لاش سے متعلق رہ کر جملہ حالات سے باخبر ہوتا ہے اور کوئی اسکی قبر پر السلام علیکم کہتا ہے تو سلام کا جواب دیتا ہے۔ آنے والے کو خوب پہچانتا ہے اس کی باتیں سنتا اور اسکی گفتگو کو جانتا ہے تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ مردہ سنتا جانتا ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ نے لکھا کہ ثم ان المعترض منکر علی الاولیا مثل هذا فی تطوراتهم وقد کان قضیب البان تیطور فیما شاء من الصور فی اماکن متعددة وکل صورة خوطب فیها اجاب ان الله علی کل شیء قدیر۔

ترجمہ: فرماتے ہیں، پھر منعترض اولیاء اللہ کے لیے۔۔۔۔ متعدد صورتوں میں ظاہر ہونے کا انکار کرتا ہے، حالانکہ حضرت قضیب البان رضی اللہ تعالٰی عنہ جن صورتوں میں چاہتے تھے مختلف مقامات میں متصور ہو کر ظاہر ہو جاتے تھے۔ بیشک اللہ تعالٰی ہر بات پر قادر ہے۔

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۳۶)

بزرگان دین کا اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ متمثل ہو کر متعدد مقامات میں ظاہر ہونا درحقیقت ایک ایسا کمال ہے جو ان حضرات کو قوتِ

قدسیہ کی تکمیل کے بعد حاصل ہو جاتا ہے۔ دیکھئے صاحب روح المعانی اپنی تفسیر پارہ ۲۳ صـ۱۳۱ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

والا نفس الناطقة الانسانية اذا كانت قدسية قد تنسلخ من الابدان و تذهب متمثلة ظاهرة بصور ابدانها او بصور اخرى كما يتمثل جبرئيل عليه السلام ويظهر بصورة دحية او بصورة بعض الاعراب كما جاء في صحيح الاخبار حيث يشاء الله عز و جل مع بقاء نوع تعلق لها بالابدان الاصيلة تيأتى معه صدور الافعال منها كما يحكى عن بعض الاولياء قدست اسرارهم انهم يرون في وقت واحد في عدة مواضع و ما ذاك الا بقوة تجرد انفسهم و غايته تقدسها فتمثل و تظهر في موضع و بدنها الاصلي في موضع آخر.

لا تقل دارها بشرقي نجد كل نجد للعامرية دار

اور انسانی روحیں جب مقدس ہو جاتی ہیں تو کبھی اپنے بدنوں سے الگ ہو کر ان ہی صورتوں یا دوسری شکلوں میں ظاہر ہو کر جبرئیل علیہ السلام کی طرح جیساکہ وہ دحیہ کلبی یا بعض اعراب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے جس طرح صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ چاہتا ہے تشریف لے جاتی ہیں، اور ان کا اپنے اصلی بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے اور وہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے بدنوں سے ان روحوں کے کام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض اولیاء قدست اسرارہم

کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں اور یہ بات صرف اس وجہ سے ہے کہ انکی روحیں قوتِ تجرد اور انتہائے تقدس میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کرلیتی ہیں۔ اس وجہ سے وہ روحیں متمثل ہوکر کسی جگہ ظاہر ہوتی ہیں، حالانکہ انکا اصل بدن دوسرے مقام پر ہوتا ہے۔

تم یہ نہ کہو کہ اس کا گھر نجد کی شرقی جانب میں ہے، بلکہ تمام نجد عامریہ کا گھر ہے، اسکے بعد متصلاً صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں۔ وھٰذا امر مقرر عند السادة الصوفیه مشهور فیما بینهم وهو غیر طی المسافة وانکار من ینکر کلا منهما علیهم مکابرة لا تصدر الا من جاهل او معاند وقد عجب العلامة التفتازانی من بعض فقهاء اهل السنة ای کابن مقاتل حیث حکم بالکفر علی معتقد ما روی عن ابراهیم بن ادهم قدس سره انهم رواه بالبصرة یوم الترویة وروئ ذالک الیوم بمکة ومبناه زعمان ذالک من جنس المعجزات الکبار وهو مما لا یثبت کرامة لولی وانت تعلم ان المعتمد عند نا جواز ثبوت الکرامة للولی مطلقاً الا فیما یثبت بالدلیل عدم امکانه کالاتیان بسورة من احدی سور القرآن وقد اثبت غیر واحد تمثل النفس وتطورها لنبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعد الوفاة وادعی انه علیه الصلوٰة والسلام قد یُری فی عدة مواضع فی وقت واحد مع کونه فی قبره الشریف یصلی

وقد تقدم الکلام مستوفی ذالک وصح انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رای موسیٰ علیہ السلام یصلی فی قبرہ عند الکثیب وراہ فی السماء وجری بینہما ماجری فی امر الصلوات المفروضۃ وکونہ علیہ السلام عرج الی السماء بجسدہ الذی کان فی القبر بعد ان راہ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مالم یقلہ احد جزمًا واقول بہ احتمال بعید وقد رای صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ جماعۃ من الانبیاء غیر موسیٰ علیہ السلام فی السمٰوٰت مع ان قبورہم فی الارض ولم یقل احد انہم نقلوا منہا الیہا علی قیاس سمعت لفا ولیس ذالک مما ادعی استحالۃ من شغل لنفس الواحدۃ اکثر من بدن واحدٍ بل ھُوَ امر ورواءِ کما لا یخفی علی من نور اللّٰہ تعالٰی بصیرتہ انتہی۔

(روح المعانی پ۲۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: اور یہ امر سادات صوفیہ کے نزدیک ثابت شدہ اور انکے درمیان مشہور ہے اور وہ طی مسافۃ کے علاوہ ہے اور جو شخص (طی مسافۃ اور بیک وقت مقامات متعددہ میں انکا موجود ہونا) ان دونوں کمالوں کا منکر ہے اسکا انکار مکابرہ ہے، جو سوائے جاہل یا معاند کے کسی سے صادر نہیں ہو سکتا۔ اور علامہ سعدالدین تفتازانی نے ابن مقاتل جیسے بعض فقہا

اہلسنّت پر سخت تعجب کا اظہار کیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا۔ جو ابراہیم بن ادہم قدس سرہٗ کے متعلق اس روایت کا معتقد ہے کہ لوگوں نے انہیں ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن وہ مکہ میں بھی دیکھے گئے۔ اور انکا حکم کفر کا مدار اس امر پر ہے کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہونا انبیاء علیہم السلام کے بڑے معجزات میں سے ہے۔ اور یہ ان امور میں سے ہے۔ جو ولی کے لیے بطور کرامت ثابت نہیں ہو سکتے حالانکہ تو جانتا ہے کہ ہم اہلسنت کے نزدیک معتبر مسلک یہ ہے کہ نبی کا ہر معجزہ ولی کے لیے بطور کرامت ثابت ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا سوائے اس معجزہ کے جسکا صدور ولی کے حق میں بطور کرامت ناممکن ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو جاتے۔ جس طرح قرآن پاک کی سورتوں میں سے کسی سورت کی مثل لے آنا اسکے سوا باقی تمام معجزات خواہ وہ کتنے ہی عظیم الشان ہوں اولیاء اللہ سے بطور کرامت انکا صدور و ظہور ہو سکتا ہے، اور بکثرت علماء و محققین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وفات شریف کے بعد آپکی روحِ اقدس کے متمثل ہو کر ظہور فرمانے کو ثابت کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات ایک ہی وقت میں بہت سی جگہوں میں دیکھے جاتے ہیں حالانکہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اس مسئلہ میں اس سے پہلے نہایت تفصیلی کلام گزر چکا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کے ٹیلے کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کو انکی قبر شریف میں کھڑے ہوتے نماز پڑھتے دیکھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آسمان میں

بھی دیکھا، اور سب جانتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں پر لے جایا جانا ایسی بات ہے جو آج تک کسی نے یقیناً نہیں کہی اور ویسے بھی یہ قول احتمال بعید ہے (پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام کو بھی آسمانوں پر دیکھا باوجود اسکے کہ ان کی قبورِ مقدسہ زمین میں ہیں اور یہ بات بھی آج تک کسی نے نہیں کہی کہ وہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل کر دیئے گئے تھے جیسا کہ تم ابھی سُن چکے ہو (ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ) یہ بیک وقت متعدد مقامات میں ان مقدس حضرات کا موجود ہونا اس قبیلہ سے نہیں ہے جسکے محال ہونیکا فلسفیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ایک روح کا شغل ایک بدن سے زائد بدنوں کے ساتھ ناممکن ہے ان حضرات کا یہ کمال فلاسفہ کی محال قرار دی ہوئی صورت کے علاوہ ہے اور اس سے بہت بلند ہے۔

حاضر و ناظر اور فقہ

شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات الأولیاء میں ہے۔

وَطَیُّ الْمَسَافَۃِ	اور راستہ طے کر لینا بھی
مِنْہُ لِقَولِہٖ عَلَیْہِ	اس کرامت میں سے ہے
السَّلَامُ زُوِیَتْ	حضور کے فرمانے کی وجہ
لِیَ الْاَرْضُ وَ یدل	سے کہ میرے لیے زمین

لہ ما قالوا فیمن کان فی المشرق و تزوج امرأۃ بالمغرب فاتت بولدٍ یلحقہ و فی التتارخانیہ ان ھذہ المسئلہ تؤید الجواز۔

سمیٹ دی گئی۔ اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو کہ فقہاء نے کہا ہے کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچہ جنے۔ تو بچہ اس مرد سے ملحق ہو گا۔

اور تتارخانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائز ہونے کی تائید کرتا ہے۔

(ف) معلوم ہوا کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں۔ مثلاً زوج تو مشرق میں ہوا اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہوا تو شوہر کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ہوا ور کرامت سے اپنی زوجہ کے پاس پہنچا ہو تو ہمارا سوال ہے کہ اگر عقیدہ حاضر و ناظر شرک ماننا اور بے بنیاد عقیدہ ہے تو ماننا پڑے گا۔ کہ اس مسئلہ کی نشست اول فقہائے کرام نے شرک پر رکھی ہے اور اس مسئلہ کی کوئی اصل شرع میں نہیں تو منکرین فقہ کے اس جزئیہ کے انکار کا عام اعلان کریں تا کہ ہم کہہ سکیں کہ دیوبندی نام کے حنفی ہیں۔ ورنہ درحقیقت یہ وہابی ہیں۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "دیوبندی وہابی ہیں" میں ہے۔

موت حاضر ناظر موت حق ہے یہ عقائد سے ہے اور موت لانے والا فرشتہ ملک الموت جو عزرائیل کے نام سے مشہور ہے۔ انکے متعلق مخالفین بھی مانتے ہیں کہ

وہ ہر ذی روح کے پاس ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔ اسکی تفصیل و تحقیق فقیر نے رسالہ۔ ملک الموت اور حاضر و ناظر میں لکھدی ہے یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے۔

۱۔ تفسیر خازن میں زیر آیت حتی اذا جاء احدکم الموت

جعلت الارض	ملک الموت کے لیے
لملک الموت	ساری زمین طشت کے
مثل الطشت یتناول	مانند کر دی گئی ہے۔ جہاں
من حیث شاء۔	سے چاہیں لے لیں۔

(ف) اس سے ثابت ہوا کہ ساری زمینیں ملک الموت کے پیش ہیں۔ اور آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔

۲۔ خازن یہی آیت۔

مَا من اھل بَیتٍ	کوئی خیمہ اور مکان والے
شعرٍ وَ مَدَرٍ اِلاَّ	نہیں مگر ملک الموت
وَ ملک الموت	انکے پاس ہر روز دوبار
یطیفُ بھم کُلَّ یومٍ	جاتے ہیں۔
مرّتین۔	

(ف) معلوم ہوا کہ ملک الموت ساری کائنات کے ہر حیوان کے پاس دن میں دو مرتبہ آتے ہیں۔

(انتباہ) دو دوبار آنا اسکے منافی نہیں جن روایات میں ہر وقت ساتھ ہونے کی تصریح ہے کیونکہ یہ آنا انتباہ در اطلاع کے لیے ہوتا ہے اور ہر وقت ساتھ ہونا عمومی ہے۔ رسالہ مذکور میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

نیز موت بھی مینڈھے کی شکل میں ہے جو جس مردہ پر گزرتی ہے وہ مر جاتا ہے۔

اس سے سمجھ لیں کہ ایک آن میں موت کہاں کہاں موجود ہوتی ہے۔ موت کا مخلوق اور صاحب جسم ہونے کی تحقیق فقیر کے رسالہ موت پر موت میں پڑھ لیجئے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا جل جلالہ سے جدا نہیں

یہ عقیدہ مخالفین میں مسلّم ہے کہ خدا ہر جگہ ہے تو ہمارا سوال ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لمحہ خدا سے جدا نہیں جیساکہ امام شعرانی نے فرمایا کہ۔

فانہ لا یفارق حضرۃ اللہ ابدا فیخاطبہ بالسلام مشافھۃ (کتاب المیزان للامام الشعرانی ص ۱۴۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی سے کسی وقت جدا نہیں ہیں۔ نمازی بالمشافہ یعنی حضور والسلام کو سلام کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔

تو جب اللہ تعالٰے ہر جگہ اور ہر آن موجود حاضر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالٰے سے کسی وقت بھی جدا نہیں۔ نتیجہ وہی نکلا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

لطیفہ کسی نے مجھ پر دورانِ تقریر سوال کیا کہ ہر آن تو حاضر و ناظر اللہ تعالٰی کا خاصہ ہے جیساکہ وہ فرماتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا ج ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہ

(المجادلہ)

ترجمہ: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو۔ تو چوتھا وہ موجود ہے۔ اور پانچ کی۔ اور چھٹا وہ۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی۔ مگر یہ کہ وہ انکے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں ہوں۔ پھر انہیں قیامت کے دن بتا دیگا جو کچھ انہوں نے کیا۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

میں نے کہا یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی۔ جب وہ اپنے راز و نیاز چھپ چھپا کر بیان کر کے سمجھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ انکی اس رازداری سے بے خبر ہیں اللہ نے انکے رد میں یہ آیت نازل فرمائی آیۃ کے شان نزول میں مفسرین نے فرمایا۔

یہ آیت یہود اور منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کی طرف دیکھتے جاتے اور آنکھوں سے انکی طرف اشارے کرتے جاتے تاکہ مسلمان سمجھیں کہ انکے خلاف کوئی پوشیدہ بات ہے اور اس سے انہیں رنج ہو ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ان بھائیوں کی نسبت قتل یا ہزیمت کی کوئی خبر پہنچی جو جہاد میں گئے ہیں اور یہ اسی کے متعلق باتیں بناتے اور اشارے کرتے ہیں جب یہ حرکات منافقین کے بہت زیادہ ہوئے اور مسلمانوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اسکی شکائتیں کیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرنیوالوں کو منع فرما دیا۔ لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(خزائن العرفان)

(ف) ثابت ہوا کہ معترضین کو منافقین کی وراثت نصیب ہے اور ہمارے

عقیدہ کا طرفدار اللہ تعالیٰ ہے۔ (الحمد للہ علی ذلک)

حضور حضور (حاضر) ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جب سے منکرین نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ انکی ہر تقریر میں بکثرت کہلوائے اور ہر تقریر میں لکھوائے کہ "حضور" یہ کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ادھر تو حاضر و ناظر کا انکار ادھر حضور کہکر اور لکھ کر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حاضر ہیں اس لیے کہ حضور صفت کا صیغہ ہے جو رسول بروزن مفعول ہے یعنی بہت زیادہ حاضر ہونے والا۔

(ف) خدا تعالیٰ کا یہ قانون منکرین کے لیے عام ہے کہ وہ انکار کے پردے میں اقرار ہی اقرار کریں مثلاً حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی جو منے کے منکر ہیں۔ اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے وقت دو بار نام مبارک کو چومیں۔ تجربہ کرلیں۔ تفصیل گزری ہے۔

لطیفہ منکرین نے یارسول اللہ کہنے سے انکار کیا کہ ہم نے یارسول اللہ نہیں کہنا۔ کسی صاحب دل نے انہیں لقمہ دیا کہ ادھر تو زبان سے کہہ رہے ہو یارسول اللہ پھر کہتے ہو ہم نے یارسول اللہ نہیں کہنا۔

۲۰۸

باب ۵

عقلی دلائل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونے کا مسئلہ از قبیل ممکنات ہے ورنہ منکر نکیر اور شیطان کے لیے بھی نہ مانا جائے اور ہر وہ کمال جو ممکن ہو اور دیگر مخلوق کو حاصل ہو وہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اولیٰ ہے بلکہ ہر کمال جو کسی کو نصیب ہوتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اور انکے طفیل نصیب ہوتا ہے۔

(۲) ایک عالم روح جسد عنصری کے پنجرہ میں چھپ کر بحالتِ خواب عالم دنیا میں جہاں تک اسکی رسائی ہوتی ہے وہاں کے حالات کا مشاہدہ کرتی ہے جیسے سچی خواب کہا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ابو الارواح ہیں ان کے لیے اشکال کیسا۔

(۳) روح مرنے کے بعد علیین یا سجین میں ہوتے ہوئے بھی قبر والے کے حالات سے بے خبر نہیں باوجودیکہ یہاں سے وہ روح اپنے جسم سے بہت دور ہے۔

(۴) از روئے تحقیق جدید ہمارے گرد کے فضلئے محیط میں بہت سے ستارے زمین سے اتنا دور ہیں کہ انکی روشنی زمین تک کئی کروڑ میں پہونچتی ہے اور ایک ستارہ ایسا بھی دریافت ہوا ہے جس کا فاصلہ زمین سے آٹھ سو سنگ میل دور ہے جس سے متاثر ہو کر یورپ کے بعض فلاسفروں نے لکھا کہ کائنات کا حجم بالا محدودیت

انسان کے لیے اتنا زیادہ اہم ہیں بلکہ جس سے انسان زیادہ کے ششدر و حیران رہ جاتا ہے وہ کائنات کی مکمل باضابطگی ہے کہ کوئی گڑبڑ نہیں کوئی چیز خلاف توقع نہیں ہے جب آسمان دنیا کے نیچے ہی نظام شمسی ہی یعنی محیر العقول وسعت ہے جس سے دنیا والوں کی عقلوں کو حیران کر دیا تو پھر ساتویں آسمان تک کتنا فاصلہ ہوگا اور اس کے اوپر کا علاقہ جنت کا ہے جس کی چھت عرش ہے اس کا فاصلہ ہماری زمین کے کس قدر ہونا چاہیے ظاہر ہے نیز یاد رہے کہ روشنی کی رفتار باقاعدہ نہیں ایک لاکھ چھیاسی میل فی سیکنڈ ہے اس رفتار سے روشنی ایک سال سے جو فاصلہ طے کرتی ہے اسے نوری سال کہتے ہیں اور اسی سال کے حساب سے ستاروں و سیاروں کے فاصلے متعین کیے جاتے ہیں۔

اب اندازہ لگائیے کہ اتنا دور مسافت سے عام روح جسم کے معاملات اور اس کے حالات سے واقف ہے تو پھر سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا کیا کہنا لیکن یہ اسے سمجھ آئے گا جو حضور نبی علیہ السلام کے کمالات کا قائل ہے جو سرے سے قسم کھا چکا ہو جیسے دیوبندیوں وہابیوں نے قسم کھائی ہے) کہ اپنے نبی علیہ السلام کا کوئی کمال نہیں ماننا پھر اسکا کیا علاج۔

فائدہ آج کل کے سائنسی دور میں یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں رہا ہزاروں مشاہدات

سے اس مسئلہ کی تائید ہو چکی اور ہو رہی ہے ٹیلی ویژن کی ایجاد کے بعد اس مسئلہ کو نہ سمجھنا حماقت کا منہ چڑانا ہے اور اسے شرک کہتے ہیں ڈالنا نبوت دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اگر حاضر و ناظر نبی علیہ السلام کے لیے ماننا شرک ہے تو پھر غیر نبی میں یہ صفات ماننا کیوں شرک نہیں حالانکہ جملہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات ہے اس لیے کہ جس قدر کمالات دیگر انبیائے کرام یا اولیائے عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو عطا فرما دیئے بلکہ حضور علیہ السلام ہی کے وسیلہ سے ان کو ملے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (آپ ان سب کی راہ چلو) اس کی تفسیر روح البیان صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ فَجَمَعَ اللّٰهُ كُلَّ خَصْلَةٍ فِيْ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ (اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی)

جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حسن یوسف دم عیسیٰ اور آپ ید بیضا رکھتے ہیں جو کچھ دوسرے محبوبوں میں ہیں وہ آپ تنہا میں ہیں مولوی محمد قاسم صاحب تحذیر الناس ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ انبیاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم سے سے کرامتوں کو پہنچاتے ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے اس پر بہت سے دلائل قرآن واحادیث وا قوالِ علماء سے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر چونکہ مخالفین مذکورہ بالا قاعدہ مانتے ہیں اس لیے اس پر زیادہ دلائل دینے کی ضرورت نہیں بہر حال یہ مسلم ہے کہ جو کمال کسی مخلوق میں ہے وہ تمام علیٰ وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوا ہر جگہ حاضر وناظر ہونا تو بہت سی مخلوقات کو عطا کیا گیا ہے تو لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ السلام کو بھی عطا ہوئی اب ہم بتلاتے ہیں کہ حاضر وناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطاء ہوا نیز ہم اس کتاب کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر وناظر ہونے کے معنیٰ ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا پر کسی کی مدد کر دینا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

ولی اللہ جب کوئی بندہ خدا ولی کامل بن جاتا ہے تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا اور چھوتا اور بولتا ہے یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے تو دور ونزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر وناظر کے معنےٰ ہیں اور جب معمولی انسان فنا اللہ ہو کر اس درجہ میں پہنچ جاویں تو سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر فنا فی اللہ کون ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہوئے

جنات کو مانتے ہیں

مخالفین جنات کی طاقت وقوت کو تسلیم کرتے ہیں کہ جن کی طاقت وقوت یہ ہے کہ وہ اقصیٰ مشرق میں ہو پھر دوسرا بعینہٖ اس وقت اسے اقصیٰ مغرب میں بلالے تو وہی جن بیک وقت اقصائے مشرق میں بھی حاضر ہوگا اور اقصائے مغرب میں بھی اور جنات کو حضرات انبیاء کرام اور اولیائے عظام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے کوئی مناسبت ہی نہیں لیکن افسوس ہے یہ لوگ جنوں کو مانتے ہیں لیکن کائنات کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شرک کا فتویٰ۔

محشر کا نقشہ

نبوت وولایت کے حاملین میں عالم آخرت کی قوت وطاقت عطا ہوتی ہے عالم آخرت کے عام انسان کی قوت وطاقت معلوم کرلینے کے بعد مسئلہ حاضر وناظر سمجھنے میں کسی قسم کا اشکال نہیں رہ جاتا ہم ذیل میں میدان محشر کا نقشہ پیش کرتے ہیں ایک مربع میل رقبہ میں اگر ہم ایک جلسہ کا انتظام کریں اور ہر ایک آدمی کے بیٹھنے کے لیے ۸ مربع فٹ جگہ کے نشان بھی لگا دیں تاکہ اتنے میں دم نہ گھٹ جائے تو ایک مربع میل میں $\frac{5280 \times 5280}{8}$ چونتیس لاکھ چوراسی ہزار آٹھ سو آدمی ہی بیٹھ سکیں گے جلسہ گاہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھر گیا ہو تو آپ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ دوربین لے کر اپنے کسی دوست عزیز کو تلاش

کرنے لگیں تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کامیاب نہیں ہوں گے اس مثال کے بعد ذرا میدانِ حشر کا تصور کریں یہی ہماری زمین پہاڑوں دریاؤں سمندروں سے مٹ مٹا کر ایک صاف چٹیل میدان بن جائے گا کہیں پانی کا نام و نشان نہ درخت نہ نہ غاریں رہیں گی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام مردے قبروں سے نکل آئیں گے اسی پر پھر بن گے جس جس کا قطر جغرافیہ والوں نے ساٹھ میل لکھا ہے جب اعمالنامے تقسیم ہوں گے تو ہر شخص خواہ اندھا تھا یا ان پڑھا ہوا اپنا اپنا اعمالنامہ پڑھ لے گا۔

یہ بھی خداوند کریم ایک ایسی طاقت علم اپنے بندوں کو عطا کریگا ورنہ بندے کی کیا طاقت کہ اعمالنامے پڑھ لے اور مطلب بھی سمجھ لے۔ اعمالنامہ پڑھ چکنے کے بعد ہر ایک شخص اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی تلاش میں ہو گا کہ ایک کوئی ایک دو نیکیاں دیدے تاکہ اس کی بخشش ہو سکے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مربع میل کے رقبہ میں تو اپنے دوست عزیز کا تلاش کرنا ناممکن یا مشکل ہوتا ہے جس وقت لوگ ۴۰۰۰×۴۰۰۰ × ۲۲/۷ مربع میلوں میں پھیلے ہوئے ہوں گے اس وقت ہم کس طرح اپنے اپنے رشتہ داروں کو تلاش کر سکیں گے مگر احادیث سے ثابت ہے کہ بندہ اپنے رشتہ داروں ماں باپ. بہن بھائی غرضیکہ جملہ عزیزوں دوستوں کے پاس حشر کے میدان میں جائے گا پس باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انسان کی ہر خواہش

بھی پوری کر دے گا۔

کہ وہ اپنے رشتہ داروں عزیزوں کے پاس پہنچ جائے اور نیکی مانگ سکتا ہے تو مانگ لے اگرچہ اس نفسی نفسی کے میدان میں کوئی بھی ساتھ نہ دے گا

اس سے یہ ثابت ہوا کہ باری تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی قوتِ بصارت یوم حشر عطا کرے گا کہ وہ کروڑ ہا انسانوں میں اپنے رشتہ داروں کو پہچان لے خواہ وہ ہزاروں میل پر کھڑے ہوں پھر ان تک پہنچنے کے لیے طاقت پرواز ایسی عطا کرے گا کہ آنکھ جھپکنے میں ان کے پاس پہنچ جائے ایسی طاقت پرواز اب تک کوئی سائنس داں ایجاد نہیں کر سکا نہ ہی قیامت تک کوئی ایجاد کر سکے گا نہ ہی کوئی دور میں ایسی ایجاد کر سکے گا کہ زمین کے پھیلاؤ میں ہزاروں میل تک کی اشیا مشاہدہ کر سکے پھر قوت سماعت بھی یوم حشر اپنے بندوں کو اللہ تعالیٰ ایسی عطا کرے گا کہ کروڑ ہا کے مجمع میں بندہ اپنے رشتہ داروں کے پاس جاکر اپنی باتیں سنا سکے اور ان کی سن سکے گویا خلاصہ یہ نکلا کہ یوم حشر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قوت بصارت قوت پرواز قوت سماعت مافوق الفطرت عطا کرے گا وہی اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب مولائے کل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں فوق الفطرت عطا کر دے تو تعجب کیوں۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء والمرسلین ہیں اور

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبر شریف کے اندر حیات ہیں
اور ان کو اعلیٰ ترین قوتِ بصارت قبر شریف میں حاصل
ہے سب امتیوں کو قبر
شریف سے دیکھ رہے ہیں ہمارے اچھے اعمال دیکھ کر خوش
ہوتے ہیں برے اعمال دیکھ کر رنجیدہ

اسی طرح چلنے پھرنے کی طاقت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو حاصل ہے آپ آنکھ جھپکنے میں ہزاروں میل پر اپنے
امتیوں کے مجالس نیک میں شامل ہونا چاہیں تو حاضر ہو جاتے
ہیں اپنے نیک بندوں کو خواب میں زیارت سے مشرف
کرتے رہتے ہیں مافوق الفطرت قوت بصارت اور قوت
رفتار سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو
چکا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ان طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی غیر
طاقتوں سے کوئی نسبت نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ خالق ہے
اور حضور مخلوق

اب باقی مافوق الفطرت قوت سماعت ہے جس کی وجہ
سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم قبر شریف کے اندر اپنے امتیوں
کے درود و سلام سنتے ہیں یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ
کہہ کر پکارے تو آپ سنتے ہیں یہ درود و سلام یا پکار حضور
ہر شش جہت سے سنتے ہیں کوئی غار میں بیٹھ کر پڑھے یا
ہوائی جہاز میں یا پہاڑ کی بلندی پر کوئی انتہائے شمال سے
پڑھے یا انتہائے جنوب میں یہ خیال رہے آنحضور صلے اللہ

علیہ وسلم کی مافوق الفطرت قوت سماعت صرف امتیوں کے لیے ہے مسلمانوں کے سوا باقی دیگر لوگوں کی پکار جانوروں کا شور وغل چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ دیگر ہر قسم کی اونچی سے اونچی آواز یا باریک سے باریک صدائیں سننا صرف باری تعالیٰ کی صفات میں شامل ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو یہ سب کچھ بھی سنوا سکتا ہے جیسے سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کو کئی میل سے دیکھ لیا اور اس کی بات بھی سن لی کہ قرآن میں موجود ہے خلاصہ یہ کہ مسلمان بغیر پس و پیش ایمان رکھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے جملہ حالات دیکھتے رہتے ہیں اور آنکھ جھپکنے میں امتیوں کے نیک مجالس میں اگر چاہیں تو شریک بھی ہو جاتے ہیں حضور اپنے امتیوں کی فریاد اور پکار کو اور درود و سلام کو اپنی قبر شریف میں سنتے ہیں یہ تمام مافوق الفطرت نعمتیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کر رکھی ہیں۔

محشر میں مسافتیں اور حاضر و ناظر

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت و طاقت سے قطع نظر عالم بہشتی کے بارے میں صرف ایک حدیث شریف پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی قضاء الٰہی سے ان کا بیٹا فوت ہو گیا نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع

ملی تو آپ نے فرمایا۔

اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَا تَاْتِیْ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهٗ یَنْتَظِرُکَ۔

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے پر بھی جاؤ اپنے بیٹے کو وہاں انتظار کرتے پاؤ۔

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے فرمایا تم کے لیے ہے (مشکوٰۃ)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بطورِ خرقِ عادت، مکتسب جسام متعدد ہوتے ہیں کیونکہ صحابی کا بیٹا جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا (مرقات)

فائدہ بہشت کے دروازے ایک دوسرے سے صرف گز دو نہیں ہیں بلکہ وہاں تو ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ہزاروں سالوں کی مسافت ہے لیکن ایک بہشتی بچہ بیک وقت ہر دروازہ پر موجود (حاضر و ناظر ہوگا

کمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوبندی وہابی و بہشتی بچہ کا کمال مان جانا لیکن اسے اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں شکوک و شبہات نہ چھوڑیں گے آزما کر دیکھئے۔

اب سنئے اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمانا آپ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا میں نے عرض کیا میں آپکو کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا جب تم میری تلاش شروع کرو تو پہلے مجھے پل صراط پر دیکھنا میں نے عرض کیا اگر وہاں میں آپ کو پاسکوں تو؟ آپ نے فرمایا مجھے میزان کے پاس دیکھنا میں نے عرض کیا اگر میری ملاقات وہاں بھی آپ سے نہ ہو تو آپ نے فرمایا مجھے حوض کوثر کے پاس دیکھنا بیشک میں ان تین مقامات سے ہٹ کر اِدھر اُدھر کہیں نہیں ہوں گا (مشکوٰۃ)

فائدہ

یہی جواب حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو دیا تھا جب انہوں نے ہجر و جدائی کی عدم برداشت کا اظہار کیا تو فرمایا ان تینوں مقامات پر بیک وقت موجود پاؤ گے البعد ورالسافرہ میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک ساٹھ ساٹھ ہزار سال کی مسافت ہے اس سے حاضر و ناظر کا اسے سمجھ آئیگا جو کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے جو آپکو صرف اور صرف اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے اسے سمجھ نہیں آئیگا۔

سائنسی ایجادات

دورہ حاضرہ میں مسئلہ حاضر و ناظر کا سمجھنا مشکل نہیں رہا اس لئے کہ ایجادات نے بہت بڑے لاتعداد مسائل ایسے حل کیے کہ منکر کو پاگل و مجنون کہنا فخر محسوس کیا جاتا ہے ریڈیو ٹیلی ویژن بلکہ آج کل وہ فون بھی ہمارے سامنے ہے کہ فون سے نہ صرف بات سنائی دیتی ہے بلکہ خود بولنے والے کی تصویر فوٹو جسم سامنے ہوتا ہے۔

دوربینی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ اس میں دیکھنے والا دور کی چیز قریب اور اصلی جسم سے بھی زیادہ موٹی دیکھتا ہے ان کے علاوہ درجنوں مثالیں قائم کی جاتی ہے اور سائنس ایجادہ بندہ ہے اور اسکا حال یہ ہے کہ اسکی طاقت کی انتہا ہوتی ہے تو ولایت کی قوت کی ابتداء ہوتی ہے اور ولایت کی قوت کی انتہاء ہوتی ہے تو نبوت کی قوت کی ابتداء ہوتی ہے اور دیگر جملہ انبیاء کی قوت کی انتہاء ہوتی ہے تو امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم کی قوت کی ابتداء ہوتی ہے۔

مثلاً سائنس اپنی قوت وطاقت کے بل بوتے پر چھلانگ لگانے کی مدعی ہے لیکن اسے قبر کے اندر عذاب و ثواب کا علم نہیں ایسے ہی خواب میں نیند والا جو مناظر دیکھ رہا ہے

اسے سائنس اپنی کسی بھی طاقت سے نہیں بتا سکتی لیکن اولیاء اللہ تعالیٰ پر قبور کے حالات بھی منکشف ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے اور انبیاء علیہم السلام کی قوت اعجاز کسی سے مخفی نہیں انکی طاقت کا یہ سماں ہے کہ وہ ملک الموت جو جملہ عالمین کو اپنی خدا داد طاقت سے ملیا میٹ کر سکتا ہے لیکن وہ موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام بارگاہ حق تعالیٰ کی تجلیات میں سے تجلی کی معمولی جھلک سے بے ہوش ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے آقا ؤ مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم عین ذات کو بلا حجاب دیکھ کر بھی متبسم تھے ؎

موسیٰ نہ ہوش رفت از پر تو صفات
تو عین ذات می نگری دیتمی

روح کی رفتار

روح کسی کی ہو مومن، کافر، فاسق فاجر اسکا خاصہ ہے کہ سیکنڈ میں کہاں سے کہاں تک پہنچتی ہے اسکی پرواز اور قوت وطاقت کی تفصیل فقیر نے "الفتوح فی حقیقۃ الروح میں عرض کی ہے سمجھانے کیلیے صرف ایک مثال عرض ہے کہ ہم جب خواب میں ہوں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے وَ یُمْسِکُ اُخْرٰی اور جہاں کسی نے جسم کے پاس

کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظمہ یا مدینہ پاک میں تھی آنا فانا جسم میں آکر داخل ہو گئی اور آدمی بیدار ہو گیا روح البیان زیر آیت وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ ٥ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیند کے وقت روح تو نکل جاتی ہے لیکن اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اس وجہ سے نیند میں خواب دکھائی جاتی ہے پھر جب وہ جاگتا ہے تو روح آنکھ جھپکنے سے پہلے واپس لوٹ آتی ہے یعنی خواب میں دیکھنے والی روح انسانی ہوتی ہے عالم برزخ میں روح حیوانی اس سے کچھ حسن و قبیح ظاہر ہوتا ہے اسے روح وحیوانی حکماء کی اصطلاحیں ہیں اہل سلوک ہر دو کو مطلقاً روح اس کے تنزلات سے تعبیر کرتے ہیں۔

نگاہِ انسان

ہماری نگاہ آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آجاتی ہے یہ نگاہ آدمی کا ایک جز ہے تو بشر ہے اگر اسے نور سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے لیکن انکی پرواز کا یہ حال ہے کہ بیک وقت جملہ اشیاء کو ہے اوپر بھی ہے نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے کمال یہ ہے کہ مرکز میں بھی ہے اور کائنات میں جہاں تک اس کی رسائی ہے بیک وقت موجود ہے یہاں آسمان کتنا دور سہی لیکن نگاہ انسانی کے لیے کچھ دور نہیں اور یہ عام انسان کی نگاہ ہے جو بہت سے امور میں بے بس ہے آگے دیکھے تو پیچھے نہ دیکھ سکے اوپر دیکھے تو نیچے سے محروم ایسے ہی دائیں دیکھے تو

بائیں جانب سے فارغ روشنی صرف روشنی میں دیکھ سکے وغیرہ وغیرہ وہ کائنات کا آقا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت آگے پیچھے دائیں بائیں اندھیرے اجالے بلکہ درمیانی حجابات بھی حائل نہ ہوں جب کہ ہماری بینائی کو حجابات حائل ہو جاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ عقل وشعور اور علم و دانش کے مدعی ہو کر اپنی بینائی کی قوت و طاقت پر نازاں ہے اور امام کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کے ماننے والوں فتوائے جو شرک و کفر بریں عقل و دانش بباید گریست

خیال و فکر انسانی

فکر اور خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بلکہ اسکی پرواز کا حال یہ ہے کہ ہم فرش پر اور یہ عرش پر اور کمال یہ ہے کہ یہ بیک وقت فرش پر بھی ہے اور عرش پر بھی جہاں جہاں اسکی رسائی ہے وہ وہاں بھی ہے اور مرکز میں بھی جب کہ یہ ایک ناقص شے ہے افسوس تو اس پارٹی کا ہے کہ ناقص کو مان کر توحید کا دم بھرتے ہیں اور جو ذات باکمال ہے اسے شرک کے فتویٰ سے اپنا انجام برباد کرتے ہیں ۔

سائنسی ایجادات کے نمونے

ابتداء میں عرض کیا گیا ہے کہ سائنسی ایجادات ایجاد بندہ ہیں بجلی تار ٹیلی فون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت کا حال یہ ہے کہ آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں اور وہ اپنے مرکز میں بھی

روشنی کی رفتار

روشنی دئے کی ہو یا گیس کی سورج کی ہو یا کسی ستارے کی اسکا حال سب جانتے ہیں کہ ان کی آن میں کہاں سے کہاں تک ہوتی ہے اور کمال یہ ہے کہ ہر جگہ موجود ہونے کے باوجود مرکز میں بھی ہے۔

فقیر سائنس کے ماہرین کا شمسی نظام کا ایک خاکہ پیش کرتا ہے۔

شاید اتر جائے ترے دل میں میری بات

نظامِ شمسی

قدیم یونانی لوگوں کا خیال تھا کہ نیلے گنبد کے اس پار اللہ تعالیٰ رہتا ہے اور سورج چاند ستارے اس کے دروازے ہیں مگر جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سورج آسمان کا دروازہ نہیں بلکہ نعمتوں کا دروازہ ہے۔

روشنی ہماری زندگی کا سہارہ ہے یہ روشنی ہم سورج سے حاصل کرتے ہیں اگر سورج کی حرارت ہم تک نہ پہنچ سکے تو ہم جم جائیں روشنی میں پھل پھول اور نباتات نشو ونما پاتے ہیں جو کہ ہمارے خوراک بنتے ہیں۔

زمین دن کے وقت سورج کی حرارت جذب کرتی ہے اور رات کو یہی حرارت آہستہ آہستہ خارج کرتی ہے جس کی وجہ سے سمندر کے نزدیک کے علاقوں میں نسیم برّی و بحری چلتی ہیں زمین سے ہر وقت خاکی ذرّات سورج کی حرارت جذب کرتے

ہیں اگر قدرت کا یہ ائیر کنڈیشننگ کا نظام موجود نہ ہو تو ہم دن کو سورج کی حرارت سے فضا میں موجود مہلک جراثیم مر جاتے ہیں اور یوں سورج ہمیں ضرر رساں اشیاء سے محفوظ رکھتا ہے سورج کی حرارت سے کائنات کی ہر شے مستفید ہوتی ہیں زیر آب جانور بھی سورج کی روشنی حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نشو و نما جاری رہتی ہے

سورج اتنا بڑا ہے کہ اس میں ۱۳ لاکھ زمینیں سما سکتی ہے اس کا قطر ۸ لاکھ ۶۴ ہزار میل ہے چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والا جہاز چھ ماہ میں سورج کے گرد چکر پورا کر سکتا ہے سورج اپنے نو ذیلی سیاروں سمیت نظام شمسی کہلاتا ہے نظام شمسی کا مرکز سورج ہے اس کے ذیلی سیارے (۱) زہرہ (۲) عطارد (۳) زمین (۴) مریخ (۵) مشتری (۶) زحل (۷) یورنیس (۸) نیپچون اور (۹) پلوٹو ہیں۔

عطارد

سورج کی ذیلی سیاروں میں سب سے چھوٹا سیارہ عطارد ہے اس کا قطر ۳۰۲۰ میل ہے سورج کے گرد صرف ۸۸ دنوں میں پورا چکر لگا لیتا ہے دوسرے لفظوں میں عطارد کا سال ہمارے ۸۸ دنوں کے برابر ہے اس کا سورج سے فاصلہ ۳۶ کروڑ میل ہے ذیلی سیاروں میں عطارد سورج کے سب سے زیادہ قریب ہے اسی وجہ سے اس کا

درجہ حرارت بھی زیادہ ہے زیادہ گرمی کی وجہ سے یہاں انسانی زندگی ناممکن ہے اس کا عرصہ محوری گردش ۸۵ دن ہے اس کا کوئی چاند نہیں۔

زہرہ

یہ ذیلی سیارہ عطارد سے بڑا مگر زمین سے چھوٹا ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۶ کروڑ بہتر لاکھ ۷۰ ہزار میل ہے قطر ۷،۸۴۸ میل ہے بہ نسبت اس کا درجہ حرارت بھی کم ہے یہ سیارہ آج کل روس کی توجہ کا مرکز ہے یہ سیارہ سورج کے گرد ۲۲۵ دن میں چکر پورا کرتا ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۲۶ لاکھ میل ہے ۱۹۶۳ء میں ترقی یافتہ آلات سے محور کے گرد ایک چکر ۲۳۰ دن ۴۰ یا ۵۰ منٹ زیادہ یا کم دریافت کیا گیا ہے۔

زمین

سورج کا یہ تیسرا سیارہ انسانوں کا مسکن ہے زمین ۳/۴ حصہ پانی اور ۱/۴ حصہ خشکی پر مشتمل ہے زمین چپٹی نہیں بلکہ نارنجی کی طرح ہے اور طرفین سے پچکی ہوئی ہے سورج سے ۱۳ لاکھ گنا چھوٹی ہے اگر ایک چیز کا وزن زمین پر ۱۲۵ پونڈ ہے تو سورج پر اسی چیز کا وزن ۲ ٹن ہوگا زمین کا ایک چاند ہے یہ چاند زمین سے ۴۰ ہزار میل کے فاصلے پر اور اس کا قطر ۲ ہزار میل ہے زمین ۳۶۵ دنوں میں سورج کے گرد چکر پورا کرتی ہے زمین کی محوری گردش کی[1] وجہ سے دن رات اور سالانہ گردش سے یعنی سورج کے گرد گردش کرنے سے موسم بنتے ہیں۔

---

[1] یہ موجودہ سائنس کا خیال ہے اگرچہ غلط ہے لیکن وہابی دیوبندی مانتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ زمین ساکن ہے اویسی غفرلہ

مریخ امریکی توجہ کا مرکز سیارہ مریخ زمین سے ۴ کروڑ ۸۰ لاکھ میل کے فاصلے پر واقع ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۱۴ کروڑ ۱۰ لاکھ میل ہے سورج سے زیادہ دور ہونے کی وجہ سے یہاں کا درجہ حرارت بہت کم ہے اور یہاں انسانی زندگی تقریباً ناممکن ہے اپنے محور کے گرد ۱/۲ ۲۴ گھنٹوں میں ایک چکر پورا کرتا ہے اس کے دو چاند ہیں سورج کے گرد یہ سیارہ ۶۸۷ دنوں میں چکر پورا کرتا ہے۔

مشتری نظام شمسی کا سب سے بڑا سیارہ ہے اس کے نو چاند ہیں یہ سیارہ ہمارے ۱۲ سال کے عرصے میں سورج کے گرد ایک چکر پورا کرتا ہے اس کا قطر ۸۶ ہزار پانچ سو میل ہے یہ سیارہ سورج سے ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میل دور ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۲۹ کروڑ میل ہے اس کا محوری گردش کا عرصہ ۱۰ گھنٹے ہے۔

زحل نظام شمسی کا حسین ترین سیارہ زحل زمین سے ۷۴ کروڑ ۴۰ لاکھ میل ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۸۸ کروڑ ۶۰ لاکھ میل ہے اس کے گرد نا معلوم گیسوں کا حلقہ پایا جاتا ہے محور کے گرد یہ سیارہ ۱۰ گھنٹوں میں چکر پورا کرتا ہے اس سیارے کی سالانہ گردش کا عرصہ ۲۹ سال ہے

یورینس یورینس کے ۴ چاند ہیں اس کا سال ہمارے ۸۶ سالوں کے برابر ہے اس کا قطر ۳۲ ہزار میل ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۱ ارب ۷۷ کروڑ ۹۰ لاکھ

۹۰ ہزار میل ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۲ ارب ۸ ۲ کروڑ ۸۰ لاکھ میل ہے

نیپچون یہ سیارہ سورج سے ۲ ارب ۹ کروڑ ۲ لاکھ میل اور زمین سے ۲ ارب ۶۹ کروڑ ۹۰ لاکھ میل دور ہے

پلوٹو یہ سیارہ نظام شمسی کا سرد ترین سیارہ ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۳۶ ارب ۲۰ کروڑ میل ہے اس کا سال ہمارے ۲۴۸ سالوں کے برابر ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۲ کروڑ ۹۱ ۲ ۴ لاکھ میل ہے اس کا قطر ہزار میل ہے اپنے محور کے گرد یہ ۲۲۵ دنوں میں چکر پورا کرتا ہے۔

سورج اور ستاروں کی رفتار اور اگر کبھی رات کو آسمان صاف ہو تو ہمیں کئی ستارے نظر آتے ہیں جو دور کے سورج ہیں کیونکہ وہ بہت دور ہیں اس لیے صبح سورج کی روشنی میں ان کی روشنی ماند پڑھ جاتی ہے اور وہ ہمیں نظر نہیں آتے میرا موضوع سورج اور ستاروں کے متعلق ہی ہے

سورج کے متعلق یہ باتیں ہمیں یاد ہونی چاہئیں۔

(۱) زمین سے فاصلہ ۹ کروڑ ۲۹ لاکھ میل

(۲) سورج کا قطر ۸ لاکھ ۵ ۲ ہزار میل

(۳) سورج کا حجم زمین سے ۱۳ لاکھ گنا

(۴) سطح کا ٹمپریچر ۲ ہزار درجے سنٹی گریڈ۔

(۵) مرکز کا ٹمپریچر ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ڈگری سنٹی گریڈ۔

ذیل میں سیاروں کا قطر سورج سے فاصلہ وغیرہ تحریر ہے۔

نام سیارہ	سورج سے فاصلہ	سیارے کا قطر	سال	محور پر گھومنے کی مدت	چاند
عطارد MERCURY	تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل	تین ہزار میل	۸۸ دن	۵۹ دن	صفر
زہرا VENUS	چھ کروڑ بہتر لاکھ //	۷ ہزار //	۲۲۵ //	۲۴۹ //	//
زمین EARTH	۹ کروڑ ۲۹ لاکھ //	۷ ہزار ۹ سو //	۳۶۵ //	۲۳ گھنٹے ۵۶ منٹ	۱
مریخ MARS	۱۴ کروڑ ۱۰ لاکھ //	۴ ہزار ۲ سو //	۶۸۷ //	۲۴ // ۳۷ //	۲
مشتری JUPITER	۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ //	۹۷ ہزار //	۱۲ سال //	۹ // ۵۰ //	۱۲
سرطان SATURN	۸۸ کروڑ ۶۰ لاکھ //	۷۵ ہزار //	۲½ //	۱۰ // ۱۴ //	۱۰
یورینس URANUS	ایک ارب ۸۷ کروڑ //	۳۱ ہزار //	۸۴ //	// ۴۹ //	۵
نیپچون NEPTUNE	دو ارب ۷۹ کروڑ //	۲۸ ہزار //	۱۶۵ //	۱۶ //	۲
پلوٹو PLUTO	۳ ارب ۶۷ کروڑ //	۳ ہزار ۶ سو //	۲۴۸ //	۶ دن	صفر

سورج میں تمام قدرتی عناصر موجود ہیں لیکن سب سے زیادہ مقدار ہائیڈروجن کی ہے اس کے بعد معمولی سی مقدار ہیلیم ہے اور پھر آکسیجن، نائٹروجن، نیون، کاربن اور کچھ دوسری دھاتیں بھی گیس کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور جو گیس ہیں ان کی بھی وہ خاصیتیں نہیں جو عام حالات میں ہوتی ہے

سورج کا درمیانی حصہ باہر کے مقابلے میں بے حد گرم اور روشن ہے مگر اس حصے کی روشنی اندر ہی رہتی ہے ہمیں سورج کی سب سے باہر والی ایک تہہ سے روشنی ملتی ہے جس کی موٹائی صرف چند

سومیل ہے اس تہہ کو سورج کی سطح کہتے ہیں اس سے جا بجا گرم گیس نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے حرکت کرتی رہتی ہیں شمسی دھبے بھی اسی تہہ پر نمودار ہوتے ہیں دھبوں کا ٹمپریچر تقریباً ۴ ہزار درجے سنٹی گریڈ ہوتا ہے۔

سورج کے مقابلے میں سیارے بہت چھوٹے ہوتے ہیں خیال کیا جاتا ہے کہ اربوں سال پہلے سورج اور سیارے ایک بہت بڑے آتشی بادل سے وجود میں آئے شروع سے ہی سیارے سورج کے گرد گھومنے لگے گیسی بادل کے جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رہ گئے وہ آکر قریبی سیاروں کے چاند یا سیارے بن گئے

کہکشاں کا قطر قریباً ایک لاکھ نوری سال ہے اور درمیان میں اس کی موٹائی دس ہزار نوری سال ہے اس میں کل ایک کھرب کے قریب ستارے ہیں ہماری کہکشاں سے قریباً ۲۰ لاکھ نوری سال کے فاصلے پر ایک اور کہکشاں ہے وہ بھی ہماری کہکشاں کی مانند ہے اتنی دور ہے کہ روشنی کے دھبے کی مانند نظر آتی ہے اس کے الگ ستارے نہیں دیکھے جا سکتے دوربین میں اس کی شکل چکر کھاتے تھا کی سی نظر آتی ہے کہکشاں ایک نہیں کروڑوں ہیں جہاں تک ہماری دوربین دیکھ سکتی ہے ان کہکشاؤں کا سلسلہ پھیلا ہے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی یہ کائنات کتنی بڑی ہے! یہ سوچ کر انسان کا دماغ چکرا اٹھتا۔

زہرہ سب سے زیادہ روشن ہے زہرہ اپنے گرد ہمارے ۲۴۳ دنوں میں چکر پورا کرتا ہے وہ ہمیشہ بادلوں کی موٹی سی تہہ سے

ڈھکا رہتا ہے مریخ پر سرخ رنگ کا ہوتا ہے کبھی کبھی موسموں کے بدلنے سے اس کی سطح کا رنگ بھی بدل جاتا ہے مریخ کے دو چاند ہیں ایک کا قطر دس میل اور میل اور دوسرے کا قطر پانچ میل ہے۔

مشتری سب سے بڑا سیارہ ہے اس کے ٹھوس حصے کا قطر ۲۷۰۰۰ میل ہے منجمد حصہ کا قطر جس میں پانی امونیا اور میتھین شامل ہیں ۷۰۰۰۱ میل ہے مشتری کی کشش ثقل بہت ہے اس لیے وہاں جا کر ہمارا وزن بڑا حصہ گیسوں کا ہے یہ بات یقینی ہے کہ وہاں زندگی نہیں کیونکہ یہ مشتری سے بھی ٹھنڈا ہے نیپچون خالی آنکھ سے نظر نہیں آتا یہ پہلا سیارہ ہے جسے ریاضی سے دریافت کیا گیا اس کے دو چاند ہیں پلوٹو آخری سیارہ ہے اس کو ۱۹۳۰ کے بعد دریافت کیا گیا اس کا سورج سے فاصلہ ایک ارب میل ہے اس لیے اس پر بھی زندگی ممکن نہیں اگر ہم عطارد پر رہتے ہوں تو (وہ سورج کے اتنا قریب ہے) ہمیں سورج معمول سے پانچ گنا زیادہ روشن نظر آئے۔

چاند اور سورج حضور علیہ السلام کی غلامی میں احادیث سے ثابت

ہوا سورج حضور کے لیے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز عصر کہ خدمت گزاری محبوب باری صلے اللہ علیہ وسلم میں قضا ہوئی تھی ادا فرمائی امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی الحمد للہ اسے خلافت

رب العزۃ کہتے ہیں کہ ملکوت السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے تمام مخلوق الٰہی کو ان کے لیے حکم اطاعت و فرمانبرداری ہی وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب انکا ہے وہ محبوب اجل۔

چاند جھک جاتا

حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دودھ پیتے تھے گہوارے میں چاند ان کی غلامی بجا لاتا جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا حدیث میں ہے سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما عم مکرم سید اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور سے عرض کی مجھی اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزے کا دیکھنا ہوا رَأَیْتُکَ فِی الْمَھْدِ تُنَاغِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ اِلَیْہِ بِاِصْبَعِكَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْہِ مَالَ میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے جس طرح انگشت مبارک سے اشارہ ہوتا چاند ادھر ہی جھک جاتا فرمایا اِنِّی کُنْتُ اُحَدِّثُہٗ وَیُحَدِّثُنِیْ وَیُلْھِیْنِیْ عَنِ الْبُکَاءِ وَاَسْمَعُ وَجْبَتَہٗ حِیْنَ یَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ ہاں میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا میں اس کے گرنے کا دھماکا سنتا جب وہ زیر عرش سجدے میں گرتا اَلْبَیْھَقِیُّ فِی الدَّلَائِلِ وَالْاِمَامُ شَیْخُ الْاِمَامِ اَبُوْ عُثْمٰنَ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الصَّابُوْنِیُّ فِی الْمِاَتَیْنِ وَالْخَطِیْبُ

وَابْنُ عَسَاکِرٍ فِیْ تَارِیْخِ بَغْدَادَ وَدِمَشْقَ عَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ"

امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں ھُوَ فِی الْمُعْجِزَاتِ حَسَنٌ یہ حدیث معجزات میں حسن ہے جب دودھ پیتوں کی یہ حکومت قاہرہ ہے تو اب تو خلافۃ اللہ الکبرے کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا جان کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب و ماہتاب درکنار واللہ العظم ملک ربک الامر ص۱۶۶) کے تمام نظم و نسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفہ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً" میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرآن عظیم فرماتا ہے تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۵ برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہل عالم کو ڈر سنانے والا ہو

ٹیلویژن

سورج و چاند اور ستارے تو ایک دور کا واسطہ ہے لیکن ٹیلویژن تو ہر آن ہمارے سامنے ہے اس ٹیلویژن میں غور کرنے سے نئے ذہنوں کے لیے یہ مسئلہ بآسانی واضح ہو جاتا ہے ایک آدمی ٹیلویژن اسٹیشن پر سامنے آتا ہے اور ہزاروں میلوں میں مختلف ہزاروں

مکانوں میں جہاں جہاں ٹیلی ویژن رکھا ہوتا ہے ہر جگہ وہ کاردی بیک وقت نظر آتا ہے ہاتھ، منہ، پاؤں، ہلاتا، آنکھیں بند کرتا، کھولتا، لبیں ہلاتا اور بولتا ہوا ان تمام جگہوں میں دیکھا جاتا ہے اور اس کی گفتگو بھی سارے لوگ باقاعدہ سنتے ہیں فرق یہ ہے کہ لوگ اسے دیکھتے ہیں وہ نہیں دیکھتا لوگ اس کی بات سنتے ہیں وہ نہیں سنتا یہ تو انسانی اور مادی ایجاد کا کرشمہ ہے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ روحانیت کے سامنے جملہ عالمین مشت خاک سے بھی کم اسی لیے ان کی ذات کی قوت کا انکار کیوں۔

صاحب روح البیان کی تقریر فقیر اویسی غفرلہٗ کی تفسیر

عقلی دلائل میں سے ایک دلیل وہ ہے جو صاحب روح بیان نے ایک کہ حضور علیہ السلام کی تین حالتیں ہیں (۱) بشری (۲) ملکی (۳) حقی۔

چنانچہ انکی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تین حالتیں ہیں (۱) بشری جیسے کہ فرمان خدا جل جلالہ ہے قل انما انا بشر مثلکم دوسری حالت ملکی ہے کہ سید دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں میں اپنے رب تعالیٰ کے دربار ہوتا ہوں تیسری حالت حقی ہے جیسا کہ فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس میں

کسی نبی رسول کی گنجائش نہیں ہے۔

عالم دنیا میں صورۃ بشری کا ظہور تھا اسے صحابہ کرام بلکہ تمام دیکھنے والے نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انسانی صورت میں دیکھنا لیکن سید دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی وجود مبارک اتنا عظیم ہے کہ سارا جہان کون و مکان عرش و کرسی لوح و قلم اس کے سامنے بہت ہی چھوٹا ہے بلکہ رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود حقیقی اس جہان میں یوں جاری و ساری کہ زمین و آسمان عرش و کرسی سے کوئی چیز حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور اور حجاب میں نہیں روح دوعالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے جہان کو کون و مکان کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ" کا اور یہی مفاد ہے صاحب روح البیان کے اس تفسیری قول کا کہ ابتداء آفرینش سے لے کر جو کچھ ہوا سب حضور کے سامنے ہوا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضور کے سامنے

تفسیر اُویسی غفرلہٗ

رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صورت بشری صورت میں محجوب رہی ہاں اس ملکوتی صورت کو بعض خوش بخت کبھی بیداری میں اور کبھی خواب میں دیکھ لیتے چند امثلہ حاضر ہیں۔

حضرت شیخ ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تیرا شیخ (پیر) میں نہیں ہوں بلکہ تیرے شیخ خواجہ عبد الرحیم ہیں اور رجب میں حضرت خواجہ عبد الرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ فرمایا اے ابو العباس تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے حکم دیا کہ بیت المقدس جاؤ تاکہ تو رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان سے جب میں وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اذا لسماء والارض والعرش والکرسی مملوۃ من النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الحاوی للفتاویٰ ص۲۴۵؍۲)

یعنی دیکھا کہ زمین و آسمان عرش و کرسی سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پر ہیں جب یہ دیکھ کر میں واپس خواجہ عبد الرحیم قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا اے ابو العباس کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا میں نے عرض کیا ہاں دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا اب تیری طریقت پوری ہو گئی پھر فرمایا

لم تکن الاقطاب اقطابا والاوتاد اوتادا والاولیاء اولیاء الا بمعرفتہ علیہ الصلوۃ والسلام (الحاوی للفتاویٰ ص۲۴۵؍۲)

یعنی ولی ولی نہیں بن سکتے اوتاد اوتاد نہیں بن سکتے اور قطب قطب نہیں بن سکتے جب تک وہ سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پہچان لیں۔

(۲) عارف باللہ حضرت علامہ حلبی پھر نبہانی قدس سرہٗ کا ارشاد مبارکہ جو مذکور ہوا وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو اعنہ زمان ولا مکان الخ۔

یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سید دو عالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسدِ شریف سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ زمین نہ آسمان نہ عرش نہ کرسی نہ لوح و قلم بلکہ آپ کے جسد شریف سے ملک و ملکوت پر ہیں۔

(۳) خاتم المحدثین علامہ سیوطی قدس سرہٗ کا فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد کرامۃ برویۃ راٰہ علے ھیئتہ التی ھو علیہا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برویۃ مثالہ۔

(الحاوی للفتاوی ص ۲/۵۳۴)

یعنی حبیب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر زیارت مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعام کرنا چاہے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور بندہ وہیں پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا ہے اس امر پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی اس تخصیص کی ضرورت ہے کہ رسول

اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ نظر آتی ہے۔
(فائدہ) اسی کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ۔

و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور و فائض گردد (اشعۃ اللمعات ص۴۰۱)

یعنی بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ تشہد میں السلام علیك ایہا النبی بطور خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ہر ذرہ میں اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں جاری و ساری ہے لہذا سید دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس امر سے آگاہ ہو اور اس شہود ارسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و موجود ہوتے ہوئے اسے غافل نہ ہو تاکہ حضور کے قرب سے اور معرفت کے اسرار سے منور و فائض ہو صلے اللہ علیہ وسلم۔

صورۃ ملکی صورۃ بشری میں محجوب کیسے | بشری لباس میں ملکی

صورت کے متعلق حضرت جبریل اور حضرت عزرائیل (ملک الموت) اور نکرین علیہم السلام کا معاملہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام کا اصلی وجود (جسم مبارک) اتنا بڑا ہے کہ آپ کے چھ سو پر ہیں صرف دو پر پھیلائیں تو سارا جہان ان کے نیچے آ جائے حضرت علامہ سیوطی قدس سرہٗ نقل فرماتے ہیں۔

ھٰذا جبریل راہ النبی صلے اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ولہ ستمائۃ جناح منہا جناحان سد الافق

(الحاوی للفتاوی ص۲۴۲)

یعنی جبریل علیہ السلام کو سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصلی حالت میں دیکھا کہ اس کے چھ سو ہیں سے صرف دو پروں نے سارا افق بھرا ہوا ہے اور جبرئیل بشری لباس میں آپ کو حضرت مریم نے بشری لباس میں دیکھا تو ایک نوجوان انسان نظر آئے

فتمثل لہا بشرا سویا (پ۱۶ سورۃ مریم)

جبریل (علیہ السلام) مریم (علیہا السلام) کے سامنے انسان کی صورت میں آئے

زیارت جبریل علیہ السلام

سب کو معلوم ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو جب بھی صحابہ کرام نے دیکھا تو ایک عام انسان کی صورت

میں دیکھا۔

(۱) امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا

رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر (مشکوۃ باب الایمان صاا)

یعنی ایک مرد دیکھا نہایت سفید لباس والے نہایت سیاہ بال ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹنوں مبارک کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اسکے جانے کے بعد حبیب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے عمر جانتے ہو کہ یہ کون تھا عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم اللہ تعالیٰ اور اسکے سچے رسول ہی بہتر جانتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور نے فرمایا اے عمر یہ جبریل تھے تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔

(۲) حضرت محمد بن مسلمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایکدن دیکھا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرد کے کان سے منہ مبارک لگا کر کچھ فرما رہے ہیں میں دیکھ کر آگے چلا گیا جب واپس آیا عرض کیا فمن کان یا رسول اللہ قال جبریل

(الحاوی للفتاوی ص۴۵۶ ج۲)

(۳) ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ایک دن میں نے اپنے حجرہ میں ایک مرد کو دیکھا کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے ساتھ باتیں

کر رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ من ھٰذا حضور یہ کون تھا حضور نے فرمایا بمن شبہتہ ہ اے صدیقہ تو نے کس جیسا دیکھا عرض کیا بدحیہ حضور یہ تو دحیہ صحابی معلوم ہوتے تھے فرمایا لقد رایت جبریل (الحاوی للفتاوی ص ۲/۵۵) اے صدیقہ یہ دحیہ صحابی نہیں تھے بلکہ تو نے جبریل کو دیکھا ہے (ملک الموت) علیہ السلام کا اپنا وجود مبارک اتنا عظیم ہے کہ ساری دنیا ان کے سامنے ایک طشت (تھالی) کی طرح ہے وہیں پر ہر مرنے والے کی روح پکڑ لیتے ہیں لیکن اس مرنے والے کے سامنے ایک انسان کی طرح آتے جاتے نظر آتے ہیں چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے۔

قال مجاھد قد جعلت الارض لملك الموت كالطست يتناول من حيث يشاء

(تفسیر مظہری ص ۲۷۷/۳ تفسیر روح البیان ص ۵/۳)

یعنی امام مجاہد نے فرمایا کہ ملک الموت کے لیے ساری زمین ایک طشت (تھالی) کی طرح ہے جہاں سے چاہتے ہیں روح کو پکڑ لیتے ہیں۔

(۲) ھذا عزرائيل يقبض فى كل ساعة من الخلائق فى جميع العوالم مالا يعلم الا الله وهو يظهر لهم بصور اعمالهم فى مواد شتى وكل واحد منهم يشهده ويبصره فى صور مختلفة (الحاوی للفتاوی ص ۲/۲۱)

یعنی ملک الموت علیہ السلام جہان بھر سے ہر گھڑی میں اتنی مخلوق کی جانیں قبض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ملک الموت علیہ السلام مرنے والوں کے سامنے ان کے اعمال کے مطابق مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مرنے والا ان کو مختلف صورتوں میں دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔

آقا و غلام کا فرق

جب حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے روئے زمین چھ سو پروں میں سے صرف ایک پر کے نیچے ہیچ ہو اور حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین صرف ایک تھالی کی مانند ہو تو رحمۃ العالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے سامنے زمین و آسمان کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے حضرت علامہ حلبی قدس سرہ نے فرمایا۔

ومن البراھین علٰے ذالك ایضا انه یجوز ویمکن وینتقل ان یجعل اللّٰہ تعالیٰ العوالم العلویۃ والسفلیۃ بین یدی النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم جعلۃ تعالیٰ الدنیا بین یدی سیدنا عزرائیل فان الملك الجلیل عزرائیل سئل کیف تقبض حضرا جلھا معًا احدھما فی اقصی المشرق والآخر فی اقصی فقال ان اللّٰہ تعالیٰ قد روی لی الدنیا بجمیع اجوانھا فجعلھا بین یدی الاکل اتناول منھا ما شئت (جواھر البحار ص۱۱۱)

یعنی سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین کو ایک تھالی کی طرح کر دیا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کون و مکان زمین و آسمان عرش و کرسی کو کر دیا یہ امر جائز بھی ہے ممکن بھی ہے اور عقل بھی اسے تسلیم کرتی ہے اس عظیم الشان فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ ان دو مردوں کی روحیں کیسے قبض کر لیتے ہیں جن کے مرنے کا وقت ایک ہی ہو لیکن ان میں سے ایک انتہاء مشرق میں ہو اور دوسرا انتہاء مغرب میں ہو تو حضرت ملک الموت نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ساری روئے زمین میرے سامنے یوں کر دی ہے جیسے کہ کھانے والے کے سامنے پیالہ ہوتا ہے وہ جہاں سے چاہے لقمہ اٹھا لیتا ہے یوں ہی میں بھی جہاں سے چاہوں روح نکال لیتا ہوں۔

ان مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں اس مومن کے لیے کہ جس کے سینہ میں عشق مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قندیل روشن ہے پوری بصیرت موجود ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی مخلوق کی طرف بشری لباس میں مبعوث فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضور کو اس بشری حالت میں دیکھتے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم مبارک ایک انسان کے جسم جتنا ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی وجود مبارک کون و مکان سے زمین و آسمان سے عرش و کرسی سے ملک و ملکوت سے بدرجہا بڑا ہے اور اس جہان کی حیثیت حبیب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اتنی بھی نہیں جتنی انسان کے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی بلکہ یہ نسبت تو صرف افہام و تفہیم کے لیے ہے ورنہ حضور کی امت کے افراد جب ریاضت و مجاہدہ کرتے بشریت کو ملکوتی لباس پہنلاتے ہیں تو یہ جہان ان کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا ۔۔۔ کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ التِّصَالِ

(قصیدہ غوثیہ مبارکہ)

اور حضرت علی عزیزاں قدس سرہٗ نے فرمایا زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست)

یعنی روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں جیسے کہ دستر خوان ہوتا ہے زاں بعد جب اسی سلسلہ کے بزرگ خواجہ خواجگان خواجہ بہاو الدین شاہ نقشبند قدس سرہ نے یہ ارشاد سنا تو فرمایا ما مے گوئم کہ چوں روئے ناخنیست (خالص الاعتقاد)

یعنی میں کہتا ہوں کہ روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں جیسے کہ انگلی کا ناخن ہوتا ہے اور حضرت سید عبد العزیز دباغ قدس سرہٗ نے فرمایا ما السمٰوات السبع والارضون السبع

فی نظر العبد المؤمن الا کحلقۃ ملقاۃ فی فلاۃ من الارض (ابریز شریف)

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی نظر میں ایسے ہیں جیسے ایک میدان لق دق میں ایک چھلا پڑا ہوا

فائدہ مذکورہ بالا صرف ملکوتی صورت کی کیفیت ہے جو حاضر و ناظر سمجھانے کے لئے بیان کی جا سکتی ہے۔

صورۃ حقی اس کے متعلق حدیث شریف میں فرمایا گیا لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی (مطالع المسرات)

مجھے حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے نہیں پہنچانا حضرت ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر و دیگر محدثین کرام رحمہم اللہ نے فرمایا اکثر الناس یعرفون اللہ ولکن لم یعرفوا النبی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لان حجاب البشریۃ غطی ابصارھم، اسی کو حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا

حقیقت محمد دی پا کوئی نہیں سکدا
اتھان چپ دی جا ہے الا کوئی نہیں سکدا

یعنی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو کوئی نہیں پا سکتا یہاں خاموشی کے بغیر چارہ نہیں مولوی قاسم نانوتوی نے قصیدہ قاسمیہ میں کہا رہا رخ پہ تیرے حجاب بشریت نہ جانا تجھے جز ستار مزید تحقیق فقیر کی شرح الحدائق میں دیکھئے

باب ۶

مخالفین کے قلم سے

الکذوب قد یصدق ،، جھوٹا کبھی سچ بول جاتا ہے
ایسے ہی مخالفین یعنی منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا حال ہے کہ کبھی نادانستہ ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں جو مسلک
حق اہلسنت کی مؤید ہوتی ہیں ان میں عبارات ذیل بھی ہیں جو مسئلہ
حاضر و ناظر کی تائید میں انکی تصانیف میں ملی ہیں

(آئندہ صفحات میں تفصیل پڑھیے)

(۱) مولوی کاندھلوی نے مندرجہ ذیل حدیث امت اور نبی علیہ السلام کے تعلق کے بارے میں نقل کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا مِنْ نَبِیٍّ دُفِنَ	میرے سوا جو نبی بھی مدفون
اِلَّا وَقَدْ رُفِعَ بَعْدَ	ہوا وہ تین روز کے بعد
ثَلَاثٍ غَیْرِیْ فَاِنِّیْ	آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا
سَأَلْتُ اللّٰہَ عزوجل	اور میں نے اللہ عزوجل
اَنْ اَکُوْنَ بَیْنَکُمْ اِلٰی	سے یہ درخواست کی کہ قیامت
یَوْمِ الْقِیَامَۃِ	تک مومنوں کے درمیان رہوں
(السمہودی فی وفاء الوفاء)	(تجلیات مدینہ ص ۱۳)

(از مولوی احتشام الحسن کاندھلوی دیوبندی)

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پاس ہیں مومنوں کے قریب ہیں مومنوں کے درمیان ہیں یہی حاضر و ناظر ہے اور جو مومن نہیں حضور اس کے قریب نہیں کیونکہ آپ نے مومن کی قید لگائی ہے۔

دو دلچسپ حوالے مولوی اشرف علی نے لکھا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے مختلف مقامات پر تشریف نہیں لیجا سکتے چنانچہ فتاوی امدادیہ ص ۵۸ ج ۴ میں ہے کہ اگر ایک وقت میں کئی جگہ محفل مولود منعقد ہو تو آیا سب جگہ تشریف لے جاویں

گے یا کہیں ؟ یہ تو ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جاویں کہیں نہ جاویں اور اگر سب جگہ جاویں تو وجود آپ کا واحد ہے ہزار جگہ پر کس طرح جا سکتے ہیں۔

شیطان اور اشرف علی تھانوی

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان میں لکھتا ہے کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

فائدہ

حفظ الایمان اشرف علی تھانوی کی وہی تصنیف ہے جس میں اس نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کو نہایت ہی گندی اور قبیح چیزوں سے تشبیہ دی ہے جس کی وجہ سے اسے علمائے عرب و عجم نے مرتد اور کافر کہا ۱۲ ۔ حسام الحرمین کا مطالعہ کیجیے۔

مکہ معظمہ میں بھی اور گنگوہ میں بھی

مولوی محمود حسن نگینوی فرماتے ہیں کہ میری خوشدامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال تک مقیم رہیں نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھیں سینکڑوں احادیث بھی ان کو حفظ تھیں انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا حضرت یعنی مولانا رشید احمد گنگوہی کے بہت شاگرد و مرید ہیں مگر کسی نے حضرت مولانا گنگوہی کو پہچانا

جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں تھا روزانہ میں نے صبح کی نماز حضرت "گنگوہی" کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا ہے اور لوگوں سے سنا بھی ہے کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوئم صـ۲۱۲)

محمد الحفری مجذوب کا تیس شہروں میں نماز جمعہ بیک وقت پڑھنا اور کئی شہروں میں ایک ہی رات میں رہنا

حکیم دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ محمد الحفری مجذوب آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے آپ کی وفات ۹۰۷ھ میں ہوئی

جمال الاولیاء صـ۸۸ (از مولوی اشرف علی تھانوی)

حضرات، اللہ کا ولی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ایک دفعہ کئی دفعہ شہروں میں دن کو بیک وقت حاضر و ناظر اور رات کو بیک وقت کئی شہروں میں شب باش ہو سکتا ہے مگر دیوبندیوں کے نزدیک تھانوی صاحب کے فتوی کے مطابق سب

جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ دیوبندی بولتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

مولوی قاسم نانوتوی کا کمال

مولوی محمد قاسم نانوتوی مسجد کے اندر داخل ہوئے مسجد اور گھر کا دروازہ قریب تھا مسجد سے گھر آئے تو گھر کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوئے کندھے سے قمیص پھٹی ہوئی کندھے کے اوپر کل کی ضرب اور خون کا نشان تھا بیوی نے پوچھا جب مسجد گئے تھے تو تم سلامت تھے مسجد سے قدم اٹھا کر اندر داخل ہوئے ہو دو قدموں کے درمیان تمہاری کسی سے لڑائی اور نہ جھگڑا ہوا یہ کندھے سے قمیص کیوں پھٹی ہے اور کندھا زخمی کیوں ہے یہ واقعہ تمہارے ساتھ کیسے پیش آیا۔

مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی بیوی سے کہا جب میں نے مسجد سے قدم اٹھایا اپنے مکان کی دہلیز پر رکھا ایک میرے مرید نے مجھے آواز دی اور پکارا تو میں نے جہاز کو کندھا دیا تو اس کے کیل کے ساتھ میری قمیص اڑ کے پھٹ گئی اور کندھا زخمی ہو گیا۔

(کنز الفرائض اردو صد مطبوعہ دیوبند)

(اولیٰ بمعنی اقرب)

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صـ۱ میں لکھتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ

علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنے اقرب ہے۔

(فائدہ) اس کے علاوہ آبحیات (تصنیف قاسم نانوتوی) کا حوالہ اور اولیٰ بمعنی زیادہ قریب کی تحقیق باب اول قرآنی آیات النبی اولیٰ بالمومنین ،، میں تفصیل سے عرض کر دیا ہے

پیر کا عقیدہ

دیوبندیوں کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کئی جگہ تشریف فرما سکتے ہیں آپ نے دیوبندیوں کو سمجھانے کے لیے فرمایا

رہا یہ عقیدہ کہ مجلس مولود میں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں تو اس عقیدہ کو شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے یہ بات عقلاً و نقلاً ممکن ہے بلکہ بعض مقامات پر واقع بھی ہو جاتی ہے اگر کوئی شبہ کرے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم کیسے ہوا آپ کئی جگہ کیسے تشریف فرما ہوئے تو یہ شبہ بہت کمزور ہے حضور کے علم و روحانیت کی وسعت کے آگے جو صحیح روایات سے اہل کشف کے مشاہدے سے ثابت ہے یہ ادنیٰ سی بات ہے

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۱۴)

محفل میلاد شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس تشریف لانا

حضرت حاجی امداد حسین عرف حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ محفل میلاد شریف میں اس نیت سے کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کہ اس ذکر وفکر اور محفل کے خلوص وعقیدت کے پیش نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس تشریف لانا بعید نہیں بلاشبہ جائز ہے ملاحظہ ہو۔

اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے، مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر (جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں زمان ومکان دونوں (کی قید) سے پاک ہے پس (روضہ انور میں جلوہ گر ہوتے ہوئے قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں

(شمائم امدادیہ ص۵۰)

تھانوی صاحب کے پیر دادا

تھانوی صاحب خود لکھتے ہیں۔

(پردادا صاحب کی) شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا کریں اس لئے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے یہ واقعہ خاندان

ہیں مشہور ہے۔

(اشرف السوانح ص ۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

بیدار بخت مرنے کے بعد ادھر بھی اُدھر بھی

مولانا اسماعیل صاحب کے قافلہ میں ایک شخص شہید ہو گئے تھے جن کا نام بیدار بخت تھا وہ دیوبند کے رہنے والے تھے ان کے شہادت کی خبر آچکی تھی ان بیدار بخت کے والد حسب معمول دیوبند میں اپنے گھر میں ایک رات کو تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی اور پھر ایک شخص نے دروازہ کھولا دیکھا تو ان کے متعلق معلوم ہو چکا تھا کہ شہید ہو چکے ہیں یہ کیسے آگئے بیدار بخت نے کہا کہ جلدی کوئی فرش وغیرہ بچھائیے مولانا اسمعیل صاحب اور سید صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں ان کے والد نے فوراً ایک بڑی چٹائی جو نئی خریدی تھی بچھا دی ایک مجمع اس فرش پر آ بیٹھا بیدار بخت سے ان کے والد نے کہا تمہارے کہاں تلوار لگی انہوں نے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنے باپ کو دکھلایا کہ یہاں تلوار لگی تھی ان کے باپ نے کہا باندھ لو مجھ سے نہیں دیکھا جاتا تھوڑی دیر بعد یہ سب حضرات واپس تشریف لے گئے صبح کو بیدار بخت کے والد کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہ تھا مگر چٹائی پر دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے یہ وہ قطرے

بختے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے ان کے والد نے دیکھے تھے ان قطروں کے دیکھنے سے وہ سمجھے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے اس قصہ کی خبر جب مولانا یعقوب نانوتوی کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب نے سنی تو وہ اس قصہ کی تحقیق کے لیے نانوتہ سے دیوبند تشریف لائے اور بیدار بخت کے والد صاحب سے کہا اور مولانا یعقوب صاحب نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا اور بیدار بخت کے والد بھی بزرگ اور تہجد گذار تھے اس حکایت کے سب راوی عالم اور بزرگ ہیں بجز میرے

(افاضات یومیہ ص ۲۰۹ ج ۱۰ ۱۰۲)

دوسرا واقعہ

محمد الشربینی، شیخ بزرگ ولی، صاحب کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرور میں تھی آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں اور انہیں متفرق صورتوں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا تو پھر ان کو مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا

(جمال الاولیاء ص ۲۰۲)

حضرت شیخ محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے تھے امام شعرانی فرماتے ہیں کہ آپ کو جس چیز کی گھر وغیرہ کے لیے حاجت ہوتی ہوا میں ہاتھ کر کے لے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے تھے فرماتے ہیں کہ سید محمد بن ابی الحمائل کہتے ہیں کہ ایک طالب علم میرے یہاں سے شیخ شربینی کے بھاگ گیا جب جب وہ آیا تو پوچھا کہاں سے آیا ہے اس نے کہا شربینی کے پاس سے میں نے کہا میں اس وقت تک مارتا رہوں گا جب تک شربینی صاحب نہ آجائیں میں اس کو مارنے کے واسطے لگے بڑھا تو شربینی صاحب اس کے سر پر کھڑے تھے اور فرمایا کہ میں سفارش کرتا ہوں میں نے چھوڑ دیا تو شیخ غائب ہو گئے

(جمال الاولیاء صد ۲۰۳ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔

(امداد المشتاق صد ۹۴ مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی احمد صاحبان)

اولیاء اللہ بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے لکھا ہے کہ شیبان نامی ایک درویش کے بیک وقت دیکھتے دیکھتے ایک سے ستر جسم

ہو گئے تھے (آگے لکھا ہے) کہ اصحاب نفوس قدسیہ جس قالب میں چاہیں اور جہاں چاہیں بیک وقت حاضر ہو سکتے ہیں۔
(مواعظ اشرفیہ سلسلہ التبلیغ)

بھون کے حجرہ میں بھی اور سمندر میں بھی

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ہم جہاز میں سوار ہو کر حج کو چلے جہاز ہمارا گردش طوفان میں آگیا اور چار پانچ روز تک گردش میں رہا محافظانِ جہاز نے بہت تدبیریں کیں مگر کوئی کارگر نہیں ہوئی آخر جہاز ڈوبنے لگا ناخدا (ملاح) نے پکار کر کہا کہ لوگو! اب اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگو یہ دعا کا وقت ہے میں اس وقت مراقبہ میں ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا حالت طاری ہوئی اور معلوم ہوا کہ جہاز کے ایک گوشے کو حافظ ضامن صاحب اور دوسرے کو حاجی صاحب اپنے کندھوں پر رکھ کر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں اور اٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا کر دیا اور جہاز بخوبی چلنے لگا تمام لوگ بہت خوش ہوئے اور جہاز کی سلامتی کا چرچا ہوا وہ وقت اور دن اور تاریخ اور مہینہ کتاب پر لکھ دیا اور بعد حج وزیارت اور طے منازل سفر کے تھانہ بھون آکر اس لکھے ہوئے کو دیکھا اور دریافت کیا اس وقت ایک طالب علم قدرت علی (نام) ساکن ابندری ملک پنجاب مرید وخادم حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اس نے بیان کیا کہ بے شک فلاں وقت میں تنہا حاجی

صاحب حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنی لنگی بھیگی ہوئی مجھ کو دی اور فرمایا کہ اس کو کنوئیں کے پانی سے دھو کر صاف کرلو اس لنگی کو جو سونگھا تو اس میں دریائے شور (سمندر) کی بو اور چکناہٹ معلوم ہوئی اس کے بعد حضرت حافظ ضامن صاحب اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور اپنی بھیگی لنگی دی اس میں بھی دریا کا اثر معلوم ہوا۔

(کرامات امدادیہ ص۷ مدنی کتب خانہ دیوبند یوپی)

حضرات: منکرین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو متعدد مقامات پر موجود ہونے کا انکار کرتے ہیں مگر ملنے پہ آیئں تو اپنے مولویوں اور پیروں کو آن واحد میں متعدد جگہ پر مانتے ہیں حاجی صاحب اور حافظ ضامن صاحب ایک ہی وقت میں اپنے حجرہ میں مقیم بھی ہیں اور عین اسی وقت حجرہ سے برآمد ہوتے ہیں تو لنگی سمندر والے پانی سے بھیگی ہوئی معلوم ہوئی ہے دیکھو حجرہ سے غائب بھی نہیں اور ہزاروں میلوں پر سمندر کی گرداب (بھنور) میں کھڑے ہو کر کتنے بھاری وزنی جہاز کو اٹھا رہے ہیں اور مافوق الاسباب یعنی ظاہری دنیاوی ذرائع ووسائل سے بے نیاز ہو کر جہاز والوں کی مشکل کشائی کر رہے ہیں پھر اسی وقت حجرہ سے ہی باہر آرہے ہیں ان کے پیر و مولوی حاضر و ناظر بھی گئے اور مشکل کشا بھی

حضور حاضر و ناظر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولوی شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح مسلم شریف ج ۱ ص ۳۰۵ میں علامہ سید محمود آلوسی کی تفسیر روح المعانی کی تمام عبارت نقل کرکے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہونے کے بیک وقت متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں۔

(ف) فقیر چونکہ فتح الملہم کی عبارات رفع الحجاب اور رسالہ فتاوٰ تھا اور الابخلاء فی تطور الاولیاء میں نقل کرچکا ہے اسی لیے اسے تطویل سمجھ کر صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے وہ یہ ہے

ولیس کما ادعی الحکمون استحالته من شغل النفس الواحدة اکثر من بدن واحد بل هو امر وراء کما لا یخفی علی من نور اللّٰه بصیرة "۔ یہ وہ ہے جیسے فلاسفہ نے استحالہ کا دعویٰ کیا ہے کہ ایک نفس وروح متعدد ابدان میں تصرف کرے بلکہ یہ اور رواقعہ ہے اور اس پر واضح ہے جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے منور فرمایا ہے۔

مولوی انور کاشمیری فیض الباری شرح بخاری ص ۲۰۴) میں لکھا کہ۔

ویمکن عندی رؤیته صلی اللّٰه علیه وسلم یقظة لمن رزقه اللّٰه سبحانه کما نقل عن السیوطی رحمة اللّٰه تعالٰی اثنین وعشرین	میرے نزدیک حضور علیہ السلام کی بیداری میں زیارت ممکن ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے جیسے امام سیوطی کے بارے میں منقول ہے کہ انہیں ۲۲

مرۃ وسألوعن احادیث بار زیارت ہوئی اور آپ
ثم صحہا بعد تصحیح سے احادیث کی تصحیح
صلے اللہ علیہ وسلم۔ بھی کی۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے امام شعرانی رحمۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور علیہ السلام کے سامنے اپنے آٹھ رفقاء کی معیت میں بخاری شریف پڑھی۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور حسین احمد مدنی

دونوں کی بیک گواہی دیوبندیوں کے لئے بھاری ثابت ہے

وہم مرید بیقیں داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دوراست امارو حانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم داند وہر وقت شیخ را بیا دوارد وربط قلب پیدا آید وہر دم مستفید بود وچوں مرید درحل واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ اورا القا خواہد کرد

(الشہاب الثاقب ص۶۱)

اس عبارت کا ترجمہ امداد السلوک مترجم ہی سے نقل کیا جاتا ہے:

مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ

پر مقید نہیں ہے بلکہ جس جگہ مرید ہوگا قریب یا بعید اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو لیکن اس کی روحانیت دور نہیں جب اس بات کو راسخ کرے اور شیخ کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا اور ہر ہر آن میں عجیب فائدہ حاصل ہوگا تب مرید ہر وقت عقدہ کشائی میں شیخ کا محتاج ہوگا اور شیخ کو دل سے حاضر کرکے جب زبان سے پوچھے گا تو یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اسکو بتلائے گی لیکن اس میں ربط تام شرط ہے۔

(فائدہ) وہی بات جو مولوی رشید احمد گنگوہی نے امداد السلوک میں لکھی تھی حسین احمد مدنی کانگرسی نے تصدیق کے طور نقل کردی مولوی رشید اور مولوی حسین احمد کانگرسی کی عبارت سے مندرجہ ذیل عقائد و مسائل ثابت ہوئے۔

(۱) پیر کا مرید کے پاس ہر وقت حاضر و ناظر ہوتا۔
(۲) مرید کا تصور شیخ (مرشد) میں زندگی بسر کرنا۔
(۳) پیر کا حاجت روا ہونا۔
(۴) مرید خدا کو چھوڑ اپنے پیر سے حاجات مانگنا۔
(۵) پیر کا مرید کو باتیں دل میں القاء کرنا۔
(۶) پیر کا مرید کے دل کو جاری کرنا۔

غور فرمایئے کہ جب دیوبندیوں کے قطب گنگوہی کے عقیدہ پر ایک عام مرشد میں یہ طاقتیں ہیں جو جملہ کائنات کے

مرشد اور نبی و رسول (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں ان میں یہ طاقتیں ماننا کیوں شرک ہے۔

دیوبندی فیصلہ کریں کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا تو شرک اور پیر و مرشد کو ماننا توحید اسکی وجہ کیا ہے

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا قول

فرمایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے پس اسکے جواز میں شک نہیں ہے

(شمائم امدادیہ ص۹۷)

(فائدہ) حاجی صاحب نے خوب فرمایا کہ روح عالم امر سے ہے اور عالم امر طرف وجہت قرب وبعد میں مقید نہیں ہے اور یہ بھی مسلم کہ ولیوں ابدالوں اوتادوں قطبوں اور غوث (قطب الاقطاب) کی روح سے سید دو عالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک ستر درجہ لطیف تر ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا کیا کہنا لہذا نتیجہ یہ ظاہر ہے کہ محبوب کبریا سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے کوئی چیز دور نہیں ہے جیسے رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے فرش ویسے ہی عرش جیسے زمین ویسے ہی آسمان جیسے ایسے ہی ملکوت جیسے حضور کے سامنے روضہ انور ویسے ہی سارا جہان

کون و مکان مزید تفصیل کی ضرورت نہیں صرف حوالہ ہی کافی ہے

ثبوت مسئلہ حاضر و ناظر اور احمد علی لاہوری کا منبر

سب کو معلوم ہے کہ مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی خوابوں اور جعلی کشفوں کا کتنا بڑا بادشاہ تھا اور پھر ان نمی پرند مریدان نی پرانند پر اس کا خوب چرچا تھا ایک منٹ میں وہ خود کہاں تک پرواز کر جاتا اور اس کے مریدان سے صفا کیا سے کیا کہہ دیتے ایک دفعہ اس کے درس کے بارے میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ (معاذ اللہ) حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صحابہ سمیت اسکا درس سننے تشریف لاتے ہیں اور بعد فراغت بار بار فرماتے ہیں صَدَقْتَ، صَدَقْتَ اگرچہ یہ بھی دیوبندیوں کے بلّی کے خواب کی طرح ہے لیکن اہلسنت کے مسلک کی تائید ہو گئی

(۱) حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں

(۲) علم غیب کلی منجانب اللہ آپکو عطا ہے کہ کوئی بھی کہیں بھی کچھ کرتا ہوں آپ ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں

(۳) عالم دنیا میں تصرف کرتے ہیں جیسے چاہیں احمد علی لاہوری کا یہ کمال مودودی پارٹی کو تیر کی طرح چبھ گیا انہوں نے اس واقعہ کو شرعًا غلط قرار دیا احمد علی لاہوری کے چیلوں نے اصول وہابیت دیوبندیت کو بالائے طاق رکھ کر بریلوی بن گئے اور چن چن کر وہی دلائل وحقائق جمع کیے جو اہلسنت

بریلوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حاضر و ناظر کے بارے میں پیش کرتے ہیں فقیر نے اپنی کتاب دلوں کے چین میں ایک باب قائم کر کے اس میں شامل کیا ہے یہ مضمون خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء میں ص ۹ تا ص ۱۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

لطیفہ | دیوبندیوں ایسے ہی دوسرے بعض بد مذاہب کو جب کوئی مخالف ستاتا ہے تو یہ لوگ اہلسنت کے اصول کا سہارا لیتے ہیں سنے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ثبوت میں اصول اہلسنت کو اپنایا مودودی کو پرویز نے ستایا تو اس نے بھی

اب پڑھیے خدام الدین کا مضمون۔

اعتراضات کے جوابات دینا یا کسی بحث میں الجھنا "خدام الدین" کی پالیسی کے خلاف ہے ہم نے ہمیشہ ہی مباحث کی خارزار وادیوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے لیکن روزنامہ حالات میں مدیر خدام الدین کا ایک مضمون شائع ہو جانے کی وجہ سے ایک ہی مکتبۂ فکر کے دو تین جرائد نے ایک طوفان اٹھا کر خدام الدین کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہم نے پھر بھی اس کا کوئی نوٹس نہ لیا کیونکہ ہم ان قلیل الاشاعت جرائد کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اب اکثر قارئین خدام الدین کے بے پناہ اصرار اور شدید تقاضے کے باعث یہ مضمون ہدیۂ ناظرین خدام الدین کیا جا رہا ہے اس مضمون کی اشاعت سے

مقصود کسی کی دل آزاری یا بحث و نظر کے دروازے
کھولنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے نقطۂ نظر کی۔

(ادارہ)

ارباب احوال کی کرامات
پر
ماہنامہ فاران کی تنقید

رأس المحققین اسوۃ الصالحین حضرت
مولانا سیّد ابن الحق مدظلہ شیخوپورہ —

مئی ۱۹۶۳ء کے فاران میں جناب ماہر القادری نے مذہبی کمین گاہوں کے زیر عنوان ایک سائل کا خط شائع کیا ہے جس کے ذریعہ روزنامہ حالات لاہور میں شائع شدہ جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر خدام الدین کے ایک مضمون حضرت شیخ التفسیر بارگاہ نبوی میں پر مشق تنقید کی ہے — خط نویسندہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں سے ذیل کی چند سطور درج کی ہیں۔

ایک شخص نے آکر مولانا سے عرض کیا آپ جب درس قرآن میں مشغول ہوتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ رحمت، دو عالم صحابہ

کرامؓ کی جمعیت کے ساتھ ایک بلند مقام اور مسند پر جلوہ افروز ہیں اور جب آپ جملہ ختم کر کے سکوت فرماتے ہیں تو رحمت عالمؐ تین مرتبہ صَدَقْتَ صَدَقْتَ فرماتے ہیں حضرت مولانا سے کسی صاحب نے اس کی تفصیل کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ نوجوان مقام ابدیت پر فائق ہونے والا ہے اور ابدالوں کو یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے مشاہدات سے دوچار ہوتے ہیں۔

اب سائل اس خط سے بزعم خویش یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور اکرمؐ علماء کے ذکر و اذکار میں تشریف لاتے ہیں دوسرے منبر پر خط نویسندہ صاحب نے صوفی جمیل احمد صاحب خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور عبدالقادر صاحب نے دو خواب جو شیخ التفسیر نمبر میں شائع ہوئے ہیں اور تقریباً اسی قسم کا مفہوم رکھتے ہیں ان کا ذکر کر کے دریافت کرتے ہیں کہ کیا غلو اور شخصیت پرستی کی تعریف سے یہ باتیں باہر ہیں اور کیا اسلام کی تعلیم اس بارے میں یہی ہے قرآن و سنّت کی روشنی میں یہی ہے قرآن و سنّت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں تیسرے نمبر پر سائل نے مودودی صاحب کے خلاف حضرت مولانا کی صحیح تنقیدات کا رونا رویا ہے اور اس کے جواب میں ماہر القادری صاحب نے مودودی صاحب کی مدح و ثنا کے پل باندھے ہیں ماہر القادری صاحب نے ہر ایک سوال کا نمبر وار جواب لکھا ہے چنانچہ لف و نشر غیر مرتب کے طور پر

کچھ لکھنا چاہتا ہوں نمبر تین کے جواب کے متعلق میں اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھوں گا کہ مودودی صاحب کے مناقب کا دفتر اہل علم کی تحریروں سے بھرا پڑا ہے مگر ماہر القادری صاحب نے اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا آج کل مؤقر جریدہ "امروز" میں چوہدری حبیب اللہ کے قلم سے جماعت اسلامی کا رخ کردار کے عنوان سے

مودودی صاحب کے شاندار مناقب بالاقساط ذکر کئے جا رہے ہیں ان میں سے کم از کم قسط نمبر ۲ کے مناقب کا ماہر القادری صاحب کو ضرور ذکر کرنا چاہیے تھا تاکہ مودودی صاحب کے پر اسرار مناقب منظر عام پر آتے اور آپ کی اسلام نما خدمات کی قلعی کھل جاتی اور ماہر القادری صاحب کی طرح اور عقیدت کیشوں کا دل ٹھنڈا ہو جاتا اس طرح مودودی صاحب کے مناقب میں بھی اضافہ ہو جاتا اور جماعت مصلحین کے بھولے بھالے عقیدت مند اپنے لیڈر کے پاکیزہ مناقب پر سر دھنتے رہتے۔

ناظرین کو یاد ہو گا اور اخبارات شاہد ہیں کہ خواجہ نظیر احمد صاحب نے عدالت میں بیان دیا تھا کہ مودودی صاحب کو امریکہ امداد دیتا ہے چنانچہ جب خواجہ صاحب کا یہ بیان شائع ہوا تو اس بنا پر مودودی صاحب نے حضرت مولانا احمد علی کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کیا اور دو تین پیشیوں کے بعد مقدمہ چھوڑ کر دوڑ گئے میکش صاحب مرحوم نے

عدالت میں کہہ دیا تھا کہ ہم عدالت میں ضرور حاضر ہوں گے مگر مودودی صاحب کی ضمانت لی جائے وہ دوڑا کرتے ہیں دوڑ جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حمید نظامی مرحوم نے انہی دنوں مودودی صاحب کو یہ چیلنج کیا کہ خواجہ صاحب کے بیان شائع کرنے پر اگر آپ نے حضرت مولانا کے خلاف دعویٰ کیا ہے تو بھی خواجہ صاحب کے بیان کو دہراتا ہوں آپ میرے خلاف دعویٰ کریں میں عدالت میں ثابت کروں گا کہ امریکہ آپ کو یقیناً امداد دیتا ہے مگر مودودی صاحب کو سانپ سونگھ گیا اور وہ آج تک خاموش ہیں امریکہ جیسے اسلام دوست علم پرور نیک بخت کی امداد اور مودودی صاحب کی فضیلت، اخلاص اور للہیت کے شاندار قصیدے کو ماہر القادری صاحب مذکورہ مناقب میں لکھنا بھول گئے اب جب کہ ماہر القادری صاحب جیسے عقیدت کیشوں نے مودودی صاحب کے ایسے جلی اور قابل تحسین مناقب کے ذکر کرنے سے جی چرایا ہے تو ہمیں اس تکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے سوال نمبر ۲ کا جواب چونکہ مختصر ہے اس لیے اس کو مقدم رکھتا ہوں۔

سوال نمبر ۲ کا جواب

سوال نمبر ۲ کے جواب میں ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں
سوال نمبر ۲ میں جو واقعات ذکر کئے گئے ہیں وہ بھی اسی انداز

کے ہیں ان لوگوں کے غلو عقیدت کو کیا کہئے جو اپنے پیروں کی بزرگی، کرامت ولایت اور تقدس ثابت کرنے کے لیے رسول اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے وقار تک کی پروا نہیں کرتے۔

حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے متعلقین اکثر اہل علم ہیں اور حضرت مولانا نے اپنے مریدین کی تربیت ایسی فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے وقار کی حفاظت اور اقامت کے لیے ہر وقت قربان ہونے کے لیے تیار رہتے ہیں ماہر القادری صاحب نے مذکورہ خوابوں کی تعبیر سمجھنے میں بڑی عجلت کی ہے اور ان کی صحیح تعبیر اور محافل سے دیدہ دانستہ گریز کیا ہے حضراتِ ناظرین پہلے ان خوابوں کو پڑھ لیجئے جن پر ماہر القادری صاحب اس قدر سیخ پا ہوئے ہیں کہ ارباب رویا کو حضورؐ اور صحابہؓ کے وقار کی پرواہ کرتے کا طعنہ دیتے ہیں اور اپنی اس حماقت کی آخری ذمہ داری در پردہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کی صحبت تربیت اور تعلق پر ڈالنا چاہتے ہیں صوفی جمیل احمد صاحب میواتی خلیفہ مجاز قطب زمان حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا خواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند مکان عالیشان عمارت کے احاطہ میں آپ نے حضرت شیخ التفسیر رحمتہ اللہ علیہ کو قرآن کا درس دیتے ہوئے خواب میں دیکھا ہے اور عبدالقادر صاحب کا خواب یہ ہے کہ حضرت شیخ حضورؐ کے سامنے دو زانو بیٹھے ہیں اور آپ کے زانو حضورؐ کے زانوئے مبارک سے ملے ہوئے ہیں ماہر القادری صاحب

سنجیدہ ادیب اور سخن فہم انسان ہیں معلوم نہیں انہوں نے کس دارالامراض میں ذہن اور فکر کو علیل کر دیا ہے خواب میں تو مذکورہ واقعات سے عجیب تر واقعات دکھائی دیتے ہیں مگر اہل علم ان کو صحیح محامل پر اتارتے ہیں کیا ماہر القادری صاحب نے کہیں نہیں پڑھا کہ بیت نبوۃ میں جو اپنی طہارت اور پاکیزگی میں انوار و فیوضات میں آیات اللہ کی تلاوت اور برکات میں حکمت کے خزانہ ہونے اور ہدایت کا سرچشمہ ہونے میں اس قدر عالی شان اور بلند ہے جس کے برابر اونچا اور عالیشان محل خواب میں بھی دوسرا نہیں ہو سکتا حضور کی دنیا کی حیات اور زندگی میں حضورؐ کے پاس حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ آکر بیٹھے اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عثمان سعد بن مالکؓ ایسے وقت بھی بیت نبوۃ کے اندر آکر بیٹھے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضور کے پیچھے بیٹھی تھیں جیسا کہ حافظ علی ابن ابی بکر ہیثمی نے لکھا ہے اگر حضور کی حیات میں اور بیداری میں بیتِ نبوۃ میں صحابہؓ کا اندر داخل ہونا اور بیٹھنا اور صحبت نبوت میں علم و عرفان کا درس لینا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقار کے خلاف اور منافی نہیں تھا تو صوفی جمیل احمد کا خواب میں یہ دیکھنا کہ ایک عالی شان محل میں جس کو کہا گیا ہے کہ یہ حضور کے وقار کے خلاف اور منافی کیوں ہے کیا ماہر القادری صاحب یہ نہیں جانتے کہ حضور کے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر حضرت

ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی ہے اور جس منبر پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خطبات ارشاد فرمائے ہیں اگر زندگی میں اور بیداری میں حضورؐ کے مقام پر بیٹھ کر کتاب وسنت سنانا اور سمجھانا حضورؐ کے وقار کی گستاخی اور بے ادبی نہیں ہے تو خواب میں حضورؐ کے نام نامی سے منسوب مقام کے احاطہ میں بیٹھ کر حضرت مولانا کا درس قرآن دنیا اہل علم ہرگز حضورؐ کے وقار کے خلاف اور منافی نہیں سمجھتے کہ ماہر القادری صاحب نے کبھی یہ نہیں پڑھا کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے سامنے حضورؐ کی خدمت میں ایک ایسے صاحب حاضر آئے جن کا لباس سفید ستھرا تھا بال سیاہ تھے سفر کے آثار اس پر ظاہر نہیں ہوتے تھے اور کوئی بھی صحابہ میں سے ان کو نہیں جانتا تھا وہ صاحب حضورؐ کے سامنے اور حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے زانو پر یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زانو پر دونوں ہاتھوں کو رکھ کر ان صاحب نے کچھ سوالات کئے تھے اور وہ جب حضورؐ سے جواب سنتے تھے تو صَدَقْتَ فرماتے تھے صحابہ کو تعجب ہوا کہ وہ سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کتاب الایمان میں مذکور ہے یہ سائل کوئی بھی تھا مگر صحابہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے اور کس نوع کا ہے اور اس نے بیداری میں صحابہؓ کے سامنے حضورؐ کے زانو سے اپنے زانو ملائے مگر کسی صحابی نے اس کے ایسا کرنے کو حضورؐ

سے کے ادب اور وقار کے خلاف نہیں جانا ورنہ ضرور اس کو ٹوکتے پھر کسی صحابی کو اس کے اس فعل کے متعلق حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف ہونے کا شبہ بھی نہ ہوا ورنہ صحابہؓ ضرور اس کا ذکر کرتے اور حضورؐ ان کی اصلاح فرماتے چنانچہ جب امر پر صحابہ کو تعجب ہوا اس کا اظہار انہوں نے برملا فرما دیا اگر صحابہؓ نے اس صاحب کو پہچانا ہے تو اس کے چلے جانے کے کچھ دیر کے بعد حضورؐ کے بتلانے پر ہی پہچانا ہے اگر بیداری میں کسی صاحب کا حضورؐ کے پاکیزہ زانوؤں سے زانو ملا کر بیٹھنا ادب اور وقار کے خلاف نہیں ہے تو عبدالقادر صاحب بچارے کا خواب میں یہ دیکھنا کہ حضرت مولٰنا حضورؐ کے مبارک زانوؤں سے اپنے زانو قریب کرکے بیٹھے ہیں ماہر القادری صاحب کو حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف کیوں معلوم ہوتا ہے اور پھر بات یہ ہے کہ اگر بعض خوابوں کی ظاہری سطح ادب اور وقار کے خلاف بھی ظاہر ہو تب بھی اہل علم خوابوں کو ان کی ظاہری سطح کے مطابق نہیں مانتے اس لیے کہ ان خوابوں میں بھی صحیح اور مراد محمل اور مقصد ہوتا ہے میں زیادہ وضاحت کیلئے چند مثالیں عرض کیے دیتا ہوں۔

پہلی مثال

مکی الرملی فرماتے ہیں میں نے بغداد میں خواب دیکھا کہ ہم خطیب کے پاس خطیب کے دائیں جانب ایک اور صاحب بیٹھے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں کہا گیا یہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ہیں خطیب کی کتاب سننے کے لیے آئے ہیں خطیب کی کتاب سننے کے لیے آئے ہیں میں نے دل میں کہا یہ خطیب کی جلالتِ قدر ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ)

خطیب کا ترجمہ اس کی ظاہری سطح جیسی ہے وہ آپ کے سامنے ہے لیکن خواب دیکھنے والے نے خود بتایا ہے کہ اس خواب کی تعبیر خطیب کی جلالتِ قدر ہے کیا مکی الرملی جو خود حافظ حدیث ہے حضور کے وقار کی پروا نہیں کرتا اس لیے اس نے یہ خواب دیکھا ہے حافظ شمس الدین ذہبی خود بھی حافظ حدیث ہیں اگر وہ اس خواب کی یہی مراد سمجھتے تو وہ ہرگز اس کو روایت نہ کرتے یا اس خواب دیکھنے والے کو حضور کے وقار کے خلاف خواب دیکھنے کا ضرور طعن کرتے۔

دوسری مثال

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فربری نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضورؐ مجھے فرماتے ہیں آپ کہاں جا رہے ہیں میں نے کہا محمد بن اسمٰعیل کے پاس جانا چاہتا ہوں حضورؐ نے فرمایا میرا انہیں سلام پہنچا دینا۔

۱۔ مقدمہ فتح الباری صفحہ ۲۰۲

تیسری مثال

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابا زید مروزی فرماتے ہیں میں نے رکن اور مقام کے درمیان خواب دیکھا حضورؐ نے فرمایا تم کب

تک شافعی کی کتاب کیوں نہیں پڑھتے ہیں نے عرض کیا حضور! آپ کی کتاب کون سی ہے آپ نے فرمایا محمد اسمٰعیل کی جامع میری کتاب ہے ۔ (مقدمہ فتح الباری ج ۲۰۳)

کیا ابا مروزی اس خواب میں حضورؐ کے وقار کو صدمہ پہنچانا چاہتے ہیں نہیں ہرگز نہیں مراد صرف اس قدر ہے کہ صحت اور تقدس میں بخاری کی بڑی شان ہے اور کیا حضورؐ کی طرف سے بخاری کو سلام پہنچانے کا خواب دیکھنا حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف اور کیا یہ کہنا درست ہے کہ فربری نے اس خواب کے دیکھنے میں حضور کے وقار کی پرواہ نہیں کی ہے ۔

چوتھی مثال

عبدالواحد ابن آدم فرماتے ہیں میں نے حضورؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کی ایک جماعت کو خواب میں دیکھا کہ آپ انتظار میں کھڑے ہیں میں نے اس کا سبب پوچھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں محمد بن اسماعیل کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں کھڑا ہوں چند دنوں کے بعد مجھے بخاری کی وفات کی خبر مل گئی وفات کا وہی وقت تھا جس میں حضورؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کی جماعت کو میں نے انتظار میں کھڑے دیکھا تھا ۔

(مقدمہ فتح الباری صفحہ ۲۰۶)

ان خوابوں کے دیکھنے والے اور بیان کرنے والے تمام حضرات حفاظ حدیث ہیں اور خوابوں میں یہ مذکورہ واقعات اہل علم میں معروف اور متداول ہیں میں کسی ایک ایسے حافظ حدیث اور امام فقہ کو نہیں جانتا

جس نے یہ کہا ہو کہ ان خوابوں کے دیکھنے والے اور بیان کرنے والے خطیب اور بخاری کا تقدس ثابت کرنے کے لئے حضور اور صحابہ کرام کے وقار کی پرواہ نہیں کرتے ٹھیک اسی طرح فاران میں مذکورہ خوابوں کی مراد صرف اس قدر ہے کہ ان خواب دیکھنے والوں پر حق تعالیٰ شانہ نے بارگاہ نبوی میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب قدس سرہٗ العزیز کا قرب اور ان کی دینی خدمات کی مقبولیت کو ظاہر کرنا چاہا ہے

سوال نمبرا کا جواب

ماہر القادری صاحب پہلے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کرتے تھے اور مسلمانوں کو دین کی تعلیم بھی دیتے تھے لیکن کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی صحابی کی محفل وعظ و تبلیغ میں حضور اکرمؐ وفات کے بعد تشریف لائے ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ ماہر القادری جیسے سخن فہم صاحب کو یہ میراث کہاں سے ملی کہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کی عبارت میں اپنی طرف سے ایسے معنی کا اختراع کرتے ہیں جس کو ڈاکٹر صاحب بیان کرنا نہیں چاہتے تھے ڈاکٹر صاحب کی عبارت میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ ایک صاحب نے حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے درس کے وقت حضور اکرمؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کو بلند مقام پر دیکھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق دریافت

کرنے پر اس قدر فرمایا کہ اس قسم کے مشاہدات سے مقام ابدالیت پر فائق ہونے والے دوچار ہوتے رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب کی حکایت اور حضرت مولانا کے جواب میں روایت اور مشاہدہ کے الفاظ مذکورہ ہیں مگر ماہر القادری صاحب اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ کہ جس طرح مودودی صاحب لاہور سے کراچی، کراچی سے حجاز اور حجاز نجد (جہاں کے حکمرانوں کو مودودی صاحب پہلے اپنے خطبات میں حرم کعبہ کے منتظم، مہنت اور دلال لکھتے ہیں) تشریف لے جاتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ذکر و اذکار کی مجلسوں اور وعظ و تبلیغ کی محفلوں میں تشریف لاتے اور حاضر ہوتے ہیں ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کی عبارت اور حضرت مولانا کے جواب میں روئیت اور مشاہدہ سے مراد صرف اس قدر ہے کہ عالم غیب کے کسی امر یا امور کسی شے یا اشیا کا کسی حال کسی شکل اور کسی وقت میں صاحب حال کو علم اور مشاہدہ ہوتا ہے اور اہل علم میں رؤیت اور مشاہدہ کا یہ معنیٰ اس قدر متداول اور معروف ہے کہ جس کسی اہل علم نے اس پر بحث کی ہے اس نے رویت اور مشاہدہ کا یہ معنٰی اسی قدر متداول اور معروف ہے کہ جس کسی اہل علم نے اس پر بحث کی ہے اس نے رویت اور مشاہدہ کی یہی مراد لکھی ہے چنانچہ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

حبیب اللہ تعالیٰ کسی صاحب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رؤیت اور مشاہدے سے عزت مند کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے اور رسالت مآب کے درمیان سے حجاب

اٹھا دیتا ہے اور وہ رسالت مآب کو اپنی سابق حیات دنیا کے حال اور ہیئت پر دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔

اور اس شبہ کے جواب میں کہ دُور دُور کے اقطار میں بہت سے دیکھنے والے ایک وقت میں حضور کو کیوں کر دیکھتے اور مشاہدہ کر لیتے ہیں حافظ سیوطی فرماتے ہیں کالشمس فی کبد السماء وضوءها یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آسمان میں سورج اور اس کا نور تیز اور چمکدار پھیلاؤ میں مشرق اور مغرب کے شہروں تک پھیلتا ہے۔ (الحاوی ج-۲ - ص ۴۵۳)

مراد یہ ہے کہ آفتاب آسمان کی طرح آفتاب رسالت اپنے مقام قیام پر تشریف فرما ہیں اور اسی مقام سے دور اور قریب کے ارباب احوال اللہ کی اس نعمت فاخرہ اور شرف نادرہ سے یکساں طور پر عزت مند ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام فرمایا ہے کہ مصر میں ہوتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس طرح گفتگو کرتا ہوں جیسے کوئی اپنے ہم مجلس سے بات کرتا ہے میں مصر میں ہوتا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ پر میرے ہاتھ ہوتے ہیں اور فرمایا جس کو یہ حال اور ذوق حاصل نہیں ہے وہ اس قسم کی گفتگو اور مشاہدہ کا انکار کرتا ہے

(لطائف المنن صفحہ ۱۴۲)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد بھی اسی قدر ہے کہ حضرت رسالت مآب اپنے مقام پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ارباب احوال کو اپنی رویت اور مشاہدہ کے اکرام و اعزاز سے مشکور فرماتے ہیں ذیل کی مثالوں سے اس قسم کی رویت اور مشاہدے کی اصل حقیقت کو خوب سمجھ لیجیئے۔

پہلی مثال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے باغیچوں میں سے مومن کی قبر ایک باغیچہ ہے اور جہنم کے گڑھوں میں سے غیر مخلص مومن کی قبر ایک گڑھا ہے مراد یہ ہے کہ مومن اور کافر کی قبر بہشت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب سے جنت کا ٹکڑا یا جہنم کا گڑھا بنتی ہے مگر اسکا یہ معنیٰ نہیں کہ جنت اور جہنم قبروں میں پہنچائے جاتے ہیں۔

دوسری مثال

انسؓ بن نضر نے فرمایا اے سعید! میں احد کے پیچھے جنت کی خوشبو پاتا ہوں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کو اُحد کے پیچھے بہشت کی خوشبو عالم غیب کے ایک امر کا مشاہدہ اور وجدان ہو رہا ہے مگر اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ اُحد پہاڑ کے پیچھے جنت اپنے مقام پر لائی گئی ہے۔

تیسری مثال

حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہم کو دوزخ یا بہشت کی یاد دلاتے ہیں تو ہم اس وقت ایسے ہوتے ہیں گویا ہم کھلی آنکھوں بہشت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں حضرت حنظلہؓ کی مراد یہ ہے کہ حضورؐ کی صحبت میں بہشت اور دوزخ کا استحضار ہمارے قلوب پر اس قدر قوی اور غالب ہو جاتا ہے کہ اس کا اثر حاسۂ بصر تک پہنچا اور سرایت کرتا ہے اور ہم آنکھوں سے حضورؐ کی صحبت میں بہشت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں مگر اس کے یہ معنٰی نہیں ہیں کہ حضور کی صحبت میں بہشت اور دوزخ صحابہؓ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حضرت شیخ کی صحبت میں کسی صاحب حال کو کتاب وسنت کے درس میں رسالت مآب اور صحابہ کرامؓ کے ذکر کے وقت رسالت مآب اور صحابہ کی رؤیت اور مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

فاسد زعم

جناب ماہر القادری صاحب اس بحث کو طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں روفات پانے کے بعد انبیاء کرام کا محفلوں اور مجلسوں میں شریک ہونا نہ تو کتاب وسنت سے ثابت ہے نہ آثار صحابہ اس کی تائید کرتے ہیں اور نہ ائمہ حدیث وفقہ کے ہاں اس کی کوئی دلیل ملتی ہے

محترم ناظرین ڈاکٹر مناظر حسین نظر کی عبارت اور حضرت مولانا کے بیان میں ماہر القادری صاحب کا مذکورہ معنٰی ہرگز مذکور اور مراد

نہیں ہے یہ صرف ماہر القادری صاحب کا اختراع اور دانستہ افتراء ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ جماعتی جلسوں اور محفلوں میں یا دوسرے مذہبی اور سیاسی اجتماعات میں انبیاء کرام نے ہرگز شرکت نہیں فرمائی اور نہ شرکت فرماتے ہیں مگر بیت المقدس کی محفل اور اجتماع میں معراج کی رات کتاب کی جامعیت اور سنت کی تصریحات سے انبیاء کرام کا شریک ہونا رسالت مآب کی مجلس میں ثابت ہے صحابہ کے آثار اس کی پُر زور تائید کرتے ہیں اور ائمہ حدیث و فقہ نے کسی شک و شبہ کے بغیر اس کو تسلیم کیا ہے۔

معراج جسمانی ہے

جناب ماہر القادری صاحب اس بحث کو مزید طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

احادیث میں یہ ضرور ملتا ہے کہ شب معراج میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے انبیاء کرام کی ملاقات ہوئی اور آپ نے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا مگر ان واقعات کا تعلق عالم ارواح اور عالم برزخ سے ہے اور وہاں کے معاملات، واردات اور مشاہدات کی حیثیت متشابہات کی سی ہے اس کی کنہ اور علم معلوم کرنے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔

ؔ موجودہ دور میں سائنس نے اس مسئلہ کو اور صاف کر دیا ہے ایک شخص امریکہ میں تقریر کر رہا ہو اور پاکستان میں ٹیلی ویژن پر اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور آواز سنی جا سکتی ہے تو روحانی ذریعہ سے کیوں حضور علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہیں ہو سکتی ہے

حضرات قارئین! میں نہیں جانتا کہ ماہر القادری صاحب کو کیا خلل پیش آیا ہے کہ اس بحث میں بہکی بہکی اور بے ربط باتیں لکھتے ہیں کیا بیت المقدس عالم ارواح اور عالم برزخ ہے جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام نے رسالتِ مآب کی سیادتِ کبریٰ کی عظمت کو دیکھا اور سمجھا اور رسالت مآبؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کیا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم برزخ میں انبیاء کرام کو نماز پڑھانے اور امامت کبریٰ تشریف لے گئے تھے کیا مشرکین مکہ کو حضورؐ کے جسمانی معراج سے شدید استبعاد وانکار اس لئے تھا کہ عالم ارواح اور عالم برزخ میں ایسے عجوبہ واقعات کو وہ ناممکن سمجھتے تھے رسالت مآب کے روحانی، برزخی اور انکشافات ... کے رنگ میں ... عادی ہے ابتداء بعثت سے رہے ہیں کفار مکہ کے لئے حضورؐ کے اسراء کا دعویٰ کرنا اُن سے بڑھ کر تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں تھا اور یقین جانئے عالم برزخ اور عالم ارواح میں معراج میں مذکورہ واقعات سے بڑھ کر زیادہ عجائبات کا تخیل کفار مکہ کو بھی ہوتا ہوگا لیکن رسالت مآب کا معراج عالم شہادت کا واقعہ ہے اور یہ تمام جسمانی واقعات ہیں ان پر عالم ارواح اور عالم برزخ کے واردات معاملات متشابہات کا پردہ ڈالنا ماہر القادری صاحب کی بڑی زیادتی ہے۔

حضرات ناظرین! ہم اس بحث سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ معراج کی شب میں بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء کرام کی ملاقات عالم ارواح اور عالم برزخ کی ملاقات ہو یا عالم شہادت کی ملاقات ہو رسالت مآبؐ کی ملاقات بیداری میں اور

عالم شہادت میں انبیاء کرام سے ہوئی ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انبیاءؑ کرام کسی عالم میں ہوں رسالت مآبؐ کو بیداری اور عالم جسمانی میں بیت المقدس اور آسمانوں میں ان کا مشاہدہ ہوا چنانچہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی تابعداری کے پیش نظر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عالم برزخ اور عالم ارواح کے واقعات امور کا مشاہدہ کرامت اور خرقِ عادت کے طور پر ارباب احوال کو کسی خاص حال اور مقام میں ہونا ممکن اور جائز ہے اور یہ ممکنات میں سے ہے کہ بیداری میں کوئی صاحبِ حال اپنے مقام سے عالم برزخ اور عالم ارواح میں رسالت مآبؐ اور صحابہ کرام کا مشاہدہ کرے (ہم تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو آگے بیان کریں گے۔

ایڈیٹر فاران کی عجیب باتیں

محترم ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں اس شخص نے کوئی ایسی بات کہی تھی تو مولانا احمد علی لاہوری کو اسے تنبیہ کرنی تھی کہ تو وہ بات کہہ رہا ہے جس کا ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ملتا صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور آئمہ فقہ و حدیث کی کسی محفل میں وفات پانے کے بعد حضور کا آنا ثابت نہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون سے ایسے امور اور جذبات ہیں جنہوں نے ماہر القادری صاحب کے ذہن کو اس قدر الجھن میں ڈال دیا اور بے راہ کر دیا ہے کہ جو معنی ڈاکٹر صاحب کی عبارت اور حضرت مولانا کے جواب میں مذکور اور مراد نہیں ہیں کتاب وسنّت صحابہ وتابعین کے آثار اور آئمہ حدیث وفقہ کے اقوال سے اس کی نفی کرتے

ہیں اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو الزام دیتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ درحقیقت وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تائید میں کلام کو طول دے رہے ہیں محافل اور مجلسوں میں رسالت مآب کے تشریف لانے کا ڈاکٹر صاحب موصوف دعویٰ اور اثبات ہی نہیں کرتے اور ماہر القادری صاحب بھی اس کی نفی کرتے ہیں اور جس معنیٰ کو ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے اور بیان کرتے ہیں اور نہ انکار۔

حضرات قارئین خود اس کا فیصلہ کریں کہ ماہر القادری صاحب ڈاکٹر صاحب کی تائید کرتے ہیں یا آپ کی مخالفت میں محض لاف زنی کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب موصوف اور حضرت مولانا کی عبارت کا جو منطوق ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ کسی صاحب حال کو حضور کی رؤیت ہو سکتی ہے اور مشاہدہ ہو جاتا ہے اور اس قدر معنیٰ سنت میں صحابہ کے آثار میں مذکور اور ثابت ہیں تابعین اور تبع تابعین اس کا انکار نہیں کرتے اور آئمہ حدیث و فقہ کے ہاں اس کے ثبوت کی تصریحات کثرت سے ملتی ہیں۔

سنت میں حضور کی رؤیت اور مشاہدہ ہے

صحیح مسلم میں ہے حضور نے نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا میں آئندہ اوراق میں اس حدیث کو تفصیل سے لکھوں گا اس وقت مختصراً اس قدر بتانا مقصود ہے کہ رسالت مآب یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ بیداری میں حضور کا مشاہدہ اور دیکھنا ہو سکتا ہے۔

صحابہ کے آثار میں حضور کا دیکھنا اور مشاہدہ

عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کی خدمت میں ایسے وقت حاضر آئے کہ آپ اپنے گھر میں محصور تھے اور آپ نے عبداللہ بن سلام کو فرمایا میرے بھائی میں نے اس خوف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور انہوں نے مجھے فرمایا عثمان لوگوں نے تیرا محاصرہ کیا ہے میں نے کہا ہاں حضور، پھر فرمایا ''تجھے پیاسا کر دیا ہے'' میں نے کہا ''جی'' حضور نے میری طرف پانی کا ڈول بڑھایا اور میں نے سیر ہو کر پانی پیا آپ نے فرمایا اگر چاہوں تو لوگوں کے مقابلہ پر میں آپ کی مدد کروں اور یا یہ کہ تم ہمارے پاس آکر سیراب ہونا پسند کیا چنانچہ اسی دن حضرت عثمان شہید کیے گئے (الحاوی ص۴۴۸) طبرانی ثقہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے کثیر بن الصلت کو فرمایا میں نے حضور اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دیکھا اور حضور نے مجھے فرمایا عثمان کل آپ ہمارے پاس ہوں گے آپ کل شہید کیے جاویں گے

(مجمع الزوائد ص ۹۳/۹)

حدیث اور فقہ کے ائمہ کو حضور کا مشاہدہ

وفاء الوفا اور الحاوی میں بہت سے حضرت ائمہ حدیث و فقہ کے اسماء گرامی مذکور ہیں جنہوں نے بیداری میں حضور کو دیکھا ہے میں بھی آگے چل کر ایسے حضرات ائمہ ملت کے اسماء گرامی ذکر کروں گا ماہر القادری صاحب نے سنت پر صحابہ

کے آثار پر ائمہ حدیث وفقہ کے واقعات پر توجہ نہیں فرمائی محض جماعتی رقابت اور ضد میں آنکھیں بند کر کے انہوں نے دعویٰ کر دیا ہے کہ سنت، صحابہ کے آثار ائمہ حدیث وفقہ کے واقعات میں حضور کی روئیت اور مشاہدہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا اس کے بعد ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں اس قسم کا عقیدہ رکھنا ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اسی طرح زندہ ہیں کہ وہ محفلوں اور جلسوں میں شرکت کرتے اور گفتگو فرماتے ہیں خدا جانے ماہر القادری صاحب کے کان میں کسی نے چپکے سے یہ کہہ دیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت مولانا اور آپ کے نیاز مندوں کا یہ عقیدہ ہے جو ماہر القادری صاحب نے بیان کیا ہے ڈاکٹر موصوف کی عبارت اور حضرت مولانا کے جواب میں یہ عقیدہ مذکور نہیں ہے اور حضرت مولانا اور آپ کے نیاز مندوں کا یہ عقیدہ قطعاً نہیں ہے یہ طوفان ماہر القادری صاحب کا اٹھایا ہوا ہے ماہر القادری صاحب یہ عقیدہ کس گودام سے اٹھا کر لاتے ہیں جو بے چارے ڈاکٹر مناظر حسین نظرؔ کے سر تھوپ رہے ہیں البتہ حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب موصوف اور حضرت مولانا کے تمام نیاز منداس کو باور کرتے ہیں کہ ارباب احوال اور اولیاء امت کے لئے خرق عادت اور کرامت کے طور پر حضورؐ اور صحابہ کا مشاہدہ اور گفتگو کرنا یقیناً ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہٗ نے حضور اور حضرت علی کو بیداری میں دیکھا آپ سے گفتگو فرمائی اور ایک فقیہہ عہد نے ان کی مجلس میں حضور کو دیکھا اور ایک حدیث کے بارے میں حضور

سے گفتگو کی اور حضورؐ نے جواب ارشاد فرمایا (حوالہ آگے آئے گا) پھر شیخ شعرانی نے حضور کو دیکھا اور ایک ہمجلیس کی طرح آپ سے گفتگو کی (حوالہ گزر چکا ہے)

ماہر القادری صاحب اپنے سائل کے جوابات کے منفی پہلو کو زیادہ سے زیادہ تاریک اور گہرے اندھیرے میں لے گئے ہیں اور اس قدر نیچے چلے گئے ہیں کہ منفی گہرائیوں سے باہر نہیں آئے انہوں نے مسئلہ کے مثبت اور روشن پہلو پر کچھ نہیں لکھا اس لئے میں اصل مسئلہ کے مثبت اور ایجابی پہلو پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں واللہ الموفق والمعین

ارباب احوال کے مشاہدات کا انکار

انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کے معجزات کی طرح اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں عالم غیب کے امور یا اشیاء کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے انکار کی طرح اولیائے کرام کی کرامات کا انکار کرنا اسلام میں جرم ہے اور مسلمانوں کے لئے مذموم ہے اولیائے کرام کے احوال میں خرق عادت امور کا انکار کرنا مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی خدمت نہیں ہے جس نے اولیاء کی کرامات کو انبیاء کے معجزات سے الگ کرنا چاہا ہے اس نے دراصل انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے انکار کا ارادہ کیا ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی کرامات کے انکار ہی سے معجزات کے انکار کی ابتداء ہوتی ہے امت مسلمہ کے صدہا نہیں ہزار ہا بلکہ لکھوکھا ارباب احوال ایسے حضرات اولیاء گزرے ہیں جن کے خرق عادت امور واحوال سیر اور مناقب کے

صحائف میں مذکور و محفوظ ہیں اور ان کو اہل علم نبوت محمدیہ کے دلائل سمجھتے اور ایمانیات میں اذعان و ایقان میں اضافے کا سبب جانتے ہیں اولیائے کرام کی کرامات اور خرق عادت احوال میں شکوک و شبہات نبوت محمدیہ کے دلائل و براہین میں شک و شبہ کے برابر برے سمجھے گئے ہیں چنانچہ حافظ ابن قیم سکینہ کے معانی اور مراد کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (سکینہ انبیاء کا معجزہ ہے اور نصرت الٰہی کی علامت ہے جب کہ ان کی للکار بوقت قتال دشمنوں کے قلوب کو مرعوب کرتی اور مقابلے کی تاب سے باہر لاتی ہے پھر حافظ لکھتے ہیں کہ اولیاء کی کرامات انبیاء کرام کے معجزات سے ہیں اس لئے کہ انبیاء پر ایمان اور انبیاء کی صحبت و اتباع کے سبب اولیاء کرام کو کرامات سے نوازا جاتا ہے یہ کرامات اولیاء کے حق میں کرامات ہیں اور انبیاء کے لئے نبوت کے دلائل ہیں اس وجہ سے اولیاء کی کرامات انبیائے کرام کے معجزات کے معارض نہیں ہوتی ہیں بلکہ اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم کی کرامات انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے دلائل اور ان کے صدق کے شواہد ہیں (مدارج السالکین صہ۵ جلد دوم)

غرض یہ کہ اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح ان کی نبوت کے دلائل و شواہد ہیں اس لئے اولیاء کے کرامات میں عوام ان کے شریک نہیں ہوتے ہیں شیخ عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں اولیاء رحمتہ اللہ علیہم پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ حضرات زمین و آسمان کے عجائبات کو دیکھتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عالم برزخ میں ان کے مقامات عالیہ پر زندہ دیکھتے ہیں۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا اور یہ ثابت کر ہو چکا ہے کہ جو انبیاء کے معجزات کی شان ہے وہی حیثیت اولیاء کی کرامات کی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں تحدی ہے اور کرامات اولیاء میں تحدی نہیں شیخ فرماتے ہیں کہ اس فکر صحیح اور حقیقت واقعیہ کا انکار صرف جاہل کرتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سادات صوفیہ کا طریقہ سب سے زیادہ صواب ہے اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں بلکہ اگر عقلاء کی عقل اور حکماء کی تمام حکمت اور اسرار شرع کے واقف کا اہل علم کا علم ساداتِ صوفیہ کے سیر و اخلاق کو ایسے سیر و اخلاق میں تبدیل کرنا چاہیں جو ساداتِ صوفیہ کے سیر و اخلاق سے بہتر ہیں تو عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور اسرار شرح کے واقف کار اہل علم کیلئے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ ساداتِ صوفیہ کی تمام حرکات و سکنات اور ان کے ظواہر و باطن مشکوٰۃ نبوت کے نور سے روشن ہوتے ہیں یہاں تک کہ ساداتِ صوفیہ بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کو دیکھتے ہیں ان کی باتیں سنتے اور ان سے استفادہ کرتے ہیں اور سادات صوفیہ ایسے بلند اور نازک درجات پر پہنچتے ہیں جن کی حکایت و ترجمانی کرنے سے زبان قاصر ہے قاضی ابو بکر ابن عربی امام مالکیہ قانونِ تاویل میں لکھتے ہیں کہ جب کسی انسان کو طہارتِ نفس اور تزکیۂ قلب حاصل ہو جاتا ہے دنیا کے اسبابِ جاہ و مال وغیرہ علائق سے وہ الگ ہو جاتا ہے اور دوام و استمرار کے ساتھ علم و عمل

ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف پوری پوری توجہ اور دھیان کا وافر حصہ اس کو نصیب ہو جاتا ہے تو ایسے حضرات کے قلوب کھل جاتے ہیں وہ فرشتوں کو دیکھتے ان کی باتوں کو سنتے اور ارواحِ انبیاء پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کے ارشادات کو سنتے ہیں

(الحاوی ص۲۶۴ جلد دوم)

یہ حضرات علماءِ شرعی علوم فقہ و حدیث میں امام کی حیثیت سے معروف مسلّم ہیں ان حضرات نے یہ کہا کہ اولیاء کی یہ کرامت ہے کہ وہ بیداری میں عالمِ غیب اور برزخ میں انبیاء کو زندہ دیکھتے ہیں اور زمین و آسمان کے عجائبات بھی بیداری میں ان کو نظر آتے ہیں ان حضرات میں حافظ ابن قیمؒ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء کی کرامات انبیاء کی نبوت کے دلائل اور ان کے صدق کے شواہد ہیں اور امام یافعی نے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء کے معجزات کی شان کی طرح اولیاء کی کرامات کی شان ہے اور امام غزالی کے نزدیک اولیاء کی کرامات مشکوٰۃ نبوت کی روشنی ہیں ابن عربی کے ہاں کرامات اولیاء طہارتِ نفس تزکیہ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات ہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ جو شخص حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ کے درس کے وقت ایک صاحب قدس سرہٗ کے درس کے وقت ایک صاحبِ حال کی کرامت اور حضور کی رویت اور مشاہدے میں کیڑے نکالتا ہے تو وہ صرف اولیاء کی کرامات میں کیڑے نہیں نکالتا بلکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور صدق کے شواہد میں معجزات نبوت کی شان اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی

ہیں اور طہارتِ نفس، تزکیۂ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات ہیں کپڑے نکالتا ہے ان حضراتِ علماء کی طرح دوسرے آئمۂ شریعت نے بھی یہ کہا ہے کہ بیداری میں اربابِ احوال کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنا اور ان کی زیارت کرنا ان کی کرامت ہے اور ان حضرات نے اس فکر اور حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے چنانچہ حافظ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ الاعلام بحکم عیلبلی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں لکھتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ کہ آئمہ شریعت کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ اولیاء کی ایک کرامت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھتے ہیں اور حضور سے ملتے ہیں اور وہ اپنی تقریر و استعداد کے مطابق رسالت مآب علیہ السلام سے معارف و مواہب لیتے ہیں اور سیکھتے ہیں آئمہ شافعیہ میں امام غزالی امام بارزی، امام ابن سبکی، امام یافعی آئمہ مالکیہ میں امام قطبی امام ابن ابی جمرۃ امام ابن الحاج اس فکر و نظر کی تصریح کرتے ہیں۔

(الحاوی صہ ۲۹۱ جلد دوم)

سنتِ صحیحہ میں حضور کا مشاہدہ

میں یہ سمجھتا ہوں کہ متعدد ائمۂ شریعت کے اقوال کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کو مذکورہ فکر کے صحیح و ثابت ہونے میں شبہ نہ ہونا چاہیئے لیکن بعض حضرات کو علماء کے فکر و قول کے ماخذ تلاش کرنے کا شوق ہوتا ہے اس لیے ایسے حضرات کے اطمینان کے لئے میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادِ گرامی کو علماء کے مذکورہ نظریہ کے ماخذ کی حیثیت سے

پیش کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کتاب الرؤیا میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا اور جامع صغیر میں بھی اسی طرح کی حدیث مذکور ہے جامع صغیر میں اس حدیث پر صحت کی نشانی لگادی گئی ہے۔

حضور کے اس ارشاد کے معنیٰ یہی ہیں کہ جس نے آپ کی ذات عالیہ کو خواب میں دیکھا وہ بیداری میں بھی حضور کو دیکھنے کی توقع رکھ سکتا ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تنویر الملاک فی امکان رویۃ النبی والملک کے سبب تالیف میں لکھتے ہیں بار بار یہ سوال کیا گیا کہ ارباب احوال نے بیداری میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا ہے ہمارے زمانہ میں جن حضرات کا علم میں کوئی مقام نہیں انہوں نے اس کے انکار میں شدت سے کام لیا اور بڑا مبالغہ کیا اور اس امر سے بڑا تعجب کیا اور ان کا دعویٰ ہے کہ حضور کا بیداری میں دیکھنا محال ہے اس لئے اس مسئلہ میں میں نے یہ رسالہ تحریر کیا اور میں اس مسئلہ کی صحت و ثبوت کے لئے اس صحیح حدیث سے تمسک کرتا ہوں جس کو مسلم بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے بالترتیب کتاب الرؤیا کتاب العلم اور باب فی الرؤیا میں روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں حضور نے یہ فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے وہ بیداری میں عنقریب

مجھے دیکھ لے گا۔

سید آلوسی آیت خاتم النبیین کی تفسیر ہیں اور حافظ سیوطی مذکورہ تالیف میں اس حدیث کی شرح میں امام ابن ابی حمیرہ کی بحث کو نقل کرتے ہیں امام ابن ابی حمیرہ فرماتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ عام ہیں اس میں قیامت کے دن کی تخصیص اور حضور کی حیات کی تخصیص وغیرہ کسی دلیل اور مخصص کے بغیر ضد اور ظلم ہے اور فرمایا جو لوگ اس حدیث کے عموم کا انکار کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات تک اس ارشاد گرامی کو مختص کرتے ہیں ایسے لوگ ایسی ذات بابرکات کے ارشاد کی تصدیق سے جی چراتے ہیں جس نے وحی کے بغیر اپنی خواہش سے کوئی ارشاد نہیں فرمایا ایسے لوگ اللہ قدیر کی قدرت سے ناآشنا ہیں اور ایسے لوگ بہرے اور اندھے ہیں انہوں نے سورہ بقرہ میں گائے کا قصہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں پرندوں کا قصہ اور حضرت عزیرؑ کے بارے میں دوبارہ زندگی کا قصہ شاید سنا اور پڑھا نہیں۔

جس ذات کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ گائے کے ایک حصہ کے ضرب کو میت کی زندگی کا سبب بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلا دے کو پرندوں کی زندگی کا سبب بنایا اور اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے تعجب کو ان کی اور گدھے کی موت کا سبب بنا کر پھر انہیں سو سال بعد زندہ کیا کیا اسے قدرت نہیں کہ حضور کی خواب میں زیارت کو بیداری میں زیارت

کا سبب بنا دے۔

بہت سے علماء نے اس حدیث کے مطابق جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عالم بیداری میں دیکھا اور حضور سے اپنی مشکلات کے حل کرنے کے لئے التجاء کی حضور نے ان مشکلات سے نجات پانے کی تدابیر کے ذریعہ مشکلات سے نکلے ہیں۔

بیداری میں حضور کی زیارت کا انکار کرتے ہیں اگر وہ لوگ کرامات اولیاء کے منکر ہیں تو ان سے ہماری بحث نہیں اس لئے کہ وہ ایسی بات کو جھٹلاتے ہیں جو سنت سے بدلائل واضح اور ثابت ہے اور اگر ایسے لوگ کرامات کے قائل ہیں تو اولیاء کے لئے خرق عادت کی حیثیت سے عالم علوی اور عالم سفلی کی اشیاء سے حجاب اٹھایا جاتا ہے اور وہ اشیاء ان کے سامنے منکشف ہو جاتی ہیں چنانچہ ایسے لوگوں کو کرامات اولیاء کی تصدیق کے بعد حضور کے مشاہدے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

(الحاوی صفحہ ۲۴۸ جلد دوم)

غرض یہ کہ بیداری میں حضور کی زیارت کا انکار کتاب وسنت کے لحاظ سے ایک قبیح امر ہے بہت سے علماء کو اللہ جل شانہ نے بیداری میں اس مقام سے مشرف فرمایا ہے یہ امر تواتر کو پہنچا ہوا ہے اور اہل تحقیق کے ہاں اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

بیداری میں رویت ومشاہدہ کے معنی کیا ہیں

اہل علم کو اتفاق ہے کہ بیداری میں بھی حضورؐ کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے اگر اختلاف ہے

تو کیفیت میں اختلاف ہے مگر کسی نے نہیں کہا کہ حضورؐ کسی محفل میں اور کسی اجلاس میں اس طرح تشریف لاتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کے پاس چل کر بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں جو حافظ سیوطیؒ نے بیان فرمائے ہیں یہ رویت بصری ایسی رویت بصری نہیں ہے جیساکہ ہماری متعارف رویت ہے بلکہ وہ جمعیت حالیہ ہے برزخی حالت ہے وجدانی امر ہے جس کی حقیقت کا صحیح اندازہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو یہ برزخی کیفیت اور اس نوع کا وجدان حاصل ہے اور اس کی طرف شیخ دلاسی نے یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے اخذ تنی اخذۃ فرایت رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم مجھ کو پکڑنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

(الحاوی صفحہ ۴۵۰ جلد ۲)

غرض یہ کہ جس کو یہ حالت برزخی وارد ہوتی ہے اس کے قلب کے انوار سے اس کا حاسہ بصر روشن ہوتا ہے تو ایسا صاحب حال رویت بصری کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

ارباب احوال کے مختصر واقعات

قاضی شرف الدین بارزی فرماتے ہیں میں نے اپنے زمانہ کے اولیاء اور گزشتہ دور کے اولیاء کے متعلق بھی سنا ہے کہ انہوں نے بیداری میں حضورؐ کی

وفات کے بعد زیارت کی ہے

(الحاوی صفحہ ۲۴۴)

سید آلوسی نے آیت خاتم النبین کی تفسیر میں اور حافظ سیوطی نے تنویر الملک میں لکھا ہے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ظہر سے قبل حضورؐ کو دیکھا اور ظہر کے بعد حضرت علی کو دیکھا انہوں نے فرمایا تم کیوں نہیں بولتے ہو؟ بولو میں نے کہا بغداد کے فصحاء کے سامنے کیسے بولوں میں عجمی آدمی ہوں

(الحاوی صفحہ ۲۴۴ جلد ۲)

شیخ ابی العباس مرسی فرماتے ہیں میں نے اس ہاتھ سے حضور کے سوا کسی اور سے مصافحہ نہیں کیا ہے اور فرمایا اگر میں ایک لمحہ کے لئے بھی حضورؐ کی زیارت کے شرف سے محروم ہو جاؤں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہ کروں

(الحاوی صفحہ ۴۴۴)

شیخ الوسی فرماتے ہیں میں ۵۸۶ھ میں حرم کے اندر موجود تھا مجھ پر ایک حال وارد ہوا جس میں حضورؐ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو میں نے دیکھا اور آپ نماز پڑھا رہے تھے میں نے بھی ان حضرات کے ساتھ نماز پڑھی

(الحاوی صفحہ ۴۴۵)

ابو العباس فرماتے ہیں میں حضور کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا کہ آپؐ اولیا کے لیے ولایت کے تعامیر لکھتے تھے

(الحاوی صفحہ ۴۴۵)

ایک فقیہ کی مجلس میں ایک ولی حاضر ہوا اس فقیہ نے حدیث سنا دی اس ولی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے کہا تم کہاں سے بولتے ہو کہ یہ حدیث باطل ہے اس ولی نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرے سر پر کھڑے ہیں آپ پوچھ لیں اس فقیہ کی آنکھوں سے بھی حجاب اٹھا اور اس نے بھی حضور کو دیکھا اور اس کے سوال کے جواب میں حضور نے ارشاد فرمایا میں نے یہ بات نہیں کہی ہے (الحاوی صفحہ ۴۴۶ جلد ۲)

ارباب احوال کے واقعات پر اہل علم کا تبصرہ

اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں لیکن ہمیں بالاستیعاب ان کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے غرض صرف اس قدر ہے کہ ارباب احوال کے اس قسم کے واقعات ثابت ہیں اس میں شک نہیں کہ بعض حضرات کو ایسے واقعات پر تعجب اور استبعاد ضرور ہوتا ہوگا اور ہونا بھی چاہیئے مگر اس قسم کے واقعات پر انکار و مذمت کا لہجہ اختیار کرنا اور بے اطمینانی کا اظہار کرنا فضول اور لغو حرکت ہے امت میں ایسے اشراف ضرور ہوتے ہیں جن کے ظاہر اور باطن میں طہارت اور تزکیہ کی ایسی روشنی ہوتی ہے جس نے بڑے بڑے سیاہ کاروں کے قلوب کے زنگ کو دھویا اور اطمینان کی روشنی ڈالی ہے ایسے حضرات ایسے احوال سے سرفراز ہوتے ہیں۔

ابن الحاج مدخل میں کہتے ہیں بیداری کے حالت میں حضور کی

زیارت کا مسئلہ باریک مسئلہ ہے بہت کم اور نادر الوجود حضرات کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے لیکن جو اکابر اس رتبہ کے جن کے ظواہر اور بواطن کی اللہ نے حفاظت فرمائی ہے ہم ان کے ایسے احوال سے منکر نہیں ہیں اور بعض علماء ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کی وجہ لکھی ہے مگر ابن ابی جمرہ نے ان کے اشکال کو حل کیا ہے

(الحاوی صفحہ ۲۴۴ جلد ۲)

سید آلوسیؒ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں اس بحث میں لکھتے ہیں حضورؐ کی رویت اور مشاہدہ کے واقعات بیداری میں سادات صوفیہ سے بکثرت منقول ہیں سادات صوفیہ کی شان بڑی ہے ان کے واقعات میں شک نہیں کرنا چاہیے سادات صوفیہ کی جلالت شان اور کثرت ناقلین کے پیش نظر مجھ سے اس کہنے کی توقع مت کیجو کہ سادات صوفیہ کے یہ واقعات اور حکایات بے اصل ہیں اور نیز ان کے واقعات میں مقامی رویت کا میں اقرار نہیں کرتا اور نہ میں ان کی رویت کو مقامی رویت تسلیم کرتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ بیداری میں حضورؐ کی رویت خارق امر ہے جب کہ اولیاء کی کرامات اور انبیاء کے معجزات خرق عادات ہوتے ہیں۔

اور اس کے بعد سید آلوسی سے صدر اول میں اس قسم کے واقعات کے نہ ہونے یا کم ہونے کے علل اور مصالح بھی ذکر کیے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو وہاں پڑھ لیجیے۔

غرض یہ کہ اس قسم کے احوال اور الطاف خداوندی از

کرامات ہیں اور اس قسم کے احوال کے انکار کی جرأت نہیں کرنی چاہیے سادات صوفیہ کے ظواہر اور بواطن کی اللہ نے حفاظت کی ہے اور ان کے قلوب اور بواطن میں اللہ نے طہارت اور درستی کو ودلیعت کیا ہے سادات صوفیہ واقعی احوال کہنے اور بتلانے کی مذموم جرأت نہیں کرتے اور نقل کرنے والوں کی تعداد استعداد زیادہ ہے کہ ان حضرات کو جھٹلانا بڑی حماقت ہے۔

مجھے آخر میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مولانا کے درس میں مذکورہ واقعہ آج سے پونتیس پینتیس قبل کا واقعہ ہے اگر ڈاکٹر صاحب کے قلم سے روزنامہ حالات لاہور میں اتفاق سے لکھا گیا ہے اس پر فاران اور اس قبیل کے دو ایک جریدے رسائل کو اس قدر دیگر کی کیا مجبوری تھی پھر انہوں نے جو کچھ لکھا علم وفہم سے دور لکھا جسکی توقع کم از کم فہمیدہ اصحاب سے نہیں ہو سکتی تھی پاکستان میں اسلامی خدمات اور مسلمانوں کی اصلاح کے بڑے شعبے خالی پڑے ہیں اہل علم واہل قلم حضرات کو ان شعبوں پر لکھنے اور توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے

(۲۸ جون ۱۹۶۲ء)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور مسلک دیوبند کا ترجمان)

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

فقیر اویسی غفرلہٗ اس پر کیا تبصرہ کرے جب کہ جملہ حوالے وہی ہیں جو فقیر نے اپنی تصنیف دلوں کے چین، کے باب اقوال اسلاف میں عرض کیے جنہیں فضلائے دیوبند نے اہلسنت پر شرک کا فتویٰ جڑ دیا اہل اسلام سے گذارش ہے کہ اس کا کھوج نکالیں کہ وہ جو حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے کرام کے لئے

شرک ہیں بعینہٖ وہی امور ان کے اکابر کے لئے عین توحید اس کی کوئی وجہ تو ہونی چاہئے

(نوٹ) یہ رسالہ فقیر کی کتاب دلوں کے چین کا ایک باب بھی ہے اور علیحدہ رسالہ بھی۔

سوالات کے جوابات سے پہلے

ہر بدمذہب اور دشمن اسلام کی عادت ہے کہ خود کو پاکیزہ اور خلق خدا کا خیرہ خواہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور خلق خدا کا اعلیٰ درجے کا خیر خواہ سمجھتا ہے اگرچہ اس کی تحریر و تقریر کا ہر جملہ ہزاروں شبہوں اور فسادوں پر مشتمل ہو۔ تب بھی خود کو بڑے درجے کا مصلح بتائے گا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے دشمنوں اور منافقوں کا حال اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے پارہ اوّل میں بیان فرمایا ہے ویسے اب ہر بدمذہب کی تحریروں کو پڑھ لیجئے۔ صدی گذشتہ میں ستیارتھ پرکاش اسلام پر سخت زہر اگلا گیا۔ اس کے مصنف کا دعویٰ پڑھ لیجیے۔ وہ لکھتا ہے۔ یہ تحریر صرف بنی نوع انسان کی ترقی اور سچ جھوٹ کے فیصلہ کے لیے لکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کو سب مذاہب کے متعلق قدرے واقفیت ہو جائے اور انہیں آپس میں غور و فکر کا موقع ملے۔ وہ ایک دوسرے کے نقصوں کی تردید کر کے خوبیوں کو واضح کریں۔ نہ اس غرض سے کہ ایک مذہب پر یا مذہب اسلام پر جھوٹے بہتان لگائے جائیں اور نقطہ چینی کی جاوے بلکہ یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ جو خوبی ہے وہ خوبی اور جو نقص ہیں وہ نقص سب پر عیاں ہو جائیں تاکہ کوئی فرد کسی پر لغو الزام نہ لگا سکے اور نہ ہی راستی کے راستے میں مزاحم ہو سچ جھوٹ کا فیصلہ ہو جانے پر بھی جس کی مرضی ہو وہ سچ قبول کرے

جس کی مرضی ہو نہ کرے۔ کسی کو جبراً کسی امر کا یقین نہیں دلایا جا سکتا کہ یہاں جبر کا کام نہیں اور یہی بھلے لوگوں کا دستور رہے کہ

اپنے یا بیگانے کے نقصوں کو نقص اور خوبیوں کو خوبیاں تسلیم کر کر خوبیاں کو اختیار اور نقصوں کو ترک کرے۔ متعصب آدمیوں کا تعصب اور ہٹ دھرمی کم کریں۔ تعصب نے دنیا میں جو غضب کیا ہے وہ تو سب پر عیاں ہے حق یہ ہے کہ اس فانی ناپائیدار زندگی میں دوسروں کو نقصان پہونچا کر خود فائدہ نہ اٹھانا اور دوسروں کو فائدے سے محروم رکھنا انسانیت سے بعید ہے۔

اس باب میں اگر کوئی بات راستی کے خلاف لکھی گئی ہو تو چاہیے کہ اسے بھلے لوگ جتلادیویں۔ درست ہونے پر تسلیم کی جائیں گی۔ کیونکہ یہ تحریر تعصب ہٹ دھرمی، حسد کینہ بغض لڑائی جھگڑا اور مخالفت کے کم کرنے کے لیئے ہے تاکہ انہیں بڑھانے کے لیے اور ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے سے الگ رہ کر آپس میں ایک دوسرے کو فائدہ پہونچانا ہمارا اعلیٰ فرض ہے۔ اعلیٰ دانش مندوں میں طوالت کلام کی ضرورت نہیں۔

نوٹ:۔ دیکھا کسی میٹھی میٹھی اور خیر خواہانہ گفتگو کر رہا ہے اب بطور نمونہ اس کی ایک تحریر ملاحظہ ہو۔

مندرجہ ذیل عنوان جما کر قرآن مجید کی بسم اللہ سے لے کر والناس تک چن چن کر آیات لکھیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی اور کمی و عیب کا پہلو نکل سکتا ہے

دین اسلام　سورۃ فاتحہ

نمبر ا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یعنی شروع ساتھ نام اللہ کے جو رحیم یعنی معاف کرنے اور بخشنے والا ہے۔

محققؑ مسلمان کہتے ہیں قرآن کلام اللہ ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی اور ہے کیونکہ اگر قرآن کلام اللہ ہوتا تو بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے شروع واسطے ہدایت آدمیوں کے لکھا ہوتا۔ اگر کہا جائے کہ خدا آدمیوں کو ایسا کہنے کی تعلیم دیتا ہے تو بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس سے گناہ کا آغاز بھی خدا کے نام سے ہونا صادق آئے گا۔ اس طرح تو اس کا نام بھی خراب ہو جائے گا۔ اگر وہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے تو اس نے دنیا میں آدمیوں کے آرام کے لیے جانوروں کو مار اور بہت دکھ دلا کر انہیں گوشت کھانے کی اجازت انسان کو کیوں دی۔ کیا وہ بے گناہ جانور خدا کی مخلوق نہیں ہیں؟ اگر خدا کے نام پر بری باتوں کا آغاز نہیں تو یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ خدا کے نام پر اچھی باتوں کا آغاز ہے۔ بری باتوں کا نہیں۔ موجودہ الفاظ مبہم ہیں۔ کیا چوری، زنا کاری، جھوٹ اور گناہوں کا بھی آغاز خدا کے نام پر کیا جائے۔ ایسے مبہم حکم ہونے

ع کتاب کا مصنف خود کو محقق کا عنوان دیتا ہے اویسی غفرلہ

کی وجہ سے تو قصاب وغیرہ مسلمان گائے وغیرہ کو ذبح کرنے میں بسم اللہ پڑھتے ہیں۔
مسلمانوں کا خدا رحیم بھی نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کی رحمت جانوروں پر نہیں ہے اور اگر مسلمان اس کا مطلب نہیں جانتے تو اس کلام کا نازل ہونا بے فائدہ ہے اگر مسلمان اس کا مطلب کچھ اور نکالتے ہیں تو بتائیں اس کا مطلب کیا ہے۔
نوٹ :۔ اس طرح یہ صاحب قرآن کے تیس پاروں میں چند آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

علم غیب و اختیار الٰہی

اللہ تعالےٰ کے علم کلی کی نفی میں اس طرح استدلال کرتا ہے جیسے دیو بندی، وہابی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و اختیار کی نفی میں کرتے ہیں ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

اور آدم کو سارے نام سکھائے پھر فرشتوں کے سامنے کرکے کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔ کہا اے آدم ان کو ان کے نام بتا دے۔ تب اس نے بتا دیئے تو خدا نے فرشتوں سے

کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں یقیناً زمین اور آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو اور ظاہر اور پوشیدہ فعلوں کو جانتا ہوں۔

محقق: فرشتوں کو اس طرح دھوکہ دے کر کیا خدا کی خدائی کے شایان ہے اور کیا یہ ریاکاری نہیں۔ اس کو عقل مند نہیں مان سکتا۔ پھر خدا کی لاف زنی بھی کچھ قابل توجہ نہیں۔ کیا ایسی باتوں سے ہی خدا اپنا سکہ جمانا چاہتا ہے ہاں وحشیوں میں کوئی کتنی ہی مکاری کیوں نہ پھیلائے پھیل سکتی ہے۔ شائستہ آدمیوں میں نہیں۔

نمبر۲۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔

جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ بابا آدم کو سجدہ کرو، دیکھا سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے نہ مانا اور غرور کیا کیونکہ وہ بھی ایک کافر تھا۔

محقق: ۱۰۔ ۱۱، یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہمہ داں نہیں اگر ہوتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کرتا اور خدا میں کچھ قدرت بھی نہیں ہے کیونکہ شیطان نے خدا کا حکم ہی نہ مانا اور خدا اس کا کچھ بھی نہ کر سکا۔ اور دیکھئے ایک کافر شیطان نے خدا کے چھکے چھڑا دیئے مسلمانوں کے خیال میں جہاں کروڑوں کافر ہیں وہاں ان کی اور ان کے خدا کی کیا پیش کی جائے گی۔ کبھی کبھی خدا بھی کسی کی بیماری بڑھا دیتا ہے۔ اور کسی کو گمراہ کر دیتا ہے خدا نے یہ باتیں شیطان سے سیکھی ہوں گی۔ اور شیطان نے خدا سے۔ کیونکہ سوائے خدا کے شیطان کا استاد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ نقل کفر کفر نباشد! ناظرین غور فرمائیں کہ اللہ

تقاضائے بشریت و عدم علم و عدم اختیار کس طرح سینہ زوری سے ثابت کیا ہے فقیر یہ نمونہ اس لیے پیش کیا ہے تاکہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اس طرح کے استدلال دشمنانِ اسلام کیا کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ استدلال کرنے والا ہندو ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان گھٹانے کی غرض سے ستیارتھ پرکاش (کتاب باب نمبر ۱۴) لکھی۔ یونہی کڑی سے کڑی ملا دیجئے کہ آنے والے سوالات کا طریقہ استدلال دیوبندی، وہابی، حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال کرتے ہیں پھر بھی دیکھئے کہ نام دو ہیں حقیقت دونوں کی ایک ہے وہ خدا تعالیٰ کی شان گھٹانے کے درپے ہے۔ یہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عیوب و نقائص کی تلاش میں ہے۔

اب سوالات پڑھیئے پھر فقیر کے جوابات۔

قواعد الجوابات | وہابی نجدی دیوبندی فرقہ کے سوالات سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں حضور علیہ السلام کے ساتھ بغض و عداوت ہے تجربہ کرلیں کہ اصول سے ہٹ کر سطحی طور ایسے سوالات کریں گے جیسے ایک مخالف اپنے حریف کو نیچا دکھانے کے لیے ہاتھ مارتا ہے۔

۲۔ حاضر و ناظر کے عقیدہ مسلمہ (حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کو نورانیت و روحانیت کے اعتبار سے حاضر و ناظر مانا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ ہر جگہ جسمانیت سے حاضر و ناظر ہیں۔ توڑ مروڑ کریں گے کہ جسمانیت کے احکام پر نفی کی آیات و احادیث پیش کریں گے علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ مناظر اگر موضوع سے ہٹ جائے

تو وہ مناظر کی ہار کی دلیل ہے یعنی مناظرہ میں موضوع و محمول وغیرہ ضروری ہے۔

۳۔ یہ عقیدہ ظنیہ ہے جسے عقیدت کہا جاتا ہے اس کے لیے دلائل ظنیہ یہاں تک کہ حدیث ضعیف بھی قابل قبول ہے لیکن یہ حضرات دھوکہ دے کر ہماری ہر دلیل کو نصوص کا مطالبہ کریں گے

۴۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے زمانہ تک یعنی گیارہویں اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہ تھا بارھویں صدی میں نجدی تحریک سے یہ مسئلہ بھی شرک کے فتویٰ کی زد میں آ گیا۔

۵۔ دعویٰ میں دلیل ایسی ہو جس میں صاف بتایا جائے چونکہ، چنانچہ، اگر، مگر پہ گزارہ نہ ہو۔ آنے والے سوالات میں پڑھ لینا کہ مخالف کہے گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں تو یہ کیوں، وہ کیوں، کسی بھی آیت و حدیث میں نہ ہو گا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حاضر ہیں نہ ناظر۔

۶۔ جو امر ذیشان کسی شے میں ہو گا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بطریق اولیٰ ضرور اور لازماً ہو گا بلکہ جسے کوئی فضیلت و شان نصیب ہوا ہے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کے طفیل ہے

۷۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم بن کر مبعوث ہوئے اور رہتی دنیا تک آپ کی شریعت کا اجراء ہو گا اسی لئے آپ نے اکثر امور عملی طور بیان فرمائے۔ مثلاً اختیار کے باوجود پیٹ پہ پتھر باندھنا وغیرہ۔ اسی لیے اس طریقہ کار سے علم و حاضر و ناظر ہونے اور اختیار کی نفی جاہلوں کا کام ہے جیسے

ہندوؤں نے اللہ تعالیٰ کے عالم اسباب کے امور کو عمل لانے پر اس کی لاعلمی و عدم اختیار پر اعتراضات جڑ دیئے۔

سوال:۔ ہر جگہ ہونا یعنی حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْد" وہ ہر شے پر حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت نبی علیہ السلام کے لیے ماننا شرک ہے۔

جواب نمبر ۱ :۔ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر کہنے کو فقہاء کفر کہتے ہیں اس لیے کہ ہر جگہ میں ہونا جسم والے کا کام ہے اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک ہے شرح عقائد میں ہے کہ لا یجری علیہ زمان ولا یشتمل علیہ مکان۔ اللہ تعالیٰ پر نہ زمانہ گزرے اور نہ اس پر مکان کا اشتمال ہو۔

قاعدہ یہ ہے کہ زمانہ سفلی اجسام پر گزرتا ہے اسے علوی اشیا سے کوئی تعلق نہیں ہاں خدا حاضر ہے لیکن جگہ کی قید سے پاک ہے۔ اسی لیے جگہ کی قید سے مقید سمجھ کر خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے تو بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں۔ اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے کہ حیٰوۃ سمع بصر وغیرہ۔ مثلاً ہم حیوٰۃ کی صفت سے موصوف ہیں یا سمع یا بصر یا علم وغیرہ سے تو ہماری صفتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں حالانکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ

ہے کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ ذات میں صفات میں افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ کی ہر صفت ذاتی ہے مخلوق کی ہر صفت عطائی ہے خدا تعالےٰ جل جلالہ کی کوئی صفت عطائی نہیں ہو سکتی اور مخلوق کی کوئی صفت ذاتی نہیں ہو سکتی اور یہ وہ تفریق ہے جو کہ توحید اور شرک کے درمیان حدفاصل ہے اور یہ وہ بنیاد ہے جس پر توحید کا مضبوط ترین محل قائم ہے۔

بہجۃ المحافل میں ہے وھذا کلہ مذھب اھل الحق اھل السنۃ والجماعۃ جلد دوم ص۱۸۲

لہٰذا ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے پاس جو کچھ ہے سب اللہ جل شانہ کی عطا ہے یہ حضرات صفات الٰہیہ کے مظاہر ہیں بندہ جب فنا کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو وہ منظہر صفات الٰہی بن جاتا ہے۔

حضرت خواجہ شیخ ابوالقاسم گرگانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ ان الاسما التسعۃ والتسعین تصیر اوصافا للعبد السالک وھو بعد فی السلوک غیر واصل۔ (روح البیان ص۲ ۴۲۵)

اللہ تعالیٰ کے ۹۹ صفاتی اسماء بندے سالک کے اوصاف بنتے ہیں۔ حاضر وناظر جس معنی پہ مخالف شرک سمجھتا ہے تو اسے یاد رہے کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی ایک صفت اور یہ اس کی ذاتی ہو اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عطائی صفت اسی کو ان کے اکابر بھی مانتے ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب

البدعات ۹۱ میں ہے فخر دو عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے" یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننا بہ عطاء الٰہی شرک نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے، وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا، دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہوگا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب، نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی ہے۔

لطیفہ | دیوبندی، دہابی کہتے ہیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے کیونکہ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ وہی ہے غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ تمہارے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارت کے خلاف ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا بدعت سیئہ ہے جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں ایضاح الحق الصریح میں اس کی اصل عبارت مع ترجمہ لکھا ہے اس معنی پر تمہارا سوال ہی غلط ہے

جواب نمبر ۲ :۔ شرک کا فتویٰ غلط ہے اس لئے کہ حضور سرور

عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ میری ساری امت مشرک نہ ہو گی (بخاری) تفصیل گزر چکی ہے۔ بلکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو سال پہلے ایک گمراہ فرقے کی خبر دی تھی کہ وہ فرقہ امت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو بات بات پر مشرک کہے گا (ابن کثیر ج ۵) تمہارے اس فتوے سے ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم وہی ہو۔ کیونکہ حاضر و ناظر کا عقیدہ چودہ سو سال سے مانا جا رہا ہے جب سے تم پیدا ہوتے ہو۔ اس عقیدہ کو شرک کے کھاتے میں ڈال رہے ہو۔

جواب نمبر ۳۔ اگر مشرک فی الصفت سے یہ مراد ہے کہ چونکہ فی زمانہ لفظ حاضر و ناظر سمیع و بصیر اور علیم و خبیر یا بالفاظ دیگر عالم و من یری (جاننے والا اور دیکھنے والا) کے معنی میں اللہ تعالیٰ انہی معنی کا وہم پیدا کرے گا لہذا حضور کو حاضر و ناظر کہنا شرک ہے تو یہ بھی غلط ہے صرف اس جواب کے لیے فقیر نے رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام ہے فنا و بقا ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاص ناموں مثلاً رؤف، رحیم، شہید وغیرہ سے موسوم کیا ہے ایسے ہی سمیع بصیر، علیم، خبیر، عالم اور من یریٰ سب کا اطلاق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن مجید میں موجود ہے آیہ کریمہ انہ ھو السمیع البصیر (پ ۱۵ رکوع) میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمیع و بصیر کہا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ کے قول فاسئل بہ خبیراً (پ ۱۹ ع) سے حضور کا خبیر ہونا ثابت ہے اور

هُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ پ ۲۷ نیز فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ پ ۱۳ ع ۲ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علیم فرمایا گیا ہے۔

اور آیہ کریمہ فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ میں یری کا فاعل اللہ تعالےٰ نے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہیں یعنی اللہ تعالےٰ بھی لوگوں کے عمل دیکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دیکھتے ہیں۔

دلائل قرآنی سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر صفات باری تعالےٰ کا اطلاق شرک نہیں بلکہ عین اسلام ہے۔ کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات حق کے مظہر ہیں۔ آپ پر ان صفات کا اطلاق بحیثیت مظہریت کے ہوگا جیسے دوسری بعض صفات باری تعالیٰ کا اطلاق عام مخلوق پر ہوتا ہے اور فقہا محدثین نے بعض آیات جو شان الوہیت کے لائق نہیں۔ انہیں شان رسول میں بھی بیان فرمائی ہیں ان بزرگوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ علامہ اسمٰعیل حقی آفندی حنفی صاحب تفسیر روح البیان۔
۲۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی۔
۳۔ علامہ ابو البقاء۔
۴۔ علامہ حلبی
۵۔ علامہ طیبی
۶۔ علامہ سبکی۔
۷۔ شیخ اجل شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔

۸۔ امام زرقانی۔

۹۔ علامہ صادی مالکی رحمہم اللہ۔

بطور نمونہ چند آیات کی تفسیر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیہ کریمہ انہ ھو السمیع البصیر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ سمیع و بصیر ہیں جس کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں تو وہ مجھ سے سنتا ہے اور میں اس کی بصر ہو جاتا ہوں۔ تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے لہٰذا آیہ کریمہ کی تحقیق یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لیے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو ہمارے جلال و جمال کے ساتھ خاص ہیں بے شک وہی عبد مقدس (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری سمع کے ساتھ سمیع اور ہماری بصر کے ساتھ بصیر ہیں بے شک وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا جمال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں (روح البیان ۵ پ ۱۵ ع ۱)

۲۔ انہ ھو السمیع البصیر کی ضمیر حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹائی جائے جیسا کہ ابو البقاء نے بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہ ھو السمیع البصیر کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات کو دیکھنے والے ہیں علامہ حلبی نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس ضمیر کا راجع کرنا بعید نہیں۔ اس کے بعد صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کے غیر پہ سمیع و بصیر

کا اطلاق ممنوع نہیں جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں نہ اس آیت میں ممنوع ہے نہ مطلقاً۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ انہ ھو السمیع البصیر میں الیسی ضمیر کا لانا جو دونوں امر کا احتمال رکھتی ہے یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کی ذات پاک کو دیکھا اور اس کے کلام مبارک کو اسی کے سمع مبارک سے سنا جیسا کہ ابھی ابھی حدیث قدسی کنت لہ سمعا میں اشارہ گزر چکا ہے لہٰذا اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے (روح المعانی پ ۱۵ ص ۱۳)

۲۔ بصیر علیم کے معنی میں ہے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے انہ ھو السمیع البصیر کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ یہ ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موصوف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمع و بصر کی ان دونوں صفتوں میں کامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کا ادراک کیا جا سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے

۲۔ زرقانی شریف جلد ۳ ص ۱۲۴ (البصیر) ای العلیم حکی السبکی نے تفسیر انہ ھو السمیع البصیر ان الضمیر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ومعنی وصفہ بھما انہ الکامل نے السمع والبصر الذین یدرک بھما الآیات التی یریہ ایا ہا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں فالاظھر ان المعنی السمیع لکلام اللہ بلا واسطۃ البصیر ای الناظر الی نور جمالہ بعینی بصرہ وھذا مما اختص بہ انتہی ۱۲۔

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانا چاہتا ہے لہٰذا آیہ کریمہ کے روشن معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے کلام کو بلا واسطہ سننے والے اور اس کے نور جمال کو اپنی عین بصر سے دیکھنے والے ہیں اور یہ وہ کمال ہے جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختص ہیں (زرقانی شریف علی المواہب ص ۱۲۴ ج ۲)

۴۔ وھو بکل شیٔ علیم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں خواہ ذات الٰہی کی شانیں ہوں یا احکام خداوندی ہوں یا اللہ تعالےٰ کے صفات اور افعال و آثار ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر کا احاطہ فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہو گئے ہیں اللہ تعالےٰ کی افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین تحفے ان پر نازل ہوں (مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور ص ۳ ج ۱ (خطبہ کتاب)

۵۔ قولِ خداوندی فاسئل بہ خبیرا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے متعلق کسی ایسی ہستی سے سوال کرو جو اس کی صفات کا عالم ہو۔ وہ تمہیں مخفی علوم سے خبردار کرے گا۔ اختلاف سائل کے اعتبار سے خبیر مختلف ہو جاتا ہے اگر سائل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو خبیر اللہ تعالےٰ ہے اور اگر سائل حضور کے اصحاب کرام ہوں تو خبیر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اگر سائل تابعین ہوں تو خبیر صحابہ کرام ہوں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کر کے خبر دیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ سے علم لے کر خبیر ہوں گے (صاوی علی الجلالین ص ۱۳۶ ج ۳)

التجویہ وہابی، دیوبندی چاروں اسماء مبارکہ سمیع و بصیر، علیم و خبیر کو ایہام شرک کی بنیاد قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ چاروں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں شامل ہیں ان کی تصریحات و تشریحات مدارج النبوۃ ج۱ ص۳۱۵ مواہب اللدنیہ ص۱۸۲ ج ۱ زرقانی شریف ص۱۳۸ ج۳ میں ہے۔

فائدہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے قرآن کریم کو ملاحظہ فرمایئے اس میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم فرمایا ہے۔ سورۃ ذاریات میں ہے وبشروہ بغلام علیم (فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غلام علیم (اسحاق علیہ السلام) کی بشارت دی)

(سوال) قرآن کریم میں انسان کے متعلق فرمایا۔ فجعلناہ سمیعا بصیرا۔ یہ جعل کی قید سے مقید ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے بنانے سے انسان سمیع و بصیر بنا۔

جواب:۔ یہ ہمیں مضر نہیں کیونکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جعل خداوندی کے بغیر سمیع و بصیر نہیں مانتے لیکن قید جعل کا الفاظ میں ہونا ضروری نہیں جیسا کہ آیت کریمہ انہ ھو السمیع البصیر میں حسب تصریحات علمائے مفسرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیع و بصیر ہیں مگر جعل یعنی بنانے کی قید الفاظ میں مذکور نہیں۔

عقیدہ اہلسنت یہ تو ہمارے عقائد میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی غیر کے لیے ثابت کرنا شرک ہے لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ صفات

خداوندی مستقل اور بالذات ہوتی ہیں خدا کی کوئی صفت عطائی اور غیر مستقل نہیں۔ بندوں کے لیے کسی مستقل بالذات صفت کا حصول قطعاً ناممکن اور محال ہے۔

سوال:۔ اگر عطائی و ذاتی کا فرق ہے تو وجوب وجود اور غنائے ذاتی اور قدم وغیرہ دیگر صفات الہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو۔

جواب:۔ صفات سے ہمارے نزدیک وہی صفات مراد ہیں جن کا ظہور بندوں میں دین متین اور عقل سلیم کی روشنی میں ممکن ہے ورنہ وجوب وجود اور غنائے ذاتی کا ظہور بندوں کے حق میں قطعاً محال ہے۔ اسی لئے ہمارا ایمان ہے کہ صفت الوہیت (جو غنائے ذاتی کو مستلزم ہے) کا ظہور غیر اللہ کے لیے محال عقلی اور ممتنع بالذات ہے اور جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالے نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرما دیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے مشرکین اور مومنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لیے عطائے الوہیت کے قائل تھے جس کی عطا عقلاً نقلاً و شرعاً محال ہے اور مومنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔ خلاصہ یہ کہ چار صفات قابل عطا نہیں کیونکہ ان پر الوہیت کا مدار ہے۔ وجوب قدیم، خلق۔ نہ مرنا، دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہوگا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب، نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی،

عقیدہ اہلسنّت

یہ مسلّمات سے ہے کہ ہم اہلسنّت اللہ کے بندوں کو صفات خداوندی کی تجلیات کا مظہر مشیت ایزدی اور اس کی عطاء پر منحصر مانتے ہیں۔ اس عقیدہ کو سمجھنے کے بعد وہابیوں دیوبندیوں کے اس اعتراض کی جڑ کٹ جاتی ہے کہ مشرکین بھی تو اپنے معبودوں میں صفات الٰہیہ مانتے تھے اسی لیے وہ مشرک ہوئے اور تم بھی انبیاء و اولیاء میں صفات الٰہیہ مانتے ہو تو پھر تم مشرک کیوں نہ ہوتے تو جواب خود بخود ہوا کہ مشرکین معبودوں میں صفات الٰہیہ تو مانتے تھے لیکن ان میں اللہ تعالےٰ کی مشیت کے منکر تھے۔ مزید ابحاث تفسیر اویسی میں دیکھیے۔

سوال:۔ تمہارا انبیاء اولیاء کو مظہر صفات کہنا عجیب سا ہے اس سے تو شرک کی بو آتی ہے۔ حلول و اتحاد کو علماء کرام نے الحاد و زندقہ کہا اور تم اس کا دروازہ کھول رہے ہو۔

جواب:۔ مخلوق کا مظہر انوار الٰہی ہونا شرک نہیں بلکہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی حقیقت کو تسلیم کرنا فی الجملہ ضروریات دین سے ہے امکان شرک کا عقیدہ یقیناً کفر خالص ہے لیکن مخلوقات کا مظہر انوار الٰہی اور جلوہ گاہ کمالات ایزدی ہونے کا انکار بھی کفر و الحاد سے کم نہیں۔

بلکہ یہ امر بدیہیات سے ہے کہ عالم کے ہر ذرے میں جو خوبی اور کمال موجود ہے درحقیقت وہ حسن و جمال الوہیت ہی کا ظہور ہے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

فلما اتاھا نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعۃ

المبارکۃ من الشجرۃ ان یٰموسیٰ انی انا اللّٰہ رب العٰلمین ۔

ترجمہ:۔ پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) اس آگ کے پاس تشریف لائے تو ان کو ایک درخت برکت والی جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کی طرف سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں ۔

سب کو معلوم ہے کہ نہ وادی ایمن کا کوئی کنارہ خدا ہے نہ بقعہ مبارکہ خدا ہو سکتا ہے نہ درخت کو خدا کی ذات قرار دیا جا سکتا ہے ۔ نہ وہ آگ خدا کی ذات ہے جو اس درخت پر تیزی سے چمک رہی تھی ۔ یہ سب چیزیں انوار الٰہی کے مظاہر ہیں نہ کہ عین ذات خداوندی! دوسری جگہ سورۂ نمل میں یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے ۔

فلما جاءھا نودی ان بورک من فی النار ومن حولھا وسبحٰن اللّٰہ رب العٰلمین ۔

ترجمہ:۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس تشریف لائے تو ان کو آواز دی گئی، برکت والا ہے وہ جو آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے اور اللہ رب العالمین کی ذات پاک ہے اس آیت سے اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ آگ میں جلوہ گر گیا ہے تو شرک ہے اگر یہ عقیدہ رکھے کہ نار و من حولہا حق کا مظہر اور تجلیات ربانی کی جلوہ گاہ ہیں تو عین ایمان ہے اس سے واضح ہوا کہ آگ اور اس کا ارد گرد اگر مظہر حق اور تجلیات ربانی کا مرکز ہیں تو انبیاء و اولیاء کے لیے ماننے سے شرک کیوں ۔ اس کی مزید تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ

فناء و لقا میں ہے۔

سوال: قرآن کریم نے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ وہ لوگ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے حضرت مریم کے حاصل کرنے کے لیے وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملے پر اتفاق کیا وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى۔ آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ کی طرف بھیجا۔ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا۔ آپ طور کی طرف نہ تھے۔ جب کہ ہم نے حضرت موسیٰ کو آواز دی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گذشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اُس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب الزامی:۔ شکر ہے مخالف نے تو مان لیا کہ شاہد بمعنی حاضر ہے اگر شاہد بمعنی نہ مانتا تو دلیل میں نہ پیش کرتا۔

جواب نمبر ۲:۔ یہ اعتراض اس طرح کا ہے کہ ہمارے عقیدہ کو یہ سمجھا نہیں، سمجھا ہے تو پھر دھوکہ کے طور پر سوال کیا ہے ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ باین جسم پاک وہاں موجود نہ تھے۔ ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما

رہے تھے۔ اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان کے واقعات کو مشاہدہ فرمانا اور، بلکہ آیات مذکورہ بالا کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں جسم سے موجود تھے۔ روحانی طور موجود ہونا اور ہے اور مشاہدہ کی نفی بھی نہیں۔ ہمارا عقیدہ روحانی اور مشاہدہ کا ہے جیسے بار بار کہا گیا ہے۔ علامہ صادی تفسیر صادی سورۃ قصص میں انہی آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ

وھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامة الحجة للخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالة کل رسول وما وقع له من لدن آدم الی ان ظھر بجسمه الشریف ولکن لا یخاطب به اھل العناد۔	خلاصہ یہ ہے کہ ارسال رسل اور ان کے زمانہ رسالت کے واقعات پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان واقعات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی حضور نہ تھا اور اگر عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر اپنے زمانہ تک

ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں یہاں تک کہ حضور نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جاسکتا۔

علمی و تحقیقی جواب آیات میں جسمانی نفی بقاعدہ نحویہ یقینی ہے اس لیے کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ جار مجرور اور ظرف کو متعلق ضروری ہے پھر متعلق دو قسم ہے۔ لغو و مستقر یعنی ظاہر و مستتر۔ دوسرا قاعدہ ہے کہ جن آیات میں متعلق مقدر ہو اور اس طرح کی ایک یا زائد آیات میں ظاہر ہے تو ان تمام مقدر میں وہی ظاہر ماننا لازمی ہے ان تمام آیات میں (جار و مجرور و ظرف کا) متعلق مقدر ہے صرف و ما کنت ثاویا میں ظاہر ہے اس قاعدہ پر تمام دوسری آیات میں بھی ثاویا مقدر ماننا پڑے گا اور ثاویا معنی جسم سے مقیم اس لیے کہ یہ ثوئ سے ہے بمعنی کسی جگہ جسم سے ٹھہرنا جیسے قرآن مجید میں ہے مثوی للمتکبرین و مثوی للکافرین اور مشہور دعا ہے "وجعل الجنۃ مثواہ" اب مطلب صاف ہے کہ آیات مذکورہ کا معنی ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان میں جسم کے ساتھ مقیم نہ تھے باقی رہا روح سے مقیم ہونا۔ اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جب کہ بیشمار احادیث میں آپ کا ادوار سابقہ میں موجود ہونا ثابت ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فوق النبی اور تم ہر وقت چیخنے چلاتے رہتے ہو۔

جواب:۔ مخالفین نجی ہیں یا عمداً دھوکہ دیتے ہیں اس لیے کہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ظاہری احکام اور ہیں باطنی اور، معنوی اور۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ یہی اصول رہا کہ آپ کے ساتھ ظاہری طور قریب ہوتے تو وہی

آداب بجالاتے جو آپ کے لائق ہیں لیکن آپ سے بظاہر دور ہوتے تو معنوی احکام کو مدنظر رکھتے۔ مثلاً اسی بلند آوازی کو دیکھیے کہ نزول آیۃ کے بعد جو عمل ان حضرات نے عمل کیا کسی کو نصیب نہ ہوا۔ لیکن آپ سے غائبانہ اپنے امور اس طرح سرانجام دیتے جیسے ان کا معمول تھا۔ مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ حضور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کبھی ان کا بلند آواز بولنا ثابت نہیں لیکن معمولات زندگی کا حال سب کو معلوم ہے کہ آپ جہیر الصوت تھے اونچا بولتے ہی رہتے۔ ان کے جہیر الصوت ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

روح المعانی ص ۱۲۴ ج پ ۲۶ و فتح الملہم ص ۲۷ ج ۱ میں ہے

ثم ان من الجهر ما لم يتناوله النهي بالاتفاق وهو ما كان منهم في حرب او مجادلة معاند او ارهاب عدو او ما اشبه ذلك مما منه تاذ او استهانة ففي الحديث انه عليه الصلوة والسلام قال للعباس بن عبد المطلب لما ولى المسلمون يوم

پھر جہر (بلند آوازی) کی بعض وہ صورتیں ہیں جن کو نہی قرآنی بالاتفاق شامل نہیں اور وہ وہ صورتیں ہیں جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تکلیف پانے یا حضور کی بے ادبی ہونے کا خیال تک پیدا نہ ہوسکے مثلاً لڑائی یا مجادلہ یا دشمن کے ڈرانے وغیرہ کے مواقع پر (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں) آواز بلند کی جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب غزوہ حنین کے دن

خیلین ناد اصحاب السمرۃ فنادی باعلیٰ صوتہ این اصحاب السمرۃ لکان رجلا مہتابیری ان غارۃ اتتھم یوماً فصاح العباس یا صباحاہ فاسقطت الحوامل شدۃ صوتہ۔

مسلمان میدان جہاد میں چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا کہ اصحاب سمرہ یعنی بیعت الرضوان کو آواز دو تو حضرت عباس نے اونچی آواز سے یا صباحاہ کہہ کر پکارا تو ان کی شدت آواز کی وجہ سے حاملہ عورتوں کے حمل گر گئے۔

انتباہ یہ قاعدہ تاحال جاری ہے کہ گنبد خضراء کی حاضری کے وقت جالی مبارک کے سامنے ہُو کا عالم ہے کہ نجدیوں تک سب خاموش بلکہ نجدی اس پر عمل کرانے پر مجبور کرتے ہیں۔

جواب:۔ وہ رفع الصوت بے ادبی و گستاخی ہے جس میں تاذی یعنی تکلیف محسوس کرنا) ہو خواہ وہ ظاہری زندگی میں ہو یا بعد الوصال، لیکن وہ بھی صوری و معنوی احکام کے پیش نظر ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں آپ کے سامنے ایسا رفع صوت حدیث میں وارد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاذی (تکلیف پانے) اور بے ادبی کے شائبہ سے پاک ہو۔ جب حیات ظاہری میں اس قسم کا رفع صوت ناجائز نہیں تو بعد الوصال کس طرح ناجائز ہوگا۔ یاد رکھیے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاذی (تکلیف پانے) یا استہانت (بے ادبی ہونے) کا تخیل نہ ہو اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رفعِ صوت

ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کوئی چیز اس تاذی یا استہانت کے تخیل کا موجب ہو سکے تو ایسی صورت میں رفع صورت ناجائز ہو گا۔ مثلاً روضہ اطہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہونا۔ اس کے بعد دوسرے درجے میں حدیث شریف کی قرأت کا موقعہ یا پھر اس سے بھی نیچے مرتبے میں عالم دین کی موجودگی کا ہونا رفع صوت کے ناجائز ہونے کا سبب قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ تمام مواقع ایسے ہیں کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تکلیف پانے یا حضور کی بے ادبی ہونے کا تخیل ہو سکتا ہے اس کے علاوہ جہاں اس تخیل کا امکان نہ ہو وہاں بھی رفعِ صوت کو ناجائز کہنا دلائل شرعیہ کے خلاف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ جب آیہ کریمہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی آواز بہت بلند تھی گھر میں بیٹھ رہے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ بارگاہ رسالت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے تو انہوں نے کہا۔ لقد علمتم انی ارفعکم صوتا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اھل النار کہ تم جانتے ہو کہ میں تم سب میں زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر بلند آواز کرنے والا ہوں اس لیے (آیہ کریمہ کی رد سے) میں اہل نار سے ہوں، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں ان کے حق میں ارشاد فرمایا۔ بل ھو من اھل الجنۃ وہ اہل نار سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہیں۔ دیکھیے حضور کی حیات ظاہری میں حضرت ثابت بن قیس کا رفع صوت ناجائز قرار نہ پایا محض اس لیے کہ وہ تخیل تاذی و استہانت سے پاک تھا۔

اصحوکہ مخالفین قرآن و حدیث سمجھے بغیر سوال کر دیتے ہیں۔ آیت میں فوق صوت النبی کی نفی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو ہو رہی ہے تو تم ان کی آواز کے اوپر اپنی آواز بلند نہ کرو نہ کہ ان کی ذات پر۔ ہاں وہ مجاز اً ہے کہ آپ کے سامنے آواز بلند نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

سوال :۔ ہر شخص جانتا ہے کہ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے بیت المقدس کی طرف چلے تو مکہ میں نہ رہے پھر جب مسجد اقصیٰ سے پہلے آسمان پر پہنچے تو مسجد اقصیٰ آپ سے خالی ہو گئی اور دوسرے آسمان پر پہنچے تو پہلے پر آپ نہ رہے۔ اسی طرح ساتوں آسمانوں کی طرف چلے جاتے۔ پھر جب آپ وہاں سے واپس آئے تو سماوات آپ کے وجود سے خالی ہو گئے اگر حاضر و ناظر کا مسئلہ حق ہو تو معراج باطل ہوتی ہے کیونکہ جانے اور آنے کے معنی یہ ہیں کہ جانے سے پہلے جانے والا اس مقام پر موجود نہیں جہاں جانا چاہتا ہے اور آنے کے بعد اس جگہ نہیں رہا جہاں سے آیا ہے اس لیے حاضر و ناظر کے عقیدے کے ساتھ معراج کا عقیدہ جمع نہیں ہو سکتا۔ اگر تم معراج کے قائل ہو تو حاضر و ناظر کا انکار کرو۔ اگر حاضر و ناظر کو صحیح مانتے ہو تو عقیدہ معراج جسمانی کا انکار کر دو۔

جواب نمبر ۱ :۔ یہ سوال عموماً ان کے جاہل واعظین وعظ و تقریر کو رنگین بنانے کے لیے جاہلوں کو خوش کرتے ہیں لیکن حقیقت وہی ہے کہ یہ سوال بھی مبنی بر جہالت ہے اس لئے کہ معراج

جسمانی ہیں جن جگہوں کو خالی بتایا جا رہا ہے وہ جسم سے خالی ہو رہی ہیں یعنی جب معراج جسمانی ہوئی تو آنا جانا بھی جسم اقدس ہی سے متعلق ہوا۔ جہاں سے حضور چلے وہاں سے حضور کی جسمانیت منتقل ہوئی اور جہاں پہنچے وہاں جسمانیت پہنچی۔ جہاں سے آئے۔ جسمانیت وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس ضمن میں جو جگہ حضور سے خالی ہوئی وہ حضور کی نورانیت اور روحانیت سے نہیں بلکہ حضور کی بشریت اور جسمانیت سے خالی ہوئی جب ہم جسمانیت اور بشریت کے ساتھ حضور کے حاضر و ناظر ہونے کے قائل نہیں تو حدیث معراج ہمارے دعویٰ کے کس طرح معارض ہو سکتی ہے اسے یوں سمجھئے کہ سورج صبح کو مشرق سے طلوع ہو کر مغرب تک ایک علاقہ سے چلا تو دوسرے علاقہ میں اس کا جسم نہیں لیکن اس کے نور کی کرنیں لمحہ بھر بھی کسی علاقہ سے خالی نہیں تو جسم کی نفی سے اس کی نورانیت کی نفی کیسے ہوئی یہی حال معراج اقدس کا ہے لیکن دھوکہ باز کو کون سمجھائے کہ جب تم نے ہمارے موقف کو سمجھا ہی نہیں تو اعتراض کیوں۔

جواب نمبر ۲:۔ معراج کی کیفیت کو مخالف چھپا جاتا ہے اور اس کے سامعین بھی اس کی طرح نجی ہیں۔ معراج اقدس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنا جانا تھا کیسے بیت اللہ سے لامکان اور درمیان میں بےشمار امور پہ عملدر آمد ہوا۔ اس کے باوجود ہم سب کا عقیدہ ہے کہ یہ تمام سفر جسمانیت سے "قبیل رد العین،، آنکھ جھپکنے سے بھی بہت پہلے آنا جانا ہوا۔ اب بتائیے جس کی اتنی

تیز رفتاری ہو اس سے مکانات خالی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خود آنکھ کی پتلی کی پرواز کا یہ حال ہے کہ بیک وقت آسمان اور گردونواح میں بھی ہے اور مرکز میں بھی وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ واقعی حضور علیہ السلام کا معراج جسمانی ماننا فرض ہے اس کا منکر کافر ہے لیکن معراج جسمانی ماننے سے حاضر و ناظر کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضور علیہ السلام الحمد للہ جب مکہ میں تھے تو بیت المقدس میں بھی تھے بیت المقدس میں تھے تو کعبہ آپ کے وجود سے خالی نہیں ہو گیا تھا آپ اس وقت آسمانوں پر بھی تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سوال:۔ اللہ تعالے کے سوا کوئی حاضر ناظر نہیں ہے آیت پاک یہ ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

ترجمہ:۔ اے سننے والے کیا تو نے دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ جہاں کہیں تین اشخاص کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی۔ مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں ہوں پھر انہیں قیامت کے دن بتا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے

جواب:۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالے کا حاضر و ناظر ہونا

اور عالم الغیب ہونا بالاستقلال بے شک ثابت ہے لیکن یہ کہاں اور کن الفاظ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی ولی کو یہ قدرت نہیں دی اور باذن اللہ بھی خدا کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا اور حاضر و ناظر بھی باعلام اللہ کوئی نہیں۔ یہ کہاں ہے تفسیر بالرائے کرنا حرام ہے اس آیت پاک کی تفسیر میں کس مفسر قرآن نے لکھا ہے یہ کس حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی و بزرگ کی روح کو حاضر و ناظر ہونے کی قدرت نہیں دی۔

بقول شما اگر اس آیت پاک کا یہی مفہوم ہے جو کہ آپ نے فرمایا ہے۔ تو فرمایئے کراماً کاتبین جو کہ ہر شخص کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہوگا اور ان کے متعلق جو کہ ان کو حاضر و ناظر سمجھے کیا فتویٰ ہوگا۔

ملاحظہ فرمایئے غیر مقلدین کے مشہور معروف حافظ محمد صاحب لکھوکے نے اپنی تفسیر محمدی منزل ہفتم ص ۳۶۸ میں لکھا ہے۔

وَاِنَّ علیکُم لَحٰفِظِیْنَ ۵ کراماً کاتبینَ ۵ یعلمونَ ماتفعلونَ

پ ۳۰ الفطارعہ رو یطالی

ترجمہ:۔ تحقیق اُپر تہاڈے البتہ نگہبان ہیں بزرگوار لکھنے والے جاندے ہیں فرشتے جو کجھ کرو یعوتسی۔ جانن اوہ فرشتے کاتب جو تسیں کرو دکاؤ نیکیاں بدلہ جنت بدیاں بدنہ دوزخ پاؤ۔ فرمایئے کراماً کاتبین کو حاضر ناظر نہیں مانتے تو حافظ محمد صاحب لکھوکے والوں پہ کیا فتویٰ ہے۔

سوال:۔ اگر لفظ شاہد و شہید سے حاضر و ناظر ثابت ہوتا ہے تو پھر تمام اُمت نبی مصطفےٰ بھی حاضر و ناظر ہے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے اُمت کے لیے فرمایا ہے:

وکذلک جعلناکم امۃ وسطًا لتکونوا شھداء علی الناس پ ۲ البقرۃ

یہاں لفظ شُھَدَاء شہید کی جمع ہے بمعنی گواہ یا حاضر اور تمام امت کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح حاضر و ناظر مانو۔

جوابات

۱۔ آیت میں تمام امت (کافر۔ مومن۔ فاسق و فاجر۔ نیک صالح) کو گواہ تسلیم کیا جائے تو قرآن کے اصول اور اسلام کے ضابطہ کے خلاف ہے کیونکہ قرآن و اسلام کا مسلم ضابطہ ہے گواہ صرف اور صرف مومن صالح ہو سکتا ہے فاسق و فاجر نہیں چنانچہ فرمایا،

واشھدوا ذوی عدل منکم۔

ثابت ہوا کہ آیت میں گواہی عام نہیں بلکہ ان کاملین اولیاء کی گواہی مراد ہے جنہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اتباع میں یہی مرتبہ حاصل ہے کہ ان کے لیے جملہ عالم کفِ دست کی طرح ہے یا وہ جملہ عالم پر محیط ہیں اور وہ انہیں اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل نصیب ہوئے۔ اس کی تفصیل تو فقیر نے اپنی کتاب "الانجلاء فی تطور اولیاء" میں عرض کر دی ہے، چند حوالے یہاں حاضر ہیں۔

۱۔ حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

قال الغزالی رحمۃ اللہ تعالٰی والرسول لہ الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابۃ رضی اللہ عنہم لقد راٰہ کثیر من الاولیاء (روح البیان ص۹۹ ج۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو اطراف عالم میں مع ارواح صحابہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔

۲۔ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ص۱۵ پر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول منقول ہے۔

بعزت پروردگار کہ نیک بختاں و بدبختاں ہمہ عرض کردہ می شوند بر من و نظر من در لوح محفوظ است منم غواص دریائے علم و مشاہدہ الٰہی من حجت خداوندم بر تمامہ شما و نائب رسول اللہ و وارث ادیم۔

ترجمہ:۔ بخدا کہ نیک بخت و بد بخت دونوں میری نظر میں ہیں کیونکہ لوح محفوظ میری نگاہ میں ہے میں علم و مشاہدہ الٰہی کا غواص ہوں اور میں اللہ تعالٰی کی حجت ہوں سب پر اور میں رسول اللہ کا نائب اور وارث ہوں۔

۳۔ حضرت امام ابوالمواہب الشیخ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے فرمایا کہ

واما شیخنا سیدی علی الخواص فسمعتہ یقول

ہمارے شیخ سیدی علی خواص سے میں نے سنا کہ ہمارے نزدیک

لا یکمل الرجل عندنا حتیٰ یعلم حرکات مریدہٖ فی انتقالہٖ فی الاصلاب وھو نطفۃ من یوم الست بربکم الیٰ استقرارہٖ فی الجنۃ اوالنار واللہ تعالےٰ اعلم (کبریت احمر ص۱۶۵)

ولی کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے مرید کے الست سے لے کر دوزخ وبہشت کے داخلہ تک کے حالات سے باخبر نہ ہو۔

یک نہ شُد دو شُد

یہ باتیں وہابی دیوبندی حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شرک کا فتوی دیتے ہیں لیکن ان اولیاء کرام کے لیے کیا کہیں گے جو محبوبانِ خدا کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

تائیدِ قرآن

سورہ الحدید پارہ نمبر ۲۷ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشہداء عند ربھم۔

قیامت میں صرف محبوبانِ خدا کی گواہی قابل قبول ہے نہ کہ فجار وفساق کی گواہی، معترض کی عقل پہ پالے پڑ گئے کہ وہ یہ نہ سوچ سکا کہ فساق وفجار بیچارے تو اپنے جرائم ومعاصی میں خود مجرم ہیں، وہ گواہ کیسے بنیں گے۔ ہاں گواہ وہی ہوں گے جو گناہوں اور معاصی وجرائم سے پاک ہوں گے یعنی اولیاء کرام (صحابہ عظام واہلبیت کرام) اور ان کے لیے بھی ہمارا یہی نظریہ ہے کہ ان کے لیئے جملہ عالم کفِ دست بلکہ اس

سے بھی کم تر ہے حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعاً
کخردلۃ علی حکم اتصال

خلاصہ جواب آیت میں شہداء سے گواہ مخصوص حضرات مراد ہیں چنانچہ عمدۃ المفسرین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی پ۲ میں تحریر فرمایا کہ

در اینجا تفسیرے است بغایت دلچسپ کہ از بعضے قدمائے مفسرین منقول شدہ و از اکثر اشکالات مذکور نجات میدہد حاصلش آنکہ در وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا مخاطب کسانے اند کہ نماز بسوئے قبلتین گذاردہ اند یعنی مہاجرین اولین و انصار سابقین کہ علو درجہ آنہا در ایمان معروف و مشہور است۔ ا

اور اس سے کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں

لیکن اگر در اینجا تمام امت را از اول تا آخر اعتبار کنیم فائدۂ تکلیف برہم میگردد۔ زیرا کہ بعد از انقضائے تمام امت ہیچکس باقی نخواہد ماند کہ قول ایشان بروئے حجت تو اند شد پس معلوم شد کہ مراد اہل ہر زمانہ اند وچوں اہل ہر زمانہ مخلوط میباشند عالم و جاہل و صالح و فاسق ہمہ در آنہا موجود میشوند بقرائن عقلیہ معلوم شد کہ اعتبار بہ گفتہ علمائے مجتہدان متدین است نہ غیر ایشان۔ بہر حال اجماع ایشان دامم دیگر فرقے

نماند ایں شرفے است عظیم کہ ایں اُمت را بہ ہیئت اجتماعیہ حکم پیغمبر معصوم از خطا واجب القبول است ہمچناں حکم ایں امت باجتماع معصوم از خطا واجب القبول۔

اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ تمام امت اوّل سے آخر تک مراد نہیں بلکہ اولیائے امت مراد ہیں اور اولیاء کرام کو کرامۃً یہ عہدہ نصیب ہوا۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے معتزلی انکار کرتے اور کہتے تھے کہ سوائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ولی کو کوئی کمال حاصل نہیں نہ علمی اور نہ کوئی اور۔

افسوس ہے کہ ہمارے دور کے معتزلہ سابقہ معتزلہ سے زیادہ بدقسمت نکلے کہ وہ صرف اولیاء کرام کے کمالات کے منکر تھے

اور یہ اولیاء کرام کے کمالات کے

بھی منکر ہیں اور خود نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھی بلکہ ایسے علمی کمالات کے قائل کو مشرک اور بے دین سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر ۲:۔ ہمارا سوال ہے کہ باب شہد (شاہد، شہید) کا قاعدہ ہے اس کا صلہ علیٰ ہو تو اس سے ضرر کا معنی مراد ہوتا ہے جیسے شہدت علیہ (میں نے اس پر گواہی دی تاکہ اس پر دوسرے کا حق ثابت ہو) میں ضرر ثابت ہے اور اگر اس کا صلہ لام ہو تو اس سے فائدہ مقصود ہوتا ہے مثلاً شہدت لہٗ (میں نے اس کے لیے گواہی دی تاکہ اس کا حق ثابت ہو) میں فائدہ مطلوب ہو۔

یہ قاعدہ سمجھنے کے بعد ہر دونوں آیتوں (۱)

۱۔ یکون الرسول علیکم شہیداً ۔

۲۔ لتکونوا شہداء علی الناس، میں لفظ علی واقع ہے تو بقاعدہ مذکورہ نبی علیہ السلام اور امت کی ضرر کی شہادت ثابت ہوتی ہے حالانکہ یہ غلط اور سراسر غلط ہے کیونکہ امت کی گواہی تو کفار کے حق میں ضرر کی شہادت ہے لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شہادت تو نفع کی ہوگی کیونکہ آپ اپنی امت کی صلاحیت شہادت کا تزکیہ فرمائیں گے اور جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے۔

داہند اچوں امم دیگر در مقام رد شہادت الشیاں خواہند گفت کہ شما از چہ رو شہادت میدہید حال آنکہ در وقت ما نبودید و حاضر واقعہ تشدید الشیاں جواب خواہند گفت کہ مارا خبر خدا بوساطت پیغمبر خود رسید و نزد ما در افادہ یقین۔

۳۔ بہتر از دیدن و حاضر شدن گردیدہ در شہادت علم یقینی بہ مشہود علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود

تفسیر مظہری و دیگر تفاسیر معتبرہ میں اس مضمون کی تصریح موجود ہے کہ شہدا علی الناس" کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے عادل لوگ قیامت کے دن پچھلی امتوں پر اس امر کی گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان تمام احکامات الٰہیہ کی تبلیغ فرما دی وہ امتیں اعتراض کریں گی کہ یہ ہمارے زمانے میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے حاضر و ناظر نہ تھے تو ان کو ہمارے خلاف گواہی دینے کا کیا حق ہے؟ اس اعتراض کے جواب میں امت محمدیہ یہ نہ کہے گی کہ شہید

کے معنی حاضر و ناظر نہیں بلکہ ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دے گی کہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا یقینی علم ہی ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا ہے جو ہمارے مشاہدہ سے زیادہ یقینی ہے اس لیے ہم گواہی کے اہل ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کی امت پر شاہد بنائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کا تزکیہ فرماتے ہوئے ان کے تمام افعال و اعمال، ایمان و اعتقادیات ظواہر و بواطن کی گواہی دیں گے۔ ہمارے اس سوال کا جو جواب مخالفین دیں وہی ہمارا جواب ہو گا۔

توضیح اویسی غفرلہ

ممکن ہے یہاں ہمارا مخالف غلط سلط جواب بنا کر حسب عادت فساد پیدا کر دے اسی لیے فقیر اویسی غفرلہ خود اسکی توضیح عرض کرتا ہے وہ یہ کہ جہاں فعل کا صلہ اپنے محل پر واقع نہ ہو وہاں فعل میں تضمین بہ فعل دیگر لازم ہو جاتا ہے مثلاً یہاں شہید کے بعد علیٰ واقع ہے لیکن شہید کا اصلی معنی قرآن و حدیث کو ٹکراتا ہے تو پھر لازماً شہید کو الرقیب والمطلع " کے معنی میں لانا ہو گا چنانچہ محققین اہل تفاسیر نے وہی فرمایا۔ جو فقیر اویسی غفرلہ نے عرض کیا ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا۔

بلکہ می توان گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنے اطلاع و نگہبانی است تا از جادہ حق بیرون نروید چنانچہ واللہ علی کل شیء شہید در مقولہ حضرت عیسیٰ کہ کنت علیہم ما دمت حیا فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید۔ وچوں این نگہبانی و

اطلاع طریق تحمل شہادت است و تحمل شہادت برائے ادائے شہادت باشد و دو احادیث این شہادت را بگواہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بیاناً لحصر المعنی لا لتغییر اللفظ۔

۲۔ بلکہ یہاں یہ کہا سکتا ہے کہ شہادت کا یہاں بمعنی گواہی بلکہ اطلاع ونگہبانی کے معنی میں ہے تاکہ قاعدہ سے خارج نہ ہونا پڑے جیسے واللّٰہ علیٰ کل شیءٍ شہید اور مقولہ عیسیٰ علیہ السلام کنت علیہم الخ وانت علی کل شیءٍ شہید میں شہید بمعنی مطلع ونگہبان ہے جب یہ نگہبانی واطلاع تحمل شہادت کا طریقہ ہے وتحمل شہادت برائے ادائے شہادت ہے اور احادیث میں جو گواہی کا لفظ ہے اس کی یہی تفسیر ہے وہ بھی معنی حصر کرنے کے لیے ہے نہ یہ کہ وہی لفظ شہادت کی وہی تغیر ہے۔

۲۔ بیضاوی شریف میں اسی آیت، ویکون الرسول علیکم شہیداً۔ میں امت کی گواہی والی حدیث لکھنے کے بعد وہابیوں دیوبندیوں والے اعتراض کا جواب لکھتے ہیں کہ

وھذہ الشھادۃ وان کانت لھم لکن لما کان الرسول علیہ السلام کالرقیب

المھیمن علی امتہ عدی بعلی وقدمت الصلۃ للدلالۃ علی اختصاصھم یکون الرسول شہیدا علیہم۔

صاحب روح البیان نے ان آیت کے تحت خوب لکھا فقیر تخصیص کرکے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے پہلے شہادۃ کے صلہ علیٰ ولام کا قاعدہ سوالیہ طور لکھ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ الشہید بمعنے الرقیب والمطلع

ہے اس کے بعد حدیث شہادۃ امت لکھ کر ایسی بہترین توجیہ تحریر فرمائی جو نہایت ہی اعلیٰ ہے یہ انہی کا حصہ تھا میں نے دوسری تفاسیر میں اس طرح کی تحقیق نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بے شمار مراتب علیا سے نوازے۔ اصل عربی یا فقیر کا ترجمہ فیوض الرحمن پارہ دوم تحت آیت ہذا ایک بار ضرور دیکھ لیں۔ ایمان تازہ ہو گا۔ اسی لئے مخالفین اس تفسیر کے حوالہ جات سے کتراتے ہیں حالانکہ یہ وہ بے نظیر تفسیر ہے جس کی گری سے تفسیر روح المعانی معرض وجود میں آئی ہے تعجب ہے کہ مخالفین گدا اگر (روح المعانی) کو تو مانتے ہیں لیکن داتا (روح البیان) کو نہیں مانتے (ویسے ان قسمت کے ماروں کو داتا سے ازلی دشمنی ہے) روح المعانی پر روح البیان کے فیضان تحقیق فقیر کی کتاب، "الفیضان علی روح البیان"، ہی دیکھئے۔

جب مفسرین نے حضور کے شہید ہونے اور امت کے شہید ہونے کے ایک معنی مراد نہیں لئے بلکہ دونوں معنیٰ کی جدا گانہ تفسیر فرمادی تو کسی اور کو کیا حق حاصل ہے کہ تصریحات مفسرین کے خلاف دونوں کی شہادت کو یکساں قرار دے۔

دُوسرا فرق

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور مع المشاہدہ بلا تاویل ہے اور حضور کی امت کے خواص اولیاء کا حضور مع المشاہدہ بتاویل علم یقینی ہے اسی لیے اس فرق پر دونوں شہادتوں کا علیحدہ علیحدہ صلہ ماننا ضروری ہے اور خواص اولیاء کے متعلق حضرت امام ابن عابدین المعروف امام شامی رحمہ اللہ تعالیٰ "سل الحسام" میں لکھتے ہیں کہ

الخواص یجوزان یعلموا الغیب فی قضیۃ او قضاء کما وقع لکثیر منہم و اشتہر جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہو گیا۔

بلکہ حدیث شریف میں ہے۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ ترمذی شریف (کتاب التفسیر) مومن کی فراست سے ڈرو اس لیے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ اور امام زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ جلد ۷ صـ ۲۲۸ میں فرمایا ہے کہ

قال فی لطائف المنن اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللہ تعالٰی بنور منہ بدلیل خبر اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ لا یستغرب وھو معنی کنت بصرہ الذی یبصر بہ فمن کان الحق بصرہ فاطلاعہ علی غیب اللہ لا یستغرب۔

واقعی امر یہ ہے کہ حسب مضمون حدیث شریف پروردگار جس کی بینائی ہو اس کا غیب پر مطلع ہونا کیا بعید ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ زبدۃ الاسرار میں حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قال رضی اللہ عنہ یا ابطال یا اطفال ھلموا وخذوا عن البحر الذی لا ساحل لہ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان بؤبؤۃ

عَیْنِی فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِی بِحَارِ عِلْمِ اللّٰہِ۔

اب بمعنی تعالیٰ وکرمہ اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ سعداء اور اشقیاء اولیاء پر پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں رہتی ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کے علم کے دریا میں غوطہ زن رہتے ہیں مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان گفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چون سفرہ ایست وما میگوئیم چون روئے ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست یعنی عزیزاں رحمہ اللہ تعالےٰ یہ فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دسترخوان کی مثل ہے اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

اولیاء کے علوم وحضور کے متعلق مزید تصریحات اسی کتاب کے آخر میں عرض کروں گا۔ (انشاء اللہ تعالےٰ)

جواب نمبر ۳:۔ علم تفسیر کا قاعدہ ہے کہ کبھی ایک لفظ کے معنی ایک شخص کی نسبت سے کچھ ہوئے ہیں اور دوسرے کی نسبت سے کچھ اور۔ اس قاعدہ کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صلوۃ اور ہدایت وغیرہا الفاظ مختلف موقعوں پہ مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

۲۔ آیہ کریمہ ومکروا ومکر اللّٰہ میں ایک ہی لفظ مکر ہے جو ایک جگہ کفار کے لیے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ

کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور ایک جگہ معنی کچھ ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور۔ؔ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت کلام اللہ میں لفظ ظلم وارد ہے فرمایا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ،

ان دونوں مقاموں یں میں ظلم بمعنی ترک اولیٰ ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

مذاق جمہور اہل تفسیر آنست کہ ظلمی کہ ایں ہر دو بزرگ بخود نسبت فرمودہ اند ظلم حقیقی نہ بود بلکہ ترک اولیٰ۔ دوسری آیت لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ میں ظلم کے معنی حقیقی جو فسق ہیں مراد ہیں۔ چنانچہ یہی شاہ صاحب رحمہ اللہ اسی تفسیر میں آیۃ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ کی نسبت فرماتے ہیں در آیت مراد ظلم حقیقی است کہ فسق است۔ غرضکہ ایک جگہ ایک لفظ سے کچھ مراد ہوتی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور۔ اسی لفظ شہادت کو دیکھیے کہ یہاں امت کے لیے بمعنی گواہی مستعمل ہوا اور وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ہے اگر یہ فرق نہیں کیا گیا تو پھر اللہ تعالےٰ کے لیے بھی دہریے اور ہندو وہی کہیں گے جو انبیاء و اولیاء کے

ؔ لیکن وہابیوں دیوبندیوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں ایک ہی ترجمہ کر دیا ہے وہ یہ کہ کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے مکر کیا (معاذ اللہ)

لئے وہابی دیوبندی کہتے ہیں۔ ان امثلہ کے علاوہ اور بھی بیشمار آیات واحادیث واہل عرب کے محاورے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ انصاف پسند انسان کے لیے اتنا کافی ہے۔

وہابی دیوبندی مرزائیوں کے نقش قدم پر

فقیر کا تجربہ ہے کہ ہر بد مذہب کا کوئی اعتراض اسلام، قرآن یا نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوگا تو اسی طرح کا اعتراض وہابی، دیوبندی ہم اہلسنت پر جاری کریں گے گویا یہ ہر بدمذہبی کی مشین کے پُرزے ہیں جہاں فٹ کر دو اسی پر فٹ آئیں گے چنانچہ ان کا یہ اعتراض بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مرزائی حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی وہ تمام آیتیں پڑھ دیتے ہیں جن میں لفظ "توفی" بمعنی موت وارد ہے اور اس امر کو قطعاً نظر انداز کردیتے ہیں کہ آیہ کریمہ فَلَمَّا توفیتنی میں "توفی" بمعنیٰ موت مراد لینے کے خلاف کتاب وسنت کے بے شمار دلائل قائم ہیں۔

معترض اس امر پر غور کرے کہ جس طرح قرآن مجید کی متعدد آیات میں "توفے" بمعنی موت مستعمل ہے لیکن ہم ان استعمالات کو فلما توفیتنی میں "توفی" بمعنی موت ہرگز بطور نظیر پیش نہیں کر سکتے، بالکل اسی طرح "شہدا علی الناس" کے مرادی معنیٰ کو شاہداً کے مقابلہ میں بطور نظیر نہیں لا سکتے۔

جواب نمبر ۴ :۔ اصول اسلام کا مسلّم ضابطہ ہے کہ جس مقام پر بھی کسی لفظ کے معنی متعین کیئے جائیں تو پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس مقام میں ان معنیٰ کی تعیین کسی دلیل کے خلاف تو نہیں اگر کوئی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہ ہو تو وہ معنی یقیناً حق ہوں گے اور اگر اس معنیٰ کے خلاف پر کوئی دلیل قائم ہو تو ان کے باطل ہونے میں کوئی دلیل قائم ہو تو ان کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں مثلاً نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاہد ہونے پر بیشمار شواہد موجود ہیں کہ آپ کائنات کے ذرے ذرہ کو جانتے اور ہر ذرہ کائنات آپ کے سامنے ہے لیکن عام امتی کے لیے ایسی بات بداہتہً باطل ہے جو مخالف کو بھی مسلم ہے ہاں آپ کے متبعین کاملین کے لیئے ہو تو وہ ممکن ہے بلکہ حقیقت ہے جس کی مختصر تقریر پہلے گذر چکی ہے اگر مخالف کی یہی مراد ہو تو لبسر و چشم ہم اسے دل و جان سے ان کی اس مراد کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن بھانسی لٹک سکتے ہیں مگر یہ معنی مراد نہیں لیں گے۔

(جواب) شہادت کے جمیع لوازمات حضور سرور عالم نور مجسم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت ہیں اگر دہلوی، دیوبندی عام امتی کے لیے ثابت کر دیں تو ہم مان جائیں گے کہ واقعی شہید الرسول و شہداء علی الناس للامۃ العامہ میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ سودا انہیں مہنگا پڑے گا اس لیے کہ وہ مذکورہ بالا کمالات نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گوارہ

... کے لیے مسلّم سمجھتے ہیں تو پھر عام امتی کے لیے کہاں سے ثابت کریں گے اگر ان سے یہ نہیں ہو سکتا تو اویسی غفرلہ کو کہنے دیجئے کہ حضور مع المشاہدہ کا جو کمال حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت ہو چکا ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع میں کاملین میں علی سبیل التبعیۃ اس کمال کا پایا جانا کمال محمدی کی دلیل ہو گی جو ہمارے دعوے کی مزید موید قرار پائے گی (وہو المراد)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی گواہی

و آنچہ از فضائل و مناقب حاضراں زماں خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائباں از زماں خود مثل اویس و صلہ مہدی و مقتول دجال یا از مصائب و مثالب و حاضراں و غائباں می فرمائید اعتقاد بر آں واجب است کہ وازیں ہست کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیاں خود مطلع میارند کہ فلانے امروز چنیں میکند و فلانے چنانچہ تا روز قیامت ادای شہادت تواند کردہ (التفسیر عزیزی ۵۱۸)

ترجمہ:۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ اپنے زمانے میں موجودہ لوگوں کے فضائل و مناقب مثلاً صحابہ و ازواج اور اہل بیت کے متعلق یا اُن کے متعلق جو آپ کے زمانہ میں نہیں مثلاً اویس، مہدی یا مقتول دجال وغیرہ بیان فرماتے ہیں یا اپنے زمانہ میں موجودہ یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرمائیں تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس لئے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اُس کی امت کے احوال کا علم ہے کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے اور فلاں نے ایسا کہا۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی

دے سکیں چونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کی امت کا گھیرا وسیع ہے اسی لیے آپ اب بھی ہمارے حالات سے باخبر ہیں چنانچہ امام زرقانی شرح مواہب اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں کہ

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ وَمُشَاهَدَتِهِ لِاُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَالِكَ عِنْدَهُ جَلِيٌّ لَا خَفَاءَ بِهِ (زرقانی شرح مواہب ص ۱۳۶ ج ۱)

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندگی اور وفات کی حالت میں اپنی امت کے احوال نیات، ارادے اور قلبی وسواس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات اُن کے نزدیک ظاہر ہے، پوشیدہ نہیں۔

ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے ہر فرد کے خلاص ونفاق تک وارادوں ونیتوں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس لیے آپ کی شہادت مقبول وواجب العمل ہے اس طرح کی مزید گواہیاں آنے والے اوراق میں سنکڑوں پیش ہونگی جن سے ثابت ہوگا کہ سابق دور میں جملہ اہل اسلام اور علماء کرام ومشائخ عظام کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ تھا کہ ہمارے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ اور ہر آن حاضر وناظر ہیں ہاں خوارج ومعتزلہ سابق دور میں ایسے کمالات کے منکر تھے۔ تو اب ان کی سیٹ دیوبندی وہابی فرقہ اور اس کے ہمنواؤں نے سنبھال لی ہے تو ایسی سیٹ مبارک، ہم تو خوارج ومعتزلہ کے جملہ گندے عقائد پر لعنت بھیجتے ہیں۔

سوال :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے یا آپ کو علم ہوتا تو آپ بتا دیتے بلکہ اس معاملہ میں ایک عرصہ تک مغموم رہے یہاں تک کہ وحی نازل ہوئی۔

جواب :۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعہ افک میں قبل از نزول آیات قرآنیہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا بخلاف مخالفین کے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قبل از نزول آیات کچھ خبر نہ تھی ان کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

جواہر القرآن صـ۸۲ باب چہارم اشعار ؎

قصہ عائشہ کا نہیں تجھ کو یاد ۔۔۔ کہ جب افک والوں نے کیا تھا فساد
نبی نے صحابہ سے مشوری لیا ۔۔۔ بجز وحی حق کے نہ عقدہ کھلا
صدیق فاروق وعثمان علی ۔۔۔ کمیٹی کے ممبروں سے کیوں رائے لی
اگر غیب دان ہوتے وہ پاکباز ۔۔۔ نہ کرتے کمیٹی میں وہ ترک وتاز

اور صـ۸۱ پر لکھا کہ

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔۔۔۔ اور نہ ہی غیب جاننے کی طاقت۔۔۔۔۔ اور قذف عائشہ کے واقعہ میں ایک مہینہ تک نبی علیہ السلام کو پریشان رہنے کی ضرورت نہ تھی۔

مودودی کی بھڑاس

جس طرح دیوبندیوں نے حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو لاعلم ثابت کرنے میں حدیث افک کو دلیل بنایا ہے ایسے ہی مودودی نے بغض نبوت میں اپنی بھڑاس نکالی ہے چنانچہ حدیث افک پر طویل تبصرہ

کے بعد لکھا کہ

"مزید برآں اس میں خیر کا پہلو یہ بھی تھا کہ تمام مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب دان نہیں ہیں جو کچھ اللہ بتاتا ہے وہی کچھ جانتے ہیں اس کے سوا آپ کا علم اتنا ہی کچھ ہے جتنا ایک بشر کا ہو سکتا ہے ایک مہینے تک آپ حضرت عائشہ کے معاملے میں سخت پریشان رہے کبھی خادمہ سے پوچھتے تھے کبھی ازواج مطہرات سے کبھی حضرت علی سے اور کبھی حضرت اسامہ سے۔ آخر کار حضرت عائشہ سے فرمایا۔

کہ اگر تم نے یہ گناہ کیا ہے تو توبہ کرو اور نہیں کیا تو امید ہے کہ اللہ تمہارے بے گناہی ثابت کر دے گا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہ پریشانی کیوں اور یہ پوچھ گچھ اور یہ تلقین کیوں ہوتی۔ البتہ جب وحی خداوندی نے حقیقت بتادی تو آپ کو وہ علم حاصل ہوگیا جو مہینہ بھر تک حاصل نہ تھا۔ اس طرح اللہ تعالے نے براہ راست تجربے اور مشاہدے کے ذریعے سے مسلمانوں کو اس غلو اور مبالغے سے بچانے کا انتظام فرما دیا۔ جس میں عقیدت کا اندھا جوش بالعموم اپنے پیشواؤں کے معاملہ میں لوگوں کو مبتلا کر دیتا ہے بعید نہیں کہ مہینہ بھر وحی نہ بھیجنے میں اللہ تعالے کے پیش نظر یہ بھی ایک مصلحت رہی ہو اول روز ہی وحی آجاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۳۶۷ تحت آیت افک پارہ۔

(نوٹ) جوابات سے پہلے اصل حدیث ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یخرج اقرع بین ازواجہ فایتھن خرج سھمھا خرج بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ قالت عائشۃ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاھا فخرج سھمی فخرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما ر

دیوبندیوں وہابیوں کے دلائل کا خلاصہ

حدیث شریف سالم پڑھ لیجیے آپ کو ان مدعیون کے دعویٰ کے لیے سوائے گمان، اٹکل پچو کے کچھ نہ ملے گا مثلاً کہیں گے علم ہوتا تو پریشان کیوں رہے، علم ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استفسار کیوں کیا، علم ہوتا تو چھان بین کیسی، علم ہوتا تو عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو تلقین توبہ کیوں وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین غور فرمائیں کہ ان لوگوں کو حضور علیہ السلام کے ساتھ بغض و عداوت نہیں تو اور کیا ہے جب کہ ایسے ہی اپنے گمان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لاعلم بنا دیا حالانکہ گمان وقیاس آرائیوں سے عقائد ثابت نہیں ہوتے اگر ان لوگوں کی یہی بے ڈھنگی چال صحیح اور درست مانی جائے تو پھر دہریے اور دیگر دشمنانِ اسلام کے دلائل ان کے دلائل سے کچھ وزنی ہیں فقیر چند نمونے ستیارتھ

پرکاش سے پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین سوچیں کہ خدا کا دشمن خدا تعالیٰ کے علم پر حملہ کرتا ہے نبی علیہ السلام کا دشمن نبی علیہ السلام پر۔

ہندو کا دعویٰ کہ خدا تعالیٰ کو نہ علم غیب ہے اور نہ وہ مختار کل وغیرہ وغیرہ

سورۃ بقرہ کی آیات لکھ کر کہتا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ خدا ہمدان نہیں یعنی ماضی حال، استقبال کو پورے طور پر نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا اور خدا میں کچھ اختیار بھی نہیں ہے کیونکہ شیطان نے خدا کا حکم ہی نہ مانا اور خدا اس کا کچھ بھی نہ کر سکا اور دیکھیے ایک کافر شیطان نے خدا کے بھی چھکے چھڑا دیئے استیارتھ پرکاش صد ۶۷۶)

اس کے بعد لکھا کہ

دیکھیے خدا کی کم علمی، ابھی تو بہشت میں رہنے کی دعا دی اور ابھی کہا نکلو اگر آئندہ کی باتوں کو جانتا ہوتا تو دعا ہی کیوں دیتا اور معلوم ہوتا ہے کہ بہکانے والے شیطان کو خدا سزا دینے سے قاصر بھی ہے الخ صد ۶۷۶

ناظرین! سوچیے کہ ہندو نے اللہ تعالیٰ پر اسی طرح وار کئے ہیں جیسے وہابی دیوبندی مودودی نے نبی علیہ السلام پر وار کرتے ہیں۔ دعویٰ پہ نہ دلیل ہندو کے پاس ہے نہ وہابیہ کے پاس صرف اگر مگر کا چکر ہے اسی لیے فقیر اویسی نے احباب

اہل سنت کو تسلی دی کہ گھبرائیے نہیں اگر نبی علیہ السلام کے علم گھٹانے کی وہابیہ نے ٹھانی ہے تو اللہ تعالیٰ کی تنقیص پر ہندو نے کمر باندھ رکھی ہے وہ خدا کو یکتا ہے یہ نبی علیہ السلام کو۔ نام دو ہیں کام ایک ہیں پھر قیامت میں الجنس، الی الجنس یمیل کا راز کھل جائے گا۔ انشاء اللہ۔

دلائل اثبات

ہم اس واقعہ پر اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علم کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ بخاری شریف میں جہاں یہ روایت مروی ہے وہاں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از نزول آیات بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمائی۔

فو اللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا	بخدا میں اپنے اہل پر سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا۔

یہ الفاظ واقعہ افک میں نزول وحی سے پہلے کہے ہیں چنانچہ بخاری شریف کے علاوہ جہاں بھی حدیث افک مذکور ہوئی وہاں یہی الفاظ موجود ہیں اور ہر ایماندار کے لیے امام الانبیاء والمرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف صفائی کے الفاظ ہی کافی تھے لیکن یہاں تو آقائے کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلفیہ بیان بھی ہے لیکن افسوس کہ جیسے حضور سرور عالم نور مجسم شفیع معظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم زمان منافقین نے آپ کی قسم کا اعتبار

نہ کیا تو آج ہمارے دور میں ایک قوم ایمان و اسلام کے مدعی ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کا اعتبار نہیں کرتے تو پھر جیسے اللہ تعالےٰ نے انہیں منافق کہہ کر ان کے ایمان کا اعتبار نہیں فرمایا۔ کما قال " وماھم بمومنین اور فرمایا، "ان المنافقین لکاذبون" ایسے ہی ہم اپنے دور کے ایسے لوگوں کے ایمان و اسلام کو مخدوش سمجھتے ہیں۔

مزید توضیح حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکورہ جملہ نزولِ آیات سے پہلے ہے اسی میں اشارہ ہے کہ آنے والے زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے علم کا انکار کریں گے اسی لیے آپ نے نزول آیات سے پہلے قسم کھا کر واضح کر دیا کہ مجھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جملہ معاملہ کلی طور پہ معلوم ہے کیونکہ ما علمت کا مادہ العلم ہے بمعنے ادراک الکلی یعنے شے کو کلی طور پہ جاننا (کذا فی القسطلانی ص ۱۴ ج ۱)

قسم نبوی اور علم کی حصر فی الخیر کو کوئی نہیں مانتا تو وہ معذور ہے کیونکہ چمگادڑ کو سورج نظر نہیں آتا تو کون ہے جو اسے بزور بازو منوائے ایسے ہی ہم نے قواعد شرعیہ سے حضور علیہ السلام کا علم ثابت کیا ہے اب کوئی نہیں مانتا تو وہ معذور ہے تو ہم اسے بزور بازو نہیں منوا سکتے۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

ما زنت امراۃ نبی قط — کسی نبی کی بیوی نے کبھی بے حیائی کا کام نہیں کیا۔

(کذافی تفسیر کبیر فخر الدین رازی و روح البیان)

اصول حدیث کا قاعدہ ہے

(حضرت ابن عباس ایسی بات جو عقل سے وراء الوراء ہے) اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر فرما رہے ہیں لہذا حدیث حکماً مرفوع ہوئی۔

تشریح حدیث مذکور

اس حدیث میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے امر کا بیان فرمایا جو لوازمات نبوت سے ہے اور وہ یہ کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی بیوی بدکار ہو وہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے اور اس کی بات بالکل حقیر ہوتی ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں ایسے شخص کی بات کا کوئی وزن قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ اگر اس میں ذرا بھی حیاء کا مادہ ہے تو وہ لوگوں کے سامنے منہ نہیں دکھا سکتا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام ہدایت خلق اور پیغامات ربانی پہنچانے کے لیے دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں ------

اللہ تعالےٰ اپنے نبیوں کو ذلت کے اسباب سے محفوظ رکھتا ہے۔ نہ ان کی بات حقیر ہو سکتی ہے اگر (نعوذ باللہ) انبیاء علیہم السلام کی بیویوں سے ایسی ناشائستہ حرکات سرزد ہوں تو وہ کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہ رہیں ایسی صورت میں احکام الٰہی کی تبلیغ کس طرح ہو سکتی ہے لہذا انبیاء علیہم السلام کی بیویوں سے بے حیائی متصور نہیں۔ کفر تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے مگر اس میں فحش اور بے حیائی نہیں ہے۔

ناظرین :- جب آپ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج انبیاء کی پاک دامنی اور عفت کا لازمہ نبوت ہونا بیان فرمایا ہے تو اب اس امر پر غور فرمائیے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیقہ کی پاکی میں کس طرح شک فرما سکتے ہیں اگر صدیقہ کی پاکی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یقینی نہ ہو تو پھر اپنی نبوت بھی نعوذ باللہ سرکار کے نزدیک یقینی نہ رہے گی جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی نبوت پر یقین ہے اور حضور علیہ السلام یہ بھی جانتے ہیں کہ نبی کی بیوی پاک ہوتی ہے تو ان دونوں کے ملانے سے نتیجہ واضح ہو جاتا ہے کہ آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کو صدیقہ کی پاکی میں ذرہ برابر بھی شک نہ تھا کیونکہ صدیقہ کی پاکی میں شک خود حضور کی اپنی رسالت میں شک کو مستلزم ہے اور حضور علیہ السلام اپنی رسالت میں شک کرنے سے بالکل پاک ہیں لہذا صدیقہ کی پاکی میں شک کرنے سے بھی حضور قطعاً پاک اور مبرا ہیں۔

ہماری مذکورہ بالا تقریر اسلاف صالحین اور معتبر مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات میں دیکھیے۔

قاعدہ نمبر ۳ :- امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ اپنی تفسیر کبیر ص ۱۷۲ ۱۷۳ میں تحت آیۃ افک لکھتے ہیں۔

لان الانبیاء علیھم السلام مبعوثون الی الکفار لیدعوھم ویستعطفوھم	اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کافروں کی طرف مبعوث ہوئے تاکہ وہ انہیں دعوت اسلام دیں

فوجب ان لا یکون معلمهم ما ینفرهم عنهم وکون الانسان بحیث تکون زوجته مسافحة من اعظم المنفرات۔

اس بناء پر واجب تھا کہ ان سے ایسے امور سرزد نہ ہوں جو لوگوں کو نفرت دلانے والے ہوں اور کسی کی عورت زانیہ ہو اس سے بڑھ کر کوئی اور امر انسان سے نفرت دلانے والا نہیں

اور یہ قاعدہ ذیل کی تفاسیر تبغیر یسیر موجود ہے۔

(۲) تفسیر مظہری ص۴۷۸ پ۱۸ ۔ (۳) روح البیان ص و روح المعانی ص وغیرہ وغیرہ۔

اس سے اور واضح ثبوت کیا چاہیئے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ ہر نبی علیہ السلام کی زوجہ کافر تو ہو سکتی ہے لیکن زانیہ وغیرہ نہیں تو پھر اس سے لاعلمی ثابت کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۴

واقعہ سے پہلے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی چال چلن اور نیک عادات، تقویٰ وطہارت اور پاک دامنی کی داستانیں مشہور تھیں جن سے واضح ہوتا کہ آپ سے ایسا برا فعل ہرگز صادر نہ ہو یہ قرینہ بھی ایک عامی انسان کو یقین دلاتا ہے کہ بی بی صاحبہ سے ایسی برائی کا صدور ناممکن ہوگا اور نبی علیہ السلام کے لیے اس حسن ظن سے کون سا امر مانع ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نبی علیہ السلام کے لیے قبل از نزول علم پر استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

المصروف عن حال	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے
عائشة قبل تلك الواقعة	واقعات سے پہلے کے حالات
انما هو الصون والبعد	سے ظاہر تھا کہ عائشہ مقدمات
عن مقدمات الفجور	زنا سے بہت دور اور پاک
(کبیر ص ۱۷۳ تحت آیت افک)	ہیں۔

انسان کو اپنی عورت کا بالخصوص اس قسم کا تجربہ ہوتا ہے اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ جب عام لوگوں کو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا تجربہ سے علم تھا تو حضور علیہ السلام تو اس کے لیے اولیٰ تھے جب کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ کو بارہا تجربہ تھا تو پھر اس میں آپ کو شک و شبہ کیسا۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہ تفسیر کبیر ص ۱۷۲/۱۷۳ ج ۶ کے تحت آیت افک مخالفین کے جواب میں لکھتے ہیں۔

والجواب عن الثاني ولو	دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ
عرف ذلك لما ضاق قلبه	اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ
انه عليه السلام كثيرا	علیہ وآلہ وسلم کا فروں کے اقوال
ما كان يضيق قلبه من	سے مغموم اور تنگ دل ہو جایا
اقوال الكفار مع علمه	کرتے تھے باوجودیکہ حضور علیہ
بفساد تلك	السلام کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے

اقوال کے بالکل فاسد ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ ولقد نعلم انك الخ یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بے ہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے یعنی حضور علیہ السلام کا غمگین

اور پریشان ہونا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ کفار کی جھوٹی تہمت اور پھر اس میں اپنوں کا شامل ہو جانا اور جا بجا اس کا چرچا اور بار بار کی طعن وتشنیع اور ظاہر ہے کہ کفار کے اقوال فاسدہ کو حضور علیہ السلام جاننے کے باوجود آپ کا مغموم اور پریشان ہونا لاعلمی کی دلیل نہیں تو یہاں پر تو غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اپنی عزت وعظمت کا سوال تھا اور پھر زنا جیسی گندی تہمت اور وہ بھی محبوبہ مرغوبہ بیوی پر اور اپنی عزت کے خیال کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری میں ذہنی تکلیف اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ودیگر عزیز واقارب بلکہ جملہ صحابہ بلکہ جملہ اسلام کے شیدائیوں کی پریشانی کا غم حیاء وشرم والے ایسے غم جانتے ہیں بیحیاؤں کو کیا خبر بہر حال امام فخر الدین رحمہ اللہ وہابیوں ودیوبندیوں اور مودودیوں کے تحریر کردہ سوالات کا جوابات سینکڑوں سال پہلے لکھ گئے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ جلد ششم تحت آیۃ افک میں لکھتے ہیں کہ

وثالثہا ان القاذفین کانوا من المنافقین واتباعہم وقد عرف ان کلام العدو والمفتری ضرب من الہذیان فلمجموع ہذہ القرائن کان ذالک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی۔

بہتان تراشی منافقین اور ان کے متبعین تھے اور سب کو معلوم ہے کہ دشمن مفتری کی بات بتنگڑ ہوتی ہے ان جملہ قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ نزول وحی سے پہلے ہی یہ بات معلوم الفساد تھی۔

۶۔ **زواجر حق تعالےٰ** | واقعہ سے قبل نبوت کی لاعلمی اور پھر اسے اہل بیت نبوت پر نبوت کی بدگمانی

کا اثبات از دولہا بہ حیران کن اور تعجب خیز امر ہے جب کہ اللہ تعالےٰ نے اہل اسلام کو زجر و توبیخ و تادیب فرمائی ہے باوجودیکہ انہوں نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی ظاہر بھی نہ کی بلکہ ان کے بہتوں نے صفائی کا اظہار فرمایا جیسا کہ ہم نے چند ایک بیانات تحریر کیے اور زواجر و آداب کی فہرست ہم آگے چل کر عرض کرتے ہیں پہلے ایک مقدمہ ممہد کرتا ہوں۔

صاحب مواہب الرحمٰن لکھتے ہیں کہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک میں تین فریق ہیں۔

۱۔ بہتان تراش منافقین جنہوں نے افک بنا کر خبر اڑائی ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب عظیم کی وعید فرمائی۔

۲۔ حضرت صدیقہ و آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و ابوبکر و صفوان رضی اللہ عنہما انہیں خیر و ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا۔

۳۔ عوام اہل اسلام جنہوں نے یہ واقعہ سنا۔ پھر یہی عوام اہل اسلام تین گروہ ہوئے۔

(ا) سنتے ہی واقعہ کی تکذیب کی چنانچہ چند ایک کے بیانات فقیر اویسی غفرلہ آگے چل کر لکھے گا۔

(ب) بعض ان میں سے سنکر خاموش رہے لیکن دل سے اس واقعہ کے خلاف تھے۔

(ج) واقعہ افک کو نقل کیا جیسے حضرت مسطح اور بی بی حمنہ بنت جحش اور باختلاف روایات حضرت حسان رضی اللہ عنہم یہ حضرات منافقین کے

بہتان کو نقل کرنے میں شریک ہوئے لیکن دل سے تصدیق کرنے والے نہ تھے چونکہ یہ منافقین کے مقاصد کے معاون بن بیٹھے۔ اسی لئے ان کو یہ سزا ملی ہوئی اور قرآن میں ہر طرح سے انہیں زجر و توبیخ کی گئی۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف "شرح حدیث افک" میں پڑھیے۔

فائدہ:- حاضر و ناظر کا مسئلہ علم غیب کلی سے متعلق ہے عموماً دیوبندی وہابی اس کے اعتراضات علم غیب کلی کی نفی کے دلائل پیش کرتے ہیں جو جواب ہم علم غیب میں دیتے ہیں یہاں بھی وہی چونکہ گکھڑوی نے خصوصیات سے یہ اعتراضات حاضر و ناظر کی نفی میں پیش کئے ہیں فقیر اس کی کتاب آنکھوں کی ٹھنڈک سے سوالات نقل کر کے جوابات لکھتا ہے۔

سوال:- بخاری شریف، مسلم شریف، مسند ابو عوانہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج سے واپس ہوا اور میں نے مشرکین کے سامنے اپنا سارا قصہ بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک پھر جہاں تک خدا کو منظور تھا عالم بیداری میں ایک ہی رات کے اندر جسد عنصری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی خاص نوازش اور قدرت سے ہو کر آیا ہوں تو مشرکین نے کہا اچھا اگر آپ واقعی گئے ہیں تو ہمیں بتلائیے کہ بیت المقدس کی فلاں فلاں چیز کہاں اور کس موقع پر واقع ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا اس پر مشرکین نے پھبتی اڑائی آپ کے الفاظ میں سنئے

فکربت کربۃ ما کربت مثلہ قط (مسلم)

میں اتنا پریشان ہوا کہ ایسا پریشان کبھی نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے

بیت المقدس کو تھوڑے وقت کے لیے میرے سامنے حاضر کر دیا، مشرکین جو پوچھتے جاتے تھے میں دیکھ کر جواب دیتا جاتا تھا۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک، تبرید النواظر ص۵)

پھر اس پہ اعتراض لکھا کہ دیکھئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے اور عالم الغیب تو اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھی)

جواب نمبر۱:۔ گکھڑوی کا یہ اعتراض حاضر و ناظر کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ حاضر و ناظر ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے انسان بذات خود وہاں موجود ہو اور چشم ظاہر سے ہر چیز کا مشاہدہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمام چیزیں انسان کے سامنے روشن ہوں اور چشم بصیرت سے ان کا مشاہدہ کرے۔ یہ دوسری صورت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر وقت ثابت ہے کہ تمام کائنات آپ کے آگے روشن ہے اور چشم بصیرت سے مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن اس صورت میں کسی خاص چیز کا علم حاصل کرنے کے لیے توجہ تام کی ضرورت ہے۔

احادیث پاک کے الفاظ اس بات پر واضح طور سے دلیل کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کی طرف توجہ تام کرنے کا آپ کو موقع ہی نہیں دیا کیونکہ جواب میں تاخیر لازم آئی تھی جس سے قریش کو پھبتی اڑانے کا موقعہ مل سکتا تھا جس حدیث کی نقل میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ متفرد ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لقد رایتنی فی الحجر و	میں مقام حجر میں تھا اور قریش مکہ
قریش تسألنی مسرای فسا	معراج کے بارے میں سوال کرتے
لتنی عن اشیاء من بیت	تھے پس انہوں نے بیت المقدس

المقدس لم اثبتها فکربت کربۃ ماکربت شلہ قط فرفعہ اللہ لی انظر الیہ

کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا جن کی طرف میں نے توجہ بھی نہ کی تھی پس مجھے اس پر پریشانی لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی تھی پس اٹھایا بیت المقدس کو میرے لیے اللہ تعالیٰ نے میں دیکھتا تھا اُسی کو۔

اور جس روایت میں امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں وہ یہ ہے۔

کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن ایاتہ و انا انظر الیہ

جب قریش نے مجھے جھٹلایا میں کھڑا ہوا مقام حجر میں پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے ظاہر فرمایا میں نے اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اور عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں یوں ہے

فجی بالمسجد حتیٰ وضع عند دار عقیل و انا انظر الیہ

پس لائی گئی مسجد یہاں تک کہ رکھا اس کو حضرت عقیل کے مکان کے پاس اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

فائدہ:۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو پریشانی لاحق ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے مسجد کو آپ کے سامنے ظاہر فرما دیا نکتہ یہ کہ مسجد اٹھا کر کیوں لائی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آپ کی نظر ظاہر سے حجاب دور فرما دیتا چونکہ

نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور فضائل کے جامع ہیں اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے علی الاطلاق افضل بھی ہیں جب ضرورت کے وقت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے آن واحد میں بلقیس کا تخت لایا گیا تو سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے بیت المقدس لا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ فضل بھی ثابت کر دیا جو کہ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو حاصل تھا بلکہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم کو اپنے مقام سے بلقیس کے تخت کا ملاحظہ فرمائیں اور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے یہ بات ثابت نہ ہو۔

جواب نمبر ا: گکھڑوی تحریف کا بادشاہ ہے اسی لیے غیر مقلدین نے اسے انیس المحرفین کی خواب کا خطاب غنایت فرمایا ہے اور یہ ہے بھی بات حق۔ یہاں تک کہ بخاری شریف جیسی معتبر اور مستند کتاب اور آپ کے ساتھ متعدد کتب کے حوالے دیکر تحریف سے نہیں چوکتا۔ چنانچہ فقیر نے متعدد موضوع پر صرف اس کی اسی کتاب آنکھوں کی ٹھنڈک سے اس کے پول کھولے ہیں منجملہ ان تحریفات کے ایک حوالہ مذکورہ بھی جس میں اس نے مسطورہ بالا عبارت میں حضور علیہ السلام کے متعلق لکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا یہ الفاظ بخاری شریف تو بڑی مشہور کتاب ہے کسی غیر معروف اور موضوع احادیث کے مجموعہ میں بھی نہیں ملتے بلکہ بخاری شریف میں یوں ہے۔ لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ و انا انظر الیہ۔ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے

نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ الخ۔ اسی طرح چلتے چلتے دوسری تحریف حدیث میں یہ کر دی کہ بیت المقدس کو تھوڑے سے وقت کے لیے میرے سامنے حاضر کر دیا الخ (تھوڑے سے وقت کے لیے) الفاظ گھڑ دی کی اپنی پیچ ہے ورنہ احادیث مقدسہ کے مجموعہ کتب میں اس کا نشان کہیں ملتا بلکہ سوائے گھڑ دی اور وہابی دیوبندی پارٹی کے اس طرح کا مفہوم عالم دنیا کے علماء محدثین اور مفسرین ومتکلمین اور فقہا میں کسی نے نہیں لکھا نیز غمگین ہونے سے علم یا حاضر و ناظر کی کے متعلق نفی نہیں ہوتی کیونکہ کسی کا غمگین ہونا اس کے علم اور حضور (حاضر ہونے کے منافی نہیں۔ بسا اوقات کسی کے شے سامنے بھی ہوتی ہے اس کا اسے علم بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی غمگین ہوتا ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب شرح حدیث میں دیکھئے۔

نکتہ :۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غمگین ہونا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ ابوجہل وکفار مکہ کے لایعنی سوال سے تھا جبکہ آپ اتنا بلندی تک پہونچے جہاں کوئی نبی ورسول اور فرشتہ نہ پہنچ سکا آپ کو خوشی تھی کہ یہ لوگ میرے اس عروج سے خوش ہوں گے ورنہ کم از کم نبوت کے کمال کو تو تسلیم کریں گے لیکن اس کے بجائے وہ پوچھنے لگے بیت المقدس کے حالات۔ آپ مغموم ہوئے کہ جاہلوں سے واسطہ پڑا ہے اب تو جبریل علیہ السلام جیسا فرشتہ ہوتا۔ میرے سے پوچھتا کہ عرش کے کنگرے کتنے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سوال :۔ بخاری جلد دوم ص ۷۴۲ اور مسلم جلد اول ص ۴۶۱ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت

جحش سے نکاح کیا تو چند صحابہ اکرام ؓ کو دعوت ولیمہ پر مدعو کیا۔ وہ کھانا کھا چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کے لیے بیٹھ گئے آپ کو اتنی طویل مجلس اور باتوں سے اذیت پہنچی آپ نے زبان مبارک سے تو یہ نہ فرمایا کہ تم چلے جاؤ البتہ ایک لطیف حیلہ یہ تجویز فرمایا کہ خود اٹھ کر باہر چلے گئے۔ تاکہ میرے ساتھ یہ بھی چلے جائیں آپ باہر چکر لگا کر لوٹ آئے۔ ثم ظن انھم خرجوا فرجع .... فاذا ھم جلوس اس خیال سے کہ صحابہ اٹھ کر چلے گئے ہوں گے لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ باقاعدہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ پھر چلے گئے اور حضرت انس ؓ کو پھر بھیجا کہ جا کر دیکھو ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں یا چلے گئے ہیں۔ کافی دیر کے بعد جب حضرت انس ؓ نے آپ کو اطلاع دی کہ وہ چلے گئے ہیں تو آپ اپنے حجرہ میں حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے (آنکھوں کی ٹھنڈک تبرید النواظر ص۱۵)

مخالفین اس پر یاں طور اعتراض گھڑتے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ صحابہ ابھی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یہ خیال کیوں کیا کہ شاید چلے گئے ہوں پھر حضرت انس ؓ کو تحقیق حال کے لیے آپ نے کیوں بھیجا۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی تبرید النواظر ص۵۲)

تمہید جوابات

جوابات سے پہلے فقیر کا قاعدہ نہ بھولیے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ اسوہ حسنہ کی تعلیم کی بنا پر قانون ساز زندگی تھی یہاں بھی وہی مقصد تھا لیکن گھڑی کے دھوکہ کو عیاں کرنے کے لیے فقیر اس موضوع کی انہی

روایات کو اصل الفاظ کے ساتھ نقل کرتا ہے وہ روایات ہیں۔

حدیث نمبر ۱:۔

عن انس ابن مالک قال لما تزوج رسول اللہ علیہ وسلم زینب ابنۃ جحش دعا القوم فطعموا ثم جلسوا یتحدثون واذا هو کانہ یتھیا للقیام فلم یقوموا فلما رأی ذالک قام فلما قام قام من قام وقعد ثلثۃ نفر فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیدخل فاذا القوم جلوس ثم انھم قاموا فانطلقت فجئت فاخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم قد انطلقوا۔

(البخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۰۶)

نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام سے چند صحابہ کو ولیمہ کی دعوت دی وہ کھا کر بات چیت کے لیے بیٹھ گئے نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اٹھنے کا قصد فرمایا لیکن صحابہ نہ اٹھے یہ دیکھ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام خود اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ کے اٹھنے پر کچھ صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے رہے پھر حضور اندر آنے کے لیے لوٹے لیکن لوگ بیٹھے تھے۔ (واپس ہو گئے) اس کے بعد وہ اٹھ گئے۔ انس رض فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر ان کے چلے جانے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دے دی۔

حدیث نمبر ۲:۔

صنع طعاما ودعا القوم فقعدوا یتحدثون فجعل

دعوت ولیمہ پر لوگوں کو بلایا۔ کھانے کے بعد وہ بات

النبی صلی اللہ علیہ و سلم یخرج ثم یرجع وھم قعود یتحدثون (بخاری شریف جلد ۲ ص۷۰۶)

چیت کرنے بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہوئے ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے باہر جانا اور واپس آنا شروع کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۔

بقی ثلاثہ رھط یتحدثون فی البیت فخرج صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ ثم رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ثلاثۃ رھط فی البیت یتحدثون وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شدید الحیاء فخرج منطلقاً نحو حجرۃ عائشۃ فما ادری اخبرتہ او خبر ان القوم خرجوا فرجع۔ (بخاری شریف جلد نمبر ۲ ص۷۰۶)

لوگ گھر میں بات چیت کرنے لگے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام۔۔ پھر واپس آئے تو لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام چونکہ شدید الحیاء تھے (اس لئے صراحتاً چلے جانے کا حکم نہ فرمایا) پس آپ خود پھر سیدہ عائشہ کے حجرے کی جانب تشریف لے گئے (انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے) میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں کے چلے جانے کی خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو میں نے دی یا کسی اور نے۔

حدیث نمبر ۴:۔

فاشبع الناس خبزاً و

حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

لحما ثم خرج الی حجر
امہات المومنین۔۔۔
فلما رجع الی بیتہ رأی
رجلین جری بہما الحدیث
فلما راھما رجع عن
بیتہ وثبا مسرعین فما
ادری انا اخبرتہ بخروجہما ام اخبر فرجع
(بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۰۷)

لوگوں کو خوب روٹی اور گوشت
کھلایا پھر آپ امہات المومنین
کے حجروں کی طرف نکل گئے جب
واپس آئے تو دو شخصوں کو گفتگو
کرتے دیکھ کر واپس ہو گئے جب
ان دونوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو لوٹتے دیکھا تو خود بھی
جلدی سے اٹھ گئے۔ میں نہیں
جانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
ان کے جانے کی خبر کس نے دی میں یا کسی اور نے) پس آپ
واپس آ گئے۔

حدیث نمبر ۵:۔ قصہ قوم
حتی قام رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فمشی
فمشیت معہ حتی بلغ
باب حجرۃ عائشۃ ثم
ظن انہم قد خرجوا
فرجع ورجعت معہ
فاذا ھم جلوس مکانھم
فرجع فرجعت الثانیۃ
حتی بلغ حجرۃ عائشۃ

کھانے کے بعد لوگ نہ اٹھے
یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم خود اٹھ کھڑے ہوئے
پس آپ چلے ان کے ساتھ میں
یہاں تک کہ آپ سیدہ عائشہ
رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے
پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
گمان کیا کہ لوگ چلے گئے ہوں گے
آپ واپس لوٹ آئے میں ساتھ
لوٹ آیا۔ لوگ ابھی بیٹھے ہی

فرجع فرجعت فاذا	تھے حضور پھر واپس ہو گئے میں
هم قد قاموا فضرب	دوسری دفعہ واپس ہو گیا یہاں
بيني وبينه الستر وانزل	تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
ايت الحجاب (مسلم شریف	سیدہ عائشہ رضی کے حجرے تک گئے
ج ۱ ص ۴۶۱)	پھر واپس آ گئے میں بھی واپس آ

گیا تو لوگ جا چکے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندر داخل ہو کر پردہ ڈال لیا۔

فائدہ :۔ گکھڑوی نے خیانتیں کی ہیں مثلاً

۱۔ گکھڑوی نے مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ ثم ظن انہم قد خرجوا سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر جو استدلال کیا ہے یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ گکھڑوی کی خیانت پر جتنی ملامتیں کی جائیں کم ہیں کیونکہ جن الفاظ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر استدلال کیا ہے ان ہی الفاظ سے گکھڑوی کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظن ایک باطنی امر ہے اگر مخالف کہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا علم غیب ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اندازے سے یہ بات کہی ہے تو ہم کہیں گے کہ پھر آپ کا ان الفاظ کو جو اندازے سے کہے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدم علم پر استدلال جہالت ہے۔

انتباہ اس پارٹی دیوبندی و دیگر بدمذہب کے استدلال کا یہی حال ہے کہ اپنے غلط خیال اور بدگمانی کو امام بنا کر امام

الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بہتان تراشیاں کریں گے۔

۲۔ خیانت بلکہ بہتان گھکڑوی کا ایک اور بہتان ملاحظہ ہو سوال میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لیئے بھیجا۔ یہ سراسر کذب ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ صحابہ کے چلیے جانے کی اطلاع میں نے دی یا کسی اور ذریعہ سے اطلاع دئے گئے

انتباہ ناظرین نے دیکھا گکھڑوی کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انس رضی اللہ عنہ تحقیق حال کے لیے بھیجا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بھیجا

تحقیقی جواب یہ سوال حل نہ ہوگا جب تک اصل واقعہ شان نزول پر آیت کا ملہ سامنے نہ ہو یہ آیت

سورہ احزاب پارہ نمبر ۲۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا	اے ایمان والو نبی کے گھروں میں
بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ	نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔
لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ	مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ
اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ	نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ
فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ	تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر
فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ	ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ
لِحَدِیْثٍؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ	نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔

يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْي مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْي مِنَ الْحَقِّ ۔
بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی ہے۔ تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔ (کنز الایمان)

شان نزول جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہو گئے تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تبصرہ اویسی غفرلہ آیت اور شان نزول میں نہ حضور علیہ السلام کے علم کی نفی کی بحث ہے اور نہ حاضر و ناظر سے اسے تعلق۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تو صحابہ کرام کو پھر جملہ امت کو ادب سکھایا ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر نہ جایا کرو جب تک آپ اجازت نہ دیں وغیرہ اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذکورہ بالا طریقہ اختیار کر کے مندرجہ ذیل معاش

کے طریقے سمجھائے۔

۱۔ بلا اجازت کسی کے گھر نہ جانا۔

۲۔ طعام کا خواہاں نہ ہونا جب تک دعوت نہ ہو۔

۳۔ دعوت سے فراغت کے بعد نہ بیٹھنا۔

۴۔ اہل خانہ کو تنگ نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ میزبان کو تعلیم دی کہ مہمان کا دل نہ دکھانا۔

۶۔ اس کی زیادتیوں کو برداشت کرنا۔

۷۔ مہمان کے سامنے حیاء و شرم وغیرہ وغیرہ۔

سوال :۔ بخاری جلد دوم ص ۵۶۸ اور طیالسی ص ۳۳۹ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ میں حضرت عاصم بن ثابت کی سرکردگی میں ۹ صحابی (جنہیں حضرت خبیب انصاری بھی تھے) بطور جاسوسی مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے جب یہ حضرات مقام ہدہ (جو مکہ اور عسفان کے درمیان تھا) پہنچے تو قبیلہ بنو لحیان نے ان کو گرفتار کر کے آٹھ صحابہ کو تو اس جگہ شہید کر دیا جن میں حضرت عاصم بن ثابت سالار قافلہ تھے اور دو کو گرفتار کر کے مکہ مکرمہ لے گئے کچھ دنوں کے بعد ان کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ عاصم نے شہادت کے وقت یہ پر درد الفاظ کہے اللھم اخبر عنا نبیك۔ اے اللہ میرے حالات سے اپنے نبی کریم (علیہ الصلوۃ والسلام) کو مطلع کر دے اللہ تعالے نے ان کی دعا کو قبول فرمایا۔ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب

ہوتے تو صحابہ کرام کو جاسوسی کے لیے کیوں بھیجتے خود ہی مدینہ منورہ میں دشمن کے حالات بیان فرما دیتے اور پھر یہ دس صحابی کس بے دردی اور بے جگری سے تہ تیغ کئے گئے۔ آپ نے دیدہ دانستہ ان کو قتل کرا دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عاصم وغیرہ کا یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالٰی کے مطلع کرنے سے ہی آپ کو اطلاع ہو سکتی اسی لیے تو انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہماری سرگذشت سے اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع اور خبردار کر دے،
(آنکھوں کی ٹھنڈک ص۷۲)

جوابات:۔ پہلے فقیر کی بات نہ بھولنا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارک امت کے لیے اسوہ حسنہ تھی آپ اپنے ہر قول و فعل سے سربراہان مملکت سے لیکر عام غریب مزدور تک زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھا گئے۔

نیز مخالفین کی بے ڈھنگی عادت کو بھی نہ بھولنا کہ وہ اپنے گمان و قیاس سے اعتراضات جوڑلیں گے حالانکہ دلائل کے لیے تصریحات ضروری ہیں لیکن ان کے ہاں تصریحات کہاں ان کے پاس اٹکل پچو کے سوا ہے کیا۔ اب جوابات پڑھیئے۔

تحقیقی جوابات

جواب نمبر۱: صحابہ کو جاسوسی کے لیے بھیجنا تعلیم امت کے لئے تھا اگر آپ تمام نظام سلطنت کو اپنی معلومات کے اعتبار سے ہی انجام دیتے تو بعد میں آنے والے سو رباطن کیا کرتے۔ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ،
(پ ۲۸ الممتحنۃ ع ۱ ایت ۶)

تمہارے واسطے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں ہر قسم کے نظام کا بہتر نمونہ ہے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو نظام جنگ کا یہ دستور کیسے ثابت ہوتا۔

جواب نمبر ۲ :- انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتے ہیں - اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں اسی ہی کے احکام جاری فرماتے ہیں اگر اپنی طرف سے بھی کوئی حکم صادر فرمائیں وہ من جانب اللہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اس حکم کو تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے ورنہ تو اسی وقت اللہ تعالےٰ اپنے نبی کو حکم صادر فرمانے سے روک دیتا ہے۔

جواب الزامی نمبر ۱ :- اگر جاسوس بھیجنا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر اور مطلع علی الغیب کے منافی ہے تو اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو شہید کئے گئے اس کا کیا جواب ہوگا کیا اللہ تعالےٰ حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں ہے اگر ہے تو پھر اللہ تعالےٰ نے دانستہ اپنے انبیاء کیوں شہید کرائے (اس کی تفصیل فقیر کی کتاب غایۃ المامول میں دیکھیئے۔

الزامی جواب نمبر ۲ :- اگر آپ کا جاسوس بھیجنا عدم علم کی بنا پر تھا تو اللہ تعالےٰ نے کیوں نہ روک دیا اور کیوں نہ فرمایا کہ وہاں کے حالات کی اطلاع میں آپ کو دے دیتا ہوں جاسوس نہ بھیجئے۔ اللہ تعالےٰ نے دانستہ اپنی مخلوق کو تہ تیغ کیوں ہونے دیا۔ حالانکہ حضرت عاصم رض

بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی لاش مبارک کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ایام اسیری میں کھانے کے لیے اللہ تعالیٰ انگور بھیجتا رہا۔ لیکن انکو کفار کے پنجے سے نجات دلانے پر قادر نہ تھا؟ ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فعل عین قضاء وقدر تھا جس پہ آپ کو اطلاع تھی۔

تحقیقی جواب از دعائے صحابی

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دعا کرنا اور نبی علیہ السلام کی اطلاع نبی عشق ومحبت کا اظہار ہے کہ موت کے منہ میں ہیں تب بھی آپ کی یاد میں ہیں۔ اسی لیے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دعا کرنا کہ اے اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال سے باخبر کردے سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے منافی نہیں کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا اللھم علم عنا نبیک کہ ہمارے اللہ اپنے نبی علیہ السلام کو ہمارے حال کا علم عطا فرما۔ تو دعا کے الفاظ میں احتمال ہے کہ اے اللہ! اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کی طرف متوجہ فرمادے۔ کسی کو متوجہ کرنا اس کی لاعلمی وحاضر وناظر کی نفی نہیں کرتا ہم اللہ تعالیٰ سے روزانہ دعائیں کرتے ہیں تو کیا خدا تعالیٰ بھی لاعلم ہے کیا حاضر وموجود نہیں (معاذ اللہ)

جواب نمبر ۲ :۔ ایک چیز کے ثابت ہوتے ہوئے اس کے لیے دعا کرنا منع نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب عالی قدر اور عظیم الجاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿پ ۲۲ یٰسین﴾

اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما۔ حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ میں صراط مستقیم پر ہوں اور ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم بھی رہوں گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی دعا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع الغیب ہونے کے منافی نہیں۔

جواب :۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالے کی باتوں میں ہزاروں اسرار ہوتے ہیں یہاں بھی کچھ یہی بات تھی کہ اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاہتے تھے کہ عاصم کی کرامت ظاہر ہو چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ حدیث میں ہے۔

فاستجاب اللّٰہ لعاصم بن ثابت یوم اصیب فاخبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصحابہ خبرھم (بخاری شریف جلد اول ص ۴۲۹)

یعنی عاصمؓ بن ثابت نے مصیبت کے روز دعا کی اس کو اللہ تعالے نے قبول فرمایا پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو ان کے حال کی خبر دی۔

فائدہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سارا واقعہ راوی حضرت ابوہریرہؓ کو کیسے معلوم ہو گیا نہ تو ابوہریرہؓ ان صحابہؓ میں شریک تھے نہ ہی ان مصیبت زدہ صحابہؓ میں سے کسی نے آ کر سنایا۔ لامحالہ آپ نے یہ سارا واقعہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام سے ہی سنا ہے۔

فائدہ غور فرمائیں کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دعا سے ماقبل کے واقعات اور دعا سے مابعد کے واقعات سب کچھ حضور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام ہی بیان فرماتے ہیں۔ اگر عاصم رضی

اللہ عنہ کی دعا کے بعد ہی آپ کو خبر دی جاتی تو فاستجاب اللہ لعاصم بن ثابت کے فتوے کے بعد ضرور اللہ تعالیٰ کے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دینے کا ذکر ہوتا۔ بلکہ ابوہریرہؓ تو فرماتے ہیں۔ فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ خبرھم کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کی خبر دے دی اور یہ خبر دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کے حال سے بے خبر نہیں ہوں بلکہ باخبر ہوں۔

سوال:۔ بخاری جلد دوم ص۵۸۶ وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ ۴ھ میں مشرکین کا ایک وفد (ایک سازش کے تحت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ہمیں کچھ آدمی امداد کے لیے مرحمت فرمائیں۔ آپ نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو منتخب کر کے ان کے ساتھ روانہ کر دیا جب یہ لوگ بئر معونہ پہنچے تو ان کافروں نے ایک لنگڑے صحابی کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام نے اپنی زندگی لمحہ میں درد بھری کہانی اللہ تعالیٰ کے حوالہ کی۔ اے اللہ اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے اللہ تعالیٰ کی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایک حکم نازل ہوا جس کو صحابہ کرام پڑھتے بھی رہے تھے آپ نے ایک مہینہ مائل کافر قوم کو کیسے صبح کی نماز میں رکوع کے بعد دعا بھی کی اور اس حادثہ کی وجہ سے آپ بڑے مغموم اور پریشان رہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر

اور عالم الغیب ہوتے تو آپ نے ان مشرکوں کو سازش کا مشورہ کرتے دیکھا اور سنا ہوتا اور ان کے ناپاک ارادہ سے مطلع ہوتے ہوئے پھر آپ نے کیوں اپنے مخلص صحابہ کو ان وحشی درندوں کے سپرد کر دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحابہ کرام کا اعتقاد بھی یہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں ص ۴۲ جلد اول ۔۔۔۔ اور آپ نے دیدہ دانستہ ستر آدمیوں کو موت کے منہ میں بھیجا اور پھر خود ایک مہینہ تک ان کی موت کا افسوس کرتے رہے۔ ایسا کیوں ہوا ص ۴۴۔ صحیح مسلم جلد اول ص ۶۹ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ کسی جنگ کے موقعہ پر ایک میدان میں ایک کافر سپاہی نے بہت سے صحابہ کو شہید کر دیا تھا حضرت اسامہ اس کی طرف بڑھے تاکہ اس کافر کو قتل کریں مگر اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن اسامہ کو یہ بدگمانی رہی کہ اس نے جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھا ہے آپ نے فرمایا۔ اسے اسامہ۔ تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ اے اسامہ جب قیامت کا دن ہوگا تو تم کلمہ کا کیا جواب دو گے۔ ملاحظہ تو کیجئے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کلمہ گو کے لیے جس نے صرف زبان سے کلمہ طیبہ ہی پڑھا ہے تو ایسے پریشان اور مغموم ہوں لیکن بقول فریق مخالف خود حاضر و ناظر ہوتے ہوئے ستر صحابہ کو عمداً (العیاذ باللہ) قتل کروا دیا اور پھر خود ایک مہینہ تک ان کافروں کے لیے بد دعا بھی کرتے رہے یہ ہے مخالفین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت۔ افسوس اور حیرت ہے اس عقیدت پر (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۴۳)

جوابات سے پہلے یاد رہے کہ گکھڑوی کے اعتراضات وہی ہیں جو جاسوسی والی روایت مذکورہ میں اعتراضات کئے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس روایت میں کذب بیانی سے بھی کام لیا۔ اس کے تفصیلی جوابات تو فقیر نے اپنی کتاب " غایۃ المامول فی علم الرسول" میں لکھے ہیں یہاں بھی جوابات لیکن مختصراً عرض کرتا ہوں۔

الزامی جواب

یہی اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کے ہاں انبیاء علیہم السلام سینکڑوں کی تعداد میں بھیجے جنہیں بنی اسرائیل نے بے دردی سے شہید کر ڈالے جنکا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار ذکر فرمایا ہے

ویقتلون النبیین بغیر حق"

تحقیقی جوابات

(۲) روایات کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعہ سے پہلے علم تھا کہ یوں ہی ہوگا چنانچہ ابو براء نے جب صحابہ کو لے جانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ انی اخشی علیھم۔ اہل نجد میں نجدیوں سے صحابہ پر خوف کرتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کریں گے یہ خوف حقیقت کے علم کی وجہ سے تھا۔

(۳) ایک روایت میں ہے کہ جب عمرو بن امیہ نے آپ کو صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ھذا عمل ابی براء وقد کنت لھذا کارھا متخوفا

یعنی تحقیق میں اسی حادثہ کے پیش آنے کی وجہ سے اول امر میں خوف رکھتا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجنا مجھے پسند نہ تھا۔

(تفسیر خازن شریف بہامشہ تفسیر معالم التنزیل میں جلد ا صفحہ ۲۷۴ صفحہ ۲۵۷)

فائدہ ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے علم تھا کیونکہ لفظ قد ہمیشہ تحقیق کے لیے ہی آیا کرتا ہے اور آنحضرت کا صحابہ کو بھیجنا قضا الٰہی کے پیش نظر تھا

گکھڑوی کے بہتان کا انکشاف گکھڑوی نے لکھا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شہداء بیر معونہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے یہ کسی بھی روایت میں موجود نہیں البتہ بخاری شریف جلد ثانی صفحہ ۵۸۷ پر یہ الفاظ ہیں کہ شہداء نے کہا۔

ربنا اخبر ناعنا اخواننا

کہ اے اللہ ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو خبر پہنچا دے اس کے بعد یہ الفاظ ہیں فاخبرھم عنھم پس صحابہ کو خبر دی اُن کے حال کی۔ مزید جوابات اور تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف "غایۃ المامول فی علم الرسول" میں پڑھیے۔

سوال نمبر ۶ : بخاری جلد دوم صفحہ ۶۱۰ وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا ایک یہودی عورت نے بکری کا گوشت میں زہر ڈال کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور تحفہ بھیجا۔ آپ نے بھی چند لقمے کھائے اور آپ کے بعض صحابہ نے وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشیر بن براء بن معرور کی اسی جگہ شہادت بھی ہو گئی بلکہ ابو

داؤد اور دارمی کی روایت میں ہے دتوفی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الشاہ (المشکوۃ ص۵۴۲ ج۲) کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام جنہوں نے بکری کھائی وفات پا گئے اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام ابوداؤد ص۲۲۶ ج۲ اور سنن دارمی ص۱ وغیرہ میں مذکور ہے کہ چند لقمے کھا چکنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ بوٹیاں مجھے یہ بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے تو یہودی عورت کو زہر ڈالتے دیکھا ہوتا خود بھی نہ کھاتے اور صحابہ کرام کو بھی منع فرما دیتے کیا دیدہ دانستہ آپ نے صحابہ کرام کو زہر کھلا کر مروا دیا (بنیادی توحید آنکھوں کی ٹھنڈک ص۷۵)

جواب:۔ فقیر کی بات ذہن سے نہ اتاریئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر کارگزاری میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں یہودیہ کی زہر خورانی میں بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بے خبری کے اظہار پھر ان کے پردہ چاک کرنے میں بھی متعدد حکمتیں تھیں منجملہ ان کے یہودیوں کو اپنی نبوت پر مہر ثبت مطلوب تھی جیسا کہ انہوں نے زہر کھلانے کی اصلی غرض و غایۃ بتائی جس روایت کو مخالف بیان نہیں کرتے فقیر ان روایات کو آگے چل کر عرض کرتا ہے۔
آپ نے زہر کھا کر دکھلائی پھر بھی زندہ رہے یہودیوں کو یقین ہوا کہ واقعی یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اظہار معجزہ

یہودیوں کو نہ صرف ان کی کتاب کے مطابق اپنی نبوت کی تصدیق کرائی بلکہ آپ نے اسی ضمن میں ایک ایسا معجزہ دکھا دیا جو اپنی نوعیت کا عجوبہ روز گار تھا وہ ہے بھنی ہوئی بوٹی کا بولنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق۔

روایات زہر اور خیانات گکھڑوی

فقیر زہر والی ان روایات کی اصل عبارات نقل کر دیتا ہے اس کے بعد گکھڑوی کی خیانتیں خود بخود بھی ظاہر ہو جائیں گی اور فقیر بھی ان کی نشاندہی کر دے گا۔ اس سے یقین کریں کہ دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عداوت و بغض میں کیا کیا حیلے کرتے ہیں۔

نوٹ مخالفین اسلام (وہابی، شیعہ، مرزائی، دیوبندی) وغیرہ وغیرہ کا طریقہ ہے کہ اپنا مطلب بیان کر کے اہلسنت کی کتابوں کے حوالہ جات سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں عوام اہل اسلام اور خواص عبارات پڑھنے لکھنے کا مطالبہ کریں نمونہ ملاحظہ ہو۔

گکھڑوی کی خیانتیں

۱۔ بخاری شریف کی یہ روایت بالتفصیل ہے ہی نہیں۔ بخاری شریف میں صرف اتنا ہے۔

عن ابی ھریرۃ لما فتحت	جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ
خیبر اھدیت لرسول	صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ایک بکری بھیجی گئی اس میں زہر تھا

بشاة فيما سمٌّ بخاری شریف ص۶۱ ج۲۔

خیانت نمبر۲ گکھڑوی نے لکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چند لقمے کھائے یہ بھی کسی روایت میں موجود نہیں روایت کا عنقریب ہی ذکر ہوگا۔

خیانت نمبر۳ لکھا کہ ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ توفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ۔

خیانت نمبر۴ لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھا چکنے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے۔

دارمی شریف کی یہ روایت ہے۔

ان یہودیہ من اھل خیبر سمّت شاۃ مصلیۃ ثم اھدتھا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھا الذراع فاکل منھا وکل الرھط من اصحابہ معہ ثم قال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارفعوا ایدیکم وارسل النبی صلی	اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجی آپ نے اس کی دستی اٹھا کر اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور آپ کے کچھ صحابہ نے بھی کھایا پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو۔ اس کے بعد یہودیہ کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے اس میں زہر ملایا ہے اس

اللّٰہ علیہ وسلم الی
الیھودیۃ فدعاھا
فقال اسممت ھذہ الشاۃ
فقالت نعم ومن اخبرك
فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ و
سلم اخبرتنی ھذہ فی یدی
الذراع فقالت نعم قال
فما ذا اردت الی ذالك
قالت قلت ان کان نبیا کم
لیضرہ وان لم یکن نبیا
استرحنا منہ فعفا عنہا
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم ولم یعاقبھا وتوفی
بعض اصحابہ الذین اکلوا
من الشاۃ ۔

نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی
ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس دستی نے جو میرے
ہاتھ میں ہے یہودیہ نے اقرار
کر لیا پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا
کیوں کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے
خیال کیا کہ اگر آپ نبی ہوں گے
تو زہر آپ کو کچھ نہ کہے گا ورنہ
آپ سے ہماری جان چھوٹے گی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے
کچھ نہ کہا اور آپ کے صحابہ میں
سے جنہوں نے گوشت کھایا تھا۔
بعض نے وفات پائی ۔
(دارمی شریف صد ۱۹ ۱)

ابو داود شریف کی روایت ہے۔

فاخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم الذراع فاکل
منہا واکل رھط من اصحابہ
معہ ثم قال لھم رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اس سے لے کر کھایا اور چند ایک
صحابہ نے بھی کھایا پھر آپ نے فرمایا
ہاتھ کھینچ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے یہودیہ کو بلا کر پوچھا

ارفعوا ایدیکم وارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیھودیۃ فدعاھا فقال لھا اسممت ھذہ الشاۃ قالت الیھودیۃ من اخبرک قال اخبرتنی ھذہ فی یدی الذراع قالت نعم قال فما اردت الی ذالک قالت ان کان نبیا فلن یضرہ وان لم یکن نبیا استرحنا منہ فعفا عنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یعاقبھا وتوفی بعض اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ۔

کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے عرض کی آپ کو کس نے خبر دی آپ نے فرمایا مجھے اسی نے خبر دی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے یعنی گوشت نے۔ عرض کی ہاں میں نے عمداً کیا ہے اس لیے میں نے خیال کیا تھا کہ آپ نبی ہیں تو آپ کو زہر ضرر نہ دے گا۔ اگر آپ نبی نہیں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ اسے کوئی سزا نہ دی۔ جنہوں نے گوشت کھایا ان میں آپ کے بعض صحابی فوت ہو گئے۔ (ابوداود جلد ۲ مطبوعہ مصر ص ۲۸۲)

فائدہ اب دارمی شریف اور ابوداود شریف کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرماویں اور گکھڑوی کی من گھڑت کہانی بھی پڑھ لیں اور صاحب مشکوٰۃ سے روایت نقل کرنے میں بعض کا لفظ سہواً چھوٹ گیا ہے اور بعض محدثین سے ایسے ہو جاتا ہے۔

کوڑے مارو اگر آج شرعی سزاؤں کا نفاذ ہو تو گکھڑوی کو ان خیانتوں پر زہر ملے کوڑے مارے جاتے

یقین ماننے کہ ابوداؤد شریف کی ایک دوسری روایت نے تو یہ بھی وضاحت کردی کہ وہ بعض متوفی کون تھے ملاحظہ ہو۔ حدیث میں ہے

فاھدت لہ یھودیۃ	خیبر میں یہودی عورت نے
بخیبر شاۃ سمتھا فاکل	زہر ڈال کر بھنی ہوئی بکری آپ
رسول اللہ صلی اللہ	کی خدمت میں بھیجی پس رسول اللہ
علیہ وسلم منھا واکل	صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے
القوم فقال ارفعوا ایدیکم	اُس میں سے کچھ کھایا پھر آنحضرت
فانھا اخبرتنی انھا مسمومۃ	علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے
فمات بشر بن البراء ابن	ہاتھ کھینچ لو۔ اس گوشت نے مجھے خبر
معرور الانصاری۔	دی ہے کہ اس میں زہر ہے پس
(ابوداؤد مصری جلد ۲ صفحہ ۲۸۲)	بشر بن البراء ابن معرور الانصاری
	وفات پا گئے۔

فائدہ شارحین مشکوٰۃ نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے کہ وفات پانے والے اکیلے بشر بن البراء ابن معرور الانصاری ہی تھے۔ یہ واقعہ دراصل نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے نبی ہونے کا امتحان تھا جیسا یہودیہ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

نتیجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امتحان کے ہر پہلو کو خوب حل فرمایا۔ اپنے ساتھ صحابہ کرام کو اس لیے شریک فرمایا کہ نبی اور غیر نبی میں فرق ظاہر ہو۔ اگر صحابہ کرام کو شریک نہ کرتے تو ایک احتمال باقی رہتا تھا کہ شاید زہر مقدار ہلاکت سے کم ملائی گئی تھی یا زہر ویسے ہی بے اثر تھی۔ صحابی کے وفات پا جانے سے یہ بات

واضح ہوگئی کہ زہر مقدار اور اثر کے اعتبار سے پوری تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو غیر نبی شریک تھے اُن میں سے ایک کی موت بھی واقع ہوگئی۔ دوسرے گوشت کا آپ کے ساتھ کلام کرنا آپ کے حق میں معجزہ ثابت ہوا۔

گکھڑوی کی علمی بددیانتی

گکھڑوی نے کہا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں کہ ہم زہر آلودہ ہیں ثابت ہوا کہ گوشت کھائے جانے کے بعد آپ کو اطلاع دی۔

جواب:۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کھا لینے کے بعد خبر دینا کہ ہم زہر آلودہ ہیں چہ معنی دارد۔ کام تو ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے جس کے حکم سے گوشت کو گویائی عطا ہوئی۔ اس کا یہ فعل کونسی حکمت پر مبنی تھا۔ بتایئے خطرے کی گھنٹی خطرہ سے قبل بجائی جاتی ہے۔ یا بعد۔ کیا ایام جنگ میں ان کو یہ تجربہ بھی نہیں ہوا

علمی خیانت

فانھا اخبرتنی جو کہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ یوں کر دیا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں۔ (بتایئے) خبرت اور تخبر میں کوئی فرق نہیں یہ ہیرا پھیری اسی لئے ہے کہ کہیں نبی علیہ السلام کا نقص وعیب ثابت ہو جائے ورنہ ماضی کو مضارع میں بدلنے کے علاوہ چن چن کر ایسی روایات لانا جنہیں عیب ونقص ثابت کیا جا سکے اگرچہ آپ ہر عیب ونقص سے پاک ہوئے

سوال:۔ بخاری جلد دوم صـ۱۰۶۲ اور مسلم جلد دوم صـ۲۴۷ وغیرہ میں حدیث

آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی آدمی اپنی چرب زبان سے اپنے جھوٹے دعوی اور مقدمہ کو سچ کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اس کو یوں سمجھیے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لے لیا لہٰذا میرے ساتھ سچی بات کہنا قارئین کرام اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر نہ ہوتے حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ یوں فرماتے میں تم سے خوبی واقف ہوں۔ اس لیے میں سچے اور جھوٹے کو خوب پہچانتا ہوں۔ لہٰذا میرے سامنے غلط بیانی اور جھوٹ نہیں چل سکتا مسلم وغیرہ میں ایک حدیث آتی ہے کہ دو آدمی ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھگڑا لے کر آئے۔ جھگڑا ایک چار پائے کے بارے میں تھا ایک کا دعوی یہ تھا کہ یہ میرا ہے دوسرا اس کا مدعی تھا کہ یہ میرا ہے آپ نے وہ دونوں کو دلوا دیا کیونکہ عدم شہادت کی وجہ سے کسی ایک پر ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی۔ اگر آپ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ نے صاحب حق کی حق تلفی کرتے ہوئے۔ کیونکہ مالک تو دراصل صرف ایک ہی ہوگا۔ غیر مالک کو نصف کیوں دلوا دیا۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۸۵)

تمہید جوابات اس حدیث پاک کو سمجھنے کے لیے چند قواعد ذہن نشین کر لیجیے۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے بات کو سمجھنے میں غلطی نہیں ہوتی۔ کوئی بھی ایسی ذہنیت رکھتا ہو تو وہ بے ادب اور گستاخ ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کرتے ہیں تاکہ امت کو اجتہاد پہ عمل کرنے کا ثواب ہو بالخصوص ہمارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً اجتہاد فرمایا کیونکہ تاقیامت آپ کی اُمت اس پہ عمل پیرا ہو۔

۳۔ ان کا اجتہاد اگر خلاف واقعہ ہو تو اجرائے احکام کی حیثیت سے ہوتا ہے تاکہ کوئی مجتہد اگر خلاف واقعہ اجتہاد کرے تو اس کے عملنامہ میں گناہ کے بجائے ثواب لکھا جائے جیسے اب اصول فقہ کے قواعد اسی پر مبنی ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کا اجتہاد خلاف واقعہ پہ دائمی نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسے قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ تاکہ انبیاء علیہم پہ غلط کار لوگ حملہ آور نہ ہوں۔

جواب حسب سابق گکھڑوی نے حدیث شریف کے بیان میں جھوٹ کیا ہے، حدیث پاک کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فقال انما البشر و انہ یاتینی الخصم فلعل بعضا ان یکون ابلغ من بعض فاقضی لہ بذلک و احسب انہ صادق (بخاری شریف صـ۱۰۶۵)	آپ نے فرمایا میں بشر ہوں اور میرے پاس لوگ فیصلہ کے لیے آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی ان میں زیادہ بلیغ ہو اور میں گمان کروں اس کو سچا۔ اور فیصلہ اس کے حق میں دوں

اور فرمایا

یاتینی انہ فلعل بعضکم ابلغ من بعض فاحسب انہ صادق فاقضی لہ	میرے پاس فیصلے آتے ہیں ممکن ہے کہ تم میں سے بعض بعض سے زبانی بلاغت زیادہ رکھتا ہو۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴ سو میں اس کو سچا گمان کروں اور اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

واضح ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو زندگی بسر کرنے اور حکام کو فیصلہ کرنے کا سلیقہ سمجھا رہے ہیں کہ حق ثابت کرنے میں باتیں بنانا اور مقصد حاصل کرنا کمال نہیں۔ فیصلہ تو ان کی باتوں سے ہو جائے گا۔ لیکن آخرت کی سزا سخت ہے اس کا خیال رکھو اور حکام بھی ظاہری امور پہ یا گواہی پر فیصلہ دیدیں تو ان پہ قیامت میں کوئی مواخذہ نہیں۔ اس مقصد سے ہٹ کر مخالفین صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیا کہ آپ کو علم نہیں یا حاضر و ناظر نہیں وغیرہ وغیرہ۔ قیامت میں جب اللہ تعالے فیصلہ کے گواہ طلب کرے گا یا کفار کی جرح و قدح فیصلہ کو مؤخر فرما دے گا وہاں بھی یہی کہو گے کہ وہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہوتا تو ایسے کیوں کرتا۔

گکھڑوی کا گستاخ

حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ فاحسب جس کے معنی ہیں کہ میں گمان کروں۔

گکھڑوی نے اس کا ترجمہ غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا تو تعصب کی بنا پر یا قلت علم کی بنا پر کیا ہے۔

قارئین کو دعوت غور و فکر ہے کہ دیوبندی وہابی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہیں کیا ان کی یہ ناشائستہ حرکتیں گستاخی اور بے ادبی تو نہیں۔

خلاصہ جواب

حدیث کا سیاق سباق ہی بتلاتا ہے۔ کہ ابلغ مدعی کو سچا گمان کرنا صرف اس کے ظاہری

بیان کی وجہ سے ہے نہ کہ نبی اکرم علیہ صلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی وجہ سے ہے اور یہ آپ نے عمداً فرمایا تاکہ آنے والوں کو فیصلے کرنا آسان ہوں۔

تائید از حدیث ثانی

ہمارے مضمون کی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے فرمایا کہ

انکم تختصمون الی و لعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ۔

تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض بعض سے زیادہ چرب زبان ہونے کی وجہ سے اپنی دلیل قائم کر دے اور میں باعتبار جو اس سے سنوں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

(مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴)

فائدہ قیامت تک قاعدہ بنا دیا کہ فیصلہ ظاہری دلائل پر ہو۔ اس میں مجسٹریٹ و حاکم۔ فیصل) کو اپنے علم میں کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "غایۃ المامول"

سوال: بخاری جلد دوم صفحہ ۶۱۲ و مسلم جلد دوم صفحہ ۳۰۲ وغیرہ میں مذکور ہے کہ مشرکین مکہ کی غداری کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ھ میں خفیہ تیاری شروع کر دی۔ مکہ پر حملہ کر دیا جانے تک حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے خط لکھا کہ اے مشرکین مکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر حملہ کرنا چاہتے ہیں خط لکھ کر کسی مرد کو بھی نہ دیا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔

بلکہ ایک عورت کو دے دیا وہ لے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع کر دیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر وغیرہ کو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار کر کے فرمایا کہ روضہ خاخ میں ایک عورت تمہیں ملے گی اس سے رقعہ لے آنا۔ الحاصل وہ گئے اور خط لے آئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ لکھنے والے حضرت حاطب ہیں حضرت عمر طیش میں آئے اور کہا حضرت مجھے اجازت دیجیے۔ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں اور کہا کہ حاطب بن بلتعہ جہنمی ہے (مسلم جلد دوم ص۳۰۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا کہا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے اصحاب بدر کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو کہ وہ جہنمی ہے وہ تو دوزخ میں داخل بھی نہیں ہو گا۔ حضرت حاطب نے اپنا قصہ خود سنایا کہ حضرت مکہ مکرمہ میں میرے اہل و عیال کا کوئی بھی عالم اسباب میں نگران نہیں تھا اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ مشرکین مکہ کے خلاف ہو گا سو اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ میں نے خیال کیا کہ میرا تھوڑا سا احسان مکہ کے مشرکوں پر ہو جائے گا شاید کہ وہ اس احسان کے عوض میرے اہل عیال کی نگرانی کریں اور ان کو دکھ اور تکلیف نہ پہنچائیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت حاضر و ناظر عالم الغیب نہیں تھے ورنہ حاطب کو خط لکھتے وقت ہی دیکھ لیتے اور جان لیتے پھر اس کو کیوں نکلنے دیا اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو گناہ کی معافی اور جنتی ہونے کا پروانہ باذن الٰہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل چکا تھا۔ ان کا عقیدہ نہ تھا

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر و عالم الغیب ہیں ان کا بھی تو یہی خیال تھا شاید میرا خط اہل مکہ کو پہونچ جائے آسمان سے وحی نازل ہوئی ورنہ حضرت حاطب کو یہ وہم نہ ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احباب کی موجودگی میں یوں کاروائی ہوگی۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک)

جواب اسے کہتے ہیں سینہ زوری یا عربی مقولہ یہاں فٹ کر دیا جائے۔ اذا فات الحیاء فافعل ما تشاء کسی نے اس کا ترجمہ فارسی میں یوں کیا۔ بیحیا باش وہر چہ خواہی کنی بےحیا ہو جا پھر جو مرضی آئے کرتا جا۔ گھڑی وہی کر دکھایا ہے اگرچہ خیانت اور دھوکہ کے زور سے حدیث شریف کا حلیہ بگاڑ دیا ہے تب بھی حقیقت چھپ نہ سکی۔

۱۔ خاخ تک پہونچ جانے والی عورت کے پاس خط لے جانے کی خبر دینا علم نہیں تو اور کیا ہے۔

۲۔ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہنے سے روک دینا یہ ان کے اندرونی امور کی تصدیق علم غیب نہیں تو پھر کوئی اور نام بتائیے

۳۔ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کو جیتے جی بہشت کا ٹکٹ عطا فرما دیا یہی علم غیب تو ہے لیکن

؎ دیدہ کور کو نظر نہ آئے تو میں کیا کروں۔

سوال:۔ بخاری جلد اول ص۴۰۱ میں یہ روایت مروی ہے کہ ایک دفعہ مدینہ میں دشمنوں کی آمد کی افواہ مشہور ہوئی۔ آنحضرت گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک دیکھ کر واپس ہو ہی رہے تھے کہ آگے سے

اہل مدینے ملے آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی کیا حاضر و ناظر بھی تحقیق حالات کے لیے کہیں جایا کرتا ہے اور دور تک حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے بنو فو جروا (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۶۲)

جواب نمبر ۱ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم الکتاب والحکمۃ ہیں آپ نے دنیا میں مثالی معاشرہ قائم فرمانا چاہا تو اس کی اعلیٰ مثال یہ ہے کہ عمل کر کے دکھایا جائے اس سے معاشرہ پر اچھا اثر پڑتا ہے یہاں بھی آپ نے وہی کیا کہ آپ قوم کے سربراہ تھے اور حقیقی سربراہ وہ ہے جو رعایا کی خدمت سے عار نہ کرے۔ اسی لیے فرمایا سید القوم خادمہم۔ اسی لیے آپ سب سے پہلے تشریف لے گئے اسے نہ علم سے کوئی تعلق ہے نہ حاضر و ناظر سے۔

جواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری کا اظہار فرمایا یہی وجہ ہے کہ محدثین اس واقعہ کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شجاعت و بہادری کے باب میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ حدیث کا اصل پڑھیے۔

عن انس بن مالک ان اہل المدینۃ فزعوا مرۃ فرکب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرسا لابی طلحۃ کان	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ اہل مدینہ کو گھبراہٹ ہوئی تو نبی علیہ السلام حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے

يقطف او كان فيه
خطاف فلما ارجع
قال وجدنا فرسكم
هذا البحر افكان بعد
ذالك لا يجاري
بخاری شریف جلد نمبر ا ص۴۰۱

پر سوار ہوئے جو کہ بڑا سست رفتار تھا جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام واپس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے گھوڑے کو تیز رفتاری میں سمندر پایا پس اس کے بعد کبھی اس گھوڑے سے کسی گھوڑے نے سبقت نہ لی۔

جواب نمبر ۲: جہاں سید القوم خادمہم کا عملی ثبوت پیش فرمایا وہاں ساتھ ہی حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کو تیز رفتاری بھی بخشی تاکہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت تو خادموں کے عیب ختم کر دیتی ہے چہ جائیکہ آپ کی ذات میں کوئی کمزوری یا عیب ہو۔ لہذا یہ واقعہ بھی آپ کے عدم علم اور غیر حاضر و ناظر پہ دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ آپ کی بہادری و شجاعت کا اظہار تھا اور ضمناً اظہار معجزہ بھی وغیرہ افسوس ہے کہ جو کام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لیے کرتے ہیں اسے مخالفین لاعلمی وغیرہ پہ محمول کر دیتے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سوال: مسلم شریف جلد دوم ص۱۰۷ وغیرہ میں یہ حدیث آئی ہے کہ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ جنگ احزاب کے موقعہ پہ جو ۵ھ میں ہوئی تھی تیز ہوا اور کڑا کے کی سردی تھی اور غالباً رات کا وقت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو جا کر دشمن کے حالات معلوم کرے اور مجھے آکر بتلائے اس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن میرے ساتھ جگہ دے گا مگر تمام خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ ملا۔ چوتھی بار آپ نے فرمایا۔ قم یا حذیفۃ فاتنا بخبر القوم اے حذیفہ تو کھڑا ہو اور ہمیں دشمن کے حالات سے آگاہ کر۔ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہیں کہ میں گیا اور جا کر حالات معلوم کئے اور واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے حالات سے مطلع کیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو دشمن قوم کے حالات خود معلوم ہوتے کسی کے بھیجنے کا کیا مطلب اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رض کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ حاضر و ناظر ہیں ورنہ وہ کہہ دیتے کہ حضرت آپ کو تو ہر چیز نظر آتی ہے اور معلوم ہے آپ کیوں اتنے پریشان ہوتے ہیں کہ بار بار فرماتے ہیں کہ کون تم میں جا کر دشمن قوم کے حالات ہمیں آگاہ کرتا ہے (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۴۶ ۔ ۴۷)

جواب الزامی اس سوال کا حال بھی وہی ہے جو پہلے سوالات کا ہے اگر یہ واقعہ حاضر و ناظر اور علم کی نفی کی دلیل ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے بھی منکر خدا سوال کر سکتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو اللہ تعالیٰ دریافت حال کے لیے جبریل علیہ السلام کو تین دن مسلسل بھیجتا رہا۔

اس کے علاوہ متعدد روایات فقیر نے رسالہ "لا علمی میں علم" میں لکھ چکا ہے تو جو جواب منکر خدا تعالیٰ کو دیا جائے گا وہی جواب منکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیا جائے۔

سوال :۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تو قرآنی آیات وارد ہیں اسی

لیے ہم اپنے عقیدہ کے مطابق منکر خدا تعالےٰ کے انکار کا اعتبار نہ کریں گے۔

جواب :۔ ہم نے دلائل قاطعہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اور حاضر و ناظر ہونا ثابت کیا ہے اسی لیے ہم اپنے عقیدہ پر مستحکم ہیں منکر کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔

تحقیقی جواب | چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی قانون ساز زندگی تھی آپ کا ہر قول و فعل اور عمل شریعت بنتا تھا آپ نے امور سلطنت کے اصول کی تعلیم کی پیش نظر ایسے کیا کہ جب سربراہ مملکت یا منتظم امور علاقہ کو ایسے امور در پیش ہوں تو ا سے یوں کرنا چاہیے اس طرح امور سلطنت و علاقہ بھی سدھریں گے اور سربراہ مملکت اور منتظم امور علاقہ سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنے سے اجر و ثواب بھی ڈھیروں کے ڈھیر کمائے گا تو یہ نہ لاعلمی ہوئی اور نہ حاضر و ناظر کی نفی بلکہ حکمت محض تھی جیسے اللہ تعالیٰ کا جبریل علیہ السلام کو بھیجنے میں ایک حکمت یہ تھی کہ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنا محبت ہے اور محب کو ایسا کرنے پر ملامت نہ کی جائے بلکہ اسے محبت پر داد دی جائے۔

سوال :۔ مسلم جلد دوم وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی ہجرت کی وہ شخص دراصل غلام تھا حالانکہ آپ غلاموں کی ہجرت پر بیعت

نہیں لیا کرتے تھے کیونکہ اس صورت میں غلام اپنے آقا کی خدمت نہیں کر سکتا تھا لیکن الم اشعر انہ عبد۔۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غلام ہے جب اس غلام کا آقا آیا اور حقیقت واضح ہو گئی تو آپ نے دو غلام دیکر وہ غلام لیا اس کے بعد کسی غلام کی بیعت نہیں لیا کرتے تھے حتی لیسالہ اعبد ھو۔ تاوقت کہ نہ پوچھ لیتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام۔ اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ شخص فلاں کا غلام ہے میرے لیئے یہ فلاں شخص اور فلاں جگہ سے بھاگ کر آیا ہے پھر اس سے بیعت کیوں لی اور آئندہ آپ ہر ایک سے ہجرت کی بیعت پہ کیوں دریافت فرمایا کرتے تھے کہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب کے اس طرح پوچھنے کا کیا مطلب ہے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک صـ۴)

تمہید جواب حضور علیہ السلام نے امت کو تعلیم دینی تھی اُس کے طریقے سمجھانے تھے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا جیسے اس باب کے مقدمہ میں لکھا گیا ہے

جواب نمبر۱ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایسا دانستہ طور پر کیا تھا تاکہ ایک غلام کی دو غلاموں کے بدلے خرید و فروخت کا جواز ثابت کریں۔ جیسا کہ آپ نے بیان جواز کے لیے بعض اوقات وضو میں اعضا کو ایک ایک مرتبہ دھویا لیکن سنت تین تین مرتبہ دھونے میں قائم ہوئی۔

جواب نمبر ۲ ولم یشعر اللہ عبدہٗ سے نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے عدم علم پہ دلیل استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ تو راوی کا اپنا خیال ہے جب کہ شعور ایک باطنی امر ہے اس پہ راوی کو کیسے اطلاع ہوئی۔ اگر راوی کے لیے باطن پہ اطلاع تسلیم کی جائے تو نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے بدرجہ اولیٰ تسلیم کرنی ہو گی۔ باقی رہا اس غلام کی بیعت کے بعد کا معاملہ کہ بغیر تفتیش کے بیعت نہ کرنا۔ وہ اس لئے تھا کہ لوگ اس غلام کی بیعت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تفتیش کی ہمارے لیے بھی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا سنت یہ ہی ہے کہ معاملات تفتیش کے ساتھ انجام دیے جائیں۔

جواب نمبر ۳ شریعت سازی مطلوب تھی کہ سرسری طور کسی کی کوئی بات نہ مان لی جائے بلکہ اس کی تحقیق کی جانے کے بعد تحقیق عمل در آمد ہو۔

سوال :۔ بخاری جلد دوم ص۶۶۳ اور ابوعوانہ ج ۱ ص۳۰۲ وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ ۵ھ یا ۶ھ کو غزوہ بنی المعطلق میں حضرت عائشہ صدیقہ کا ہار گم ہو گیا فاقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم علی التماسہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جملہ شریک سفر صحابہ کرام بھی (جن میں ہر ایک اپنی جگہ بلند پایہ ولی تھا) تلاش کرتے مگر پوری توجہ مبذول کرنے کے بعد ہار نہ مل سکا۔ تھک ہار کر جب کوچ کرنے کا اعلان کر دیا اور جب وہ اونٹ جس پر حضرت عائشہ سوار تھیں اسکو اٹھایا تو ہار اس کے نیچے پڑا تھا۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرام حاضر اور عالم الغیب ہوتے تو ہار نظر آجاتا یہاں تو دین مخالف (اہلسنت) کے نزدیک ولی لوگوں کو جماع کرتے میں نطفہ ڈالتے بھی دیکھتے رہتے ہیں لیکن خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر اور دیگر تمام صحابہ کرام کو اونٹ کے نیچے ہار تک نظر نہ آیا (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۱۰۰، ۱۰۱)

جوابات

گکھڑوی دوسرے گمراہ فرقوں کی طرح غلط استدلال کا ماہر ہے دعویٰ و دلیل کے درمیان مناسبت ہو یا نہ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس کے دلائل دعویٰ کے متضاد ہوتے ہیں۔ گکھڑوی کی ایک اور بری عادت سب سے بڑھ کر ہے کہ یہ اصل عبارات ہضم کر کے اپنے مقصد کو اصل عربی کا تاثر دیکر اردو میں سوالات ڈھالتا ہے اس سے بعض عام اذہان متاثر ہو جاتے

ہیں اگرچہ اپنی جماعت کو خوش کر لیتا ہے لیکن آخرت کی سزا تو نہ بچ سکے گا۔ فقیر دیوبندیوں وہابیوں کو خصوصاً اور اہلسنت عوام کو عموماً اپیل کرتا ہے کہ اصل عبارت احادیث ملاحظہ فرمائیں پھر فیصلہ فرمائیں کہ گھڑی خیانتیں کریں تو کیوں۔

اصل حدیث نمبر ۱

عائشۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انت خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفرہ حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقد لی فاقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی التماسہ واقام الناس معہ ولیسوا علی ماءٍ و لیس معھم ماءِ فاتی الناس الی ابی بکر الصدیق فقالوا الا تری ما صنعت عائشہ اقامت برسول اللہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقام بیداء یا مقام ذرت الجیش (مکہ و مدینہ کے درمیان یہ دونوں مقام ہیں) میں تھے کہ میرا ہار گم ہوگیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں وجہ قیام فرما لیا اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ نہ اس جگہ پانی تھا نہ لوگوں کے ہمراہ پانی تھا۔ پس لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کو خبر ہے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک

صلے اللہ علیہ وسلم ولیسوا علی ماءٍ ولیس معھم ماءٍ قالت عائشۃ فعاتبنی ابوبکر وقال ماشاء اللہ ان یقول وجعل یطعنی بیدہٖ فی خاصرتی ولا یمنعنی من التحرک الا مکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین اصبح علی غیر ماءٍ فانزل اللہ ایۃ التیمم فتیمموا فقال اسید بن حضیر ماھی باول برکتکم یا آل ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاذا عقد تحتہٗ۔

بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۶۳

لیا ہے حالانکہ نہ یہاں پر پانی ہے اور نہ ہمارے پاس پانی ہے ابوبکرؓ آکر مجھے ناراض ہونے لگے اور کہا جو اللہ نے چاہا اور میری پسلی (کوکھ) میں ہاتھ مارا لیکن میں بوجہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میری ران پر آرام فرمانے کے حرکت سے باز رہی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھے اور پانی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ اسید بن حضیر نے کہا کہ اے آل ابی بکر یہ کوئی تمہاری برکات میں سے پہلی ہی برکت نہیں پس ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جو میری سواری کا تھا تو اس کے نیچے سے نکل آیا۔

دوسری روایت بھی ملاحظہ ہو۔

عن عائشۃ قالت سقطت قلادۃ لی بالبیداء ونحن داخلون المدینۃ فاناخ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ونزل

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا حالانکہ ہم مدینہ آرہے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری بٹھائی اور اترے

فنثنی راسه فی حجری راقدًا	پس میری گود میں سر رکھ کر آرام
اقبل ابوبکر فلکزنی لکزۃ	فرمانے لگے ابوبکر آئے انہوں
شدیدۃ وقال حبست الناس	نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا
فی قلادۃ فبی الموت لمکان	کہ تو نے ہار کی وجہ سے لوگوں کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	روک لیا۔ باوجود انہوں نے مجھے
وسلم استیقظ وحضرت	تکلیف دی لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ
الصبح فالتمس الماء فلم	والسلام کے آرام فرمانے کی وجہ
یوجد فنزلت رآیت تیمم)	سے مردہ کی طرح تھی (یعنی حرکت
	تک نہ ہوئی) جب صبح ہوئی تو نبی
(بخاری شریف	صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور پانی تلاش
جلد ۲ ص ۶۶۳)	کیا تو نہ پایا پس آیت تیمم نازل ہوئی

فائدہ اصل واقعہ ملاحظہ فرمالیا اب گھکھڑوی کی کذب بیانی بھی دیکھئے ام المومنین رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ لوگوں نے آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ دیکھو سیدہ نے کیا کیا ہے کہ ایسے مکان پہ روک لیا کہ جہاں پانی نایاب ہے اور گھکھڑوی صاحب فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین ہار تلاش کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں کہ سواری سے اترتے ہی میری گود میں آرام فرمانے لگے اور صبح سے پہلے آپ اٹھے ہی نہیں۔ گھکھڑوی کی بے شعوری دیکھیں کہ جھوٹ باندھتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ اگر ہار تلاش کیا جاتا تو اسی جگہ تلاش کرنا تھا جہاں سیدہ رضی اللہ عنہا کا قیام تھا اور اسی سامان کو الٹ پلٹ کیا جاتا جو سیدہ رضی اللہ عنہا سے

متعلق تھا تو کیا سارا میدان چھان مارا اور اونٹ نہ اٹھایا (خاک بریں عقل و دانش) بلکہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ نزل فتنی راسئہ نی جحری تو صاف دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حقیقت حال کی اطلاع تھی اور جانتے تھے کہ ہار کا گم ہونا تو ایک ظاہری سبب ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جو کہ ہار کی تلاش پر ایک خفیف دلالت بھی کرتا ہو۔

حدیث مذکور کے ترجمہ میں رئیس المحرفین کی عبارت، پوری توجہ مبذول کرنے کے بعد ہار نہ مل سکا، کہیں نہیں ملتی یہ رئیس المحرفین کا اپنا اختراع ہے جس کی سزا اسے قیامت میں ملے گی۔

دوسرا اختراع و بہتان بھی قابل غور ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یوں لکھ دیا کہ تھک ہار کر الخ بتایئے حضور علیہ السلام کا تھک ہار کر حدیث مذکور میں کس جملہ کا ترجمہ ہے یا گھڑوی کی چوری کا اختراع ہے ناظرین اندازہ فرمائیں کہ گھڑوی کی یہ چال کتنی بری اور سخت بری ہے۔

جواب نمبر ۲

گھڑوی نے حدیث مذکور کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر نہ ہونے پر استدلال کیا ہے ایک جاہل بھی اس استدلال کو ماننے کے لیے تیار نہیں چہ جائیکہ اہل ملت اسے قبول کریں کیونکہ خود گھڑوی نے اقرار کیا ہے اور حدیث شریف میں موجود ہے کہ وہ ہار اونٹ کے نیچے سے پڑا ہوا ملا جب وہ ہار محفل مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے اونٹ کے نیچے موجود ہے پھر حاضر نہ ہونے کا کیا معنے۔ زیادہ

سے زیادہ اسے گکھڑوی اینڈ دیوبندی پارٹی کہہ سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام اسے دیکھ نہیں رہے تھے اور نہ ہی آپ کو اس کا علم تھا۔ اگرچہ یہ بھی ان کا یہ صرف زعم باطل ہے جس کی مکمل تردید فقیر اویسی رضوی غفرلہ نے علم غیب کے ابحاث میں عرض کر دی ہے لیکن یہ تو معلوم ہوا کہ گکھڑوی کے دعویٰ کے لیے یہ حدیث پاک دلیل نہ بن سکی جب یہ حدیث پاک دعویٰ کے مطابق نہیں پھر دعویٰ باطل وھو المقصود۔

جواب نمبر ۳ حدیث پاک میں حضور علیہ السلام کے لیے ایک جملہ بھی موجود نہیں جس میں صراحت ہو کہ حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا یا خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ ہار کی گمشدگی کا مجھے علم نہیں۔ ہار کے گم ہونے پر اقامت پذیر ہو جانا اور اس کی تلاش تک روانگی کو مؤخر لا علمی کی دلیل نہیں۔ یہ صرف دیوبندی فرقہ کا نبی علیہ السلام پر بدگمانی ہے اور بدگمانی عموماً حرام اور گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ان بعض الظن اثم'' بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور پھر نبی علیہ السلام کی بدگمانی تو اپنی بدباطنی کا ثبوت دینا ہے جیسے منافقین کیا کرتے ہیں۔ بلکہ بقول علماء کرام کفر ہے (علامہ عینی شرح بخاری) نبوت پر بدگمانی کفر ہے یہ بدگمانی نہیں تو اور کیا ہے کہ حدیث میں صراحۃ نہیں اپنی طرف گھڑ لینا کہ حضور علیہ السلام کو علم نہ تھا۔ مزید فقیر کی کتاب غایۃ المامول میں پڑھیے۔

سوال: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو پوچھا کرتے تھے اگر یہ کہا جاتا

کہ صدقہ سے ہے تو آپ کھانا نہ کھاتے اور اگر ہدیہ اور تحفہ ہوتا تو کھا لیتے (مسلم جلد اول ص ۳۴۵) (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۵۲)

جواب:۔ اس کا یہی جواب ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

سوال ایک مرتبہ ایک صحابی عمدہ قسم کی کھجوریں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے لایا تو آپ نے فرمایا کہ کیا خیبر میں ساری کھجوریں اس قسم کی ہوتی ہیں۔ صحابی نے کہا حضرت خدا کی قسم سب ایسی نہیں ہوتیں۔ (بخاری جلد دوم ص ۶۰۹) (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۵۱۔ ۵۲)

جواب نمبر ۱ فقیر نے "لا علمی میں علم" رسالہ میں قواعد لکھے ہیں ان میں ایک قاعدہ یہ بھی لکھا کہ سوال لاعلمی کی دلیل نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے درجنوں سوال کیے۔ ایسے سوالات میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔

جواب نمبر ۲ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے سوال میں استفہام انکاری ہے ورنہ کوئی نہیں جانتا کہ کسی جگہ بھی کوئی جنس ایک ہی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ دوسرے اس سوال سے کھجوروں کی عمدگی اور صحابی کی داد مقصود تھی تیسرے وہ اہل خیبر ان کھجوروں کو ناجائز طریقہ سے خریدتے تھے جو کہ سوال کے بعد صحابی نے خود بیان فرمایا کہ ہم ان کھجوروں کے ایک صاع کو دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے خریدتے ہیں تو نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے منع فرما دیا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ اپنی کھجوروں کو قیمتاً فروخت کرو اور ان کھجوروں کو قیمتاً خریدا کرو۔ سبحان اللہ عالم عالم ما کان وما یکون کی کوئی حرکت

بھی حکمت سے خالی نہ تھی اگر یہ سوال نہ فرماتے تو ان کی اصلاح کیسے ہوتی لیکن کور باطن کو آپ کے افعال میں حکمت کیسے نظر آسکتی ہے حدیث شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل تمر خیبر ھکذا فقال لا واللہ یا رسول اللہ انا لناخذ الصاع من ھذا بالصاعین بالثلثہ فقال لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ہم ان کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے خریدتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بیچو دیگر کھجوروں کو قیمت سے اور انہیں قیمت سے۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۹

سوال حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ راستہ میں کھجور کا دانہ پایا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ یہ صدقہ ہوگا تو میں اس کو اٹھا کر کھا لیتا (مسلم ج ۱ صفحہ ۳۴۴)

جواب معترض گکھڑوی ہو یا کوئی دیوبندی وہابی اور نبوت دشمنی میں اندھے بن جاتے ہیں سوال کے وقت انہیں یہ خیال نہیں رہتا کہ سوال کرنے کے لائق بھی ہے یا نہ۔ اس میں سے تو الٹا حضور علیہ السلام کا علم ثابت ہو رہا ہے خود فرماتے

ہیں لیکن منکر کے اس روایت پر نگاہ نہ پڑ سکی۔ لولا ان تکون من الصدقۃ لاکلتھا۔ اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھا لیتا یعنی ہمارا نہ کھانا۔ اس لیے کہ آپ کو علم تھا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے۔

جواب نمبر ۲ آپ نے امت کو تعلیم دی کہ جب تک شے کے متعلق تحقیق نہ ہو جائے۔ اسے استعمال نہ کیا جائے چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی خدمت میں کھانا آجاتا تو بلا تحقیق تناول نہیں فرماتے تھے یہ تمام آداب زندگی تعلیم کے لیے ہوتا تاکہ امت کو تقوی وطہارت کی زندگی نصیب ہو۔

سوال:۔ ایک دفعہ حضرت علی گھر سے ناراض ہو کر چلے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا جاکر دیکھو اور تلاش کرو کہ علی کہاں چلا گیا ہے (بخاری جلد اول ص۶۳) (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۵۱)

جواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاشرہ کے اصول سمجھاتے رہتے تھے آپ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش یا اور واقعات تمام تعلیم کے لیے ہیں مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "لاعلمی میں علم" پڑھیے۔

سوال:۔ مستدرک جلد دوم ص۱۲۳ میں ایک حدیث آتی ہے جس کی تصحیح پر امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں متفق ہیں حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ جنگ قریظہ میں مجھے بھی صحابہ اکرم نے گرفتار کیا۔

چونکہ جوانوں کو قتل کیا جاتا ہے میرے بارے میں صحابہ کو تردّد ہوا کہ میں بالغ ہوں یا نابالغ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو ننگا کر کے دیکھو (اگر شرم گاہ پر بال اُگے ہیں تو بالغ ورنہ نہیں) حاضر و ناظر کو کیا مصیبت ہے کہ بغیر کسی کی مجبوری کے کسی کی شرم گاہ دیکھنے کی اجازت دیتا ہو۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۱۱۶)

جواب:۔ کیسا استدلال کیا گکھڑوی نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی اور حاضر ناظر سے اسے کیا تعلق۔ تردّد تو صحابہ کو ہوا۔ آپ نے ان کے تردد کو یقین سے بدلنے کے لیے انہیں کاروائی بتا دی اور قیامت تک قانون بن گیا کہ نابالغ قتل نہ کیا جائے جب تک تحقیق نہ ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُسے ننگا کیوں کرایا تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ قتل کا ایک اہم معاملہ ہے اس کے لیے جب تک عوام کو پوری تشفی وتسلی نہ ہو اس وقت تک قتل نہ کیا جائے۔ اسے حاکم کے علم پر بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ عوام کی تسلی کے اسباب بنائے جاتے ہیں۔ یہاں اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

سوال:۔ مسلم جلد دوم ص۱۹۹ وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک کُتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے نیچے گھس گیا آپ سے جبریل علیہ السلام نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہ آئے جب آپ نے دیکھا کہ گھر میں کُتا ہے تو حضرت عائشہ سے آپ نے پوچھا یہ کُتا گھر میں کب داخل ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا خدا

کی قسم مجھے علم نہیں۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ میرے دیکھتے دیکھتے یہ کتا فلاں وقت آیا تھا (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۱۶)

جواب سطحی سوال ہے جیسے اس پارٹی کی عادت ہے دراصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آوارہ کتوں کو گھر میں نہ رکھنے کی تائید پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ اگر آپ کے سوال میں اظہار ناراضگی نہ ہوتا تو سیدہ رضی اللہ عنہ کو قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی صرف اتنا ہی جواب کافی تھا کہ نامعلوم کب داخل ہوا ہے۔

سوال مسلم جلد دوم ص۱ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک لونڈی نے زنا کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا کہ جا کر اس کو سزا دے دہ گئے اور دیکھا کہ وہ ابھی ایام نفاس میں ہے انہوں نے اسکو سزا نہ دی کہ حالت نفاس میں سزا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت علی نے بتایا شہادت دی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے علی تم نے بہت اچھا کیا ہے کہ اس کو اس حالت میں سزا نہیں دی۔ افسوس ہے کہ فریق مخالف کے نزدیک ولی رحم میں نطفہ بھی دیکھتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اس لونڈی کے ہاں بچہ ہوا ہے اگر آپ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے۔ آپ کو یہ معلوم ہوتا۔ ص۵۱

جواب ۱:۔ بار ہا عرض کیا جا رہا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ظاہری اطوار اجرائے احکام کے لیے ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امت کو سمجھانا تھا کہ زانیہ پر سزا موقوف ہے جب حاملہ ہو۔ وضع حمل کے بعد بھی اس وقت حد قائم کی جائے جب نفاس ختم ہو یا بیمار ہو تو تندرست ہو جائے۔ تفتیش حالات لاعلمی سے نہیں ہوتا تھا اجرائے احکام کے لیے ہوتا۔

گکھڑوی کا غلط رویہ

دلی تو رحم میں نطفہ ڈالنے کو دیکھ لیتے ہیں۔ الخ۔ اس نے ایک واقعہ کو سامنے رکھ کر اہلسنت کو مطعون کیا ہے اس کے جوابات فقیر کی کتاب دیوبندی بریلوی فرق جلد دوم میں پڑھیئے۔

سوال:۔ مسلم ج ۲ ص ۳۶۸ تیسیر کلکتہ ص ۱۳۶ اور مستدرک جلد چہارم ص ۳۹ اور مسند احمد ص وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ منافقین مدینہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لونڈی حضرت ماریہ کو مابور نامی ایک غلام سے متہم کر دیا یہ خبر اس زور سے پھیلی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی یقین آیا۔ آپ نے حضرت علی کو تلوار دی اور غیرت میں آکر فرمایا۔ اسے قتل کر دینا۔ جناب رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد تھا۔ حضرت علی کو کیا اس میں پس و پیش کرتے آخر تلاش کرتے کرتے مابور کا سراغ نکال ہی لیا۔ ایک کنوئیں میں بیٹھا ہوا تھا وہ حضرت علی کو اس حالت میں دیکھ کر تھرا گیا۔ خدا خیر کرے حضرت علی نے جب اسکو پکڑ کر کھینچا تو اس کشمکش میں اس کا تہبند کھل گیا وہ ننگا ہو گیا حضرت علی نے دیکھا کہ لم یخلق اللہ لہ بالرجال

اللہ تعالیٰ نے فطرتاً اس کا آلہ تناسل ہی پیدا نہیں کیا یعنی وہ غلام پیدائشی خنثی اور ہیجڑا تھا حضرت علی نے اس کو قتل نہ کیا اور آپ کو آکر یہ قصہ سنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان الشاهد یری ما لا یری الغائب" یعنی حاضر وہ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ نے ناکردہ گناہ کو کیوں مجرم تصور کیا اور اس کے قتل کا آرڈر کیوں کیا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ یہ شخص تو فطری طور پر نامرد ہے اور اس کے حضرت ماریہ سے تعلقات ناجائز نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں اگر اس بیچارے کی لنگوٹی نہ کھلتی اور حضرت علی دیکھ نہ لیتے تو اس کی خیر نہ تھی اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو غائب سے تعبیر کیا ہے دیکھیے فریق مخالف تسلیم کرتا ہے یا نہیں

نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا۔ (ص۴۸ تا ص۵۰)

جوابات

ناظرین غور فرمائیں کہ گھڑ دی کیسا پہاڑ اٹھالایا اور اس سے خوش ہے اور نہ صرف وہ بلکہ تمام وہابی دیوبندی کہ نبی علیہ السلام کی کمی وعیب کے ثبوت کا میدان جیت لیا حالانکہ یہ سارا وہم ہی وہم ہے کیونکہ فقیر بار بار عرض کر رہا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی معاش و معاشرہ کے لیے قانون بنانے ہیں یہاں بھی پہلی بات تو یہ ہے کہ مابور کے بارے میں بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وہی تہمت پھیلی جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پھیلی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف اس لئے توجہ نہ دی کہ جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت غلط ثابت ہوئی تو یہ بھی اسی طرح کی افواہ ہے الٹا اس سے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب کا ثبوت ہے کہ محض افواہ ہے اس لیے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسے مؤخر رکھا چنداں توجہ نہ فرمائی۔

گکھڑوی گستاخ دلیری سے لکھ دیا کہ یہ خبر اتنا زور سے پھیلی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا تھا (معاذ اللہ) یہ گکھڑوی کی بدگمانی اور نبوت پر کھلا بہتان ہے اس لیے کہ اگر (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام کو یقین تھا تو پھر مابور اور سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سزا سے کیسے بچ گئے کیا نبوت کے یقین کے بعد بھی سزائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

تحقیقی جواب دراصل یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے علم کے لیے واضح ثبوت ہے کہ آپ نے مابور سے باز پرس نہ فرمائی ہاں جب افواہ نے زور پکڑا تو ظاہر ہے کہ یہ زنا کا مقدمہ ہے اس کے لیے چار گواہ یا مجرم کا اقرار ضروری تھا گواہ تو تھے نہیں اب مابور سے اقرار کی بات تھی تو آپ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنا علم کی کمی نہیں مقدمہ کو صاف کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور طریقہ رود قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو واقعہ مکمل معلوم تھا صرف مجرم کی صفائی یا اقرار کے لئے علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کو تلوار دے کر بھیجا اگر خود ہی اظہار براۃ فرما دیتے تو منافق کہتے کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا تھا اس لیے پردہ

ڈالنا چاہتے ہیں اسی لیے اس حدیث کو باب براۃ حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الریبہ میں لایا گیا ہے۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں۔

قیل لعلہ کان منافقاً مستحقاً للقتل بطریق آخر وجعل ھذا الحجر کالقتلہ بنفاقہ وغیرہ لا بالزناء وکف عنہ علی رضی اللہ عنہ اعتماداً علی ان القتل بالزنا وقد علم انتفاء الزناء۔ مسلم شریف ص۳۹۸	یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ شاید وہ منافق تھا اور اس افواہ کو ذریعہ قتل بسبب اس کے نفاق بنایا گیا نہ کہ زنا کی وجہ سے اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے قتل نہ کیا کہ حکم بوجہ زنا کے تھا لہٰذا وہ مفقود ہے۔

(فائدہ) اس کے جوابات وہی ہیں جو حدیث رفک کے ہیں اور حدیث رفک کی شرح فقیر اویسی پڑھیے۔

جواب ؛۔ یہ حکم شرعی تھا اور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ (قرآن مجید) میں نہیں اتباع کرتا مگر وحی الہٰی کی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال سے باخبر تھے بے خبر نہ تھے

جواب ؛ آپ کا ارشاد الشاھد یریٰ مالا یریٰ الغائب یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے لوگوں کے مقابلہ میں فرمایا ہو کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو یہ لوگ نہیں دیکھتے کیونکہ آپ کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ جیسا کہ باب اوّل

میں اسی کتاب میں مفصل گزرا۔

افسوس صد افسوس

گکھڑوی نے ماریہ کو عام لونڈی لکھ کر حرم نبوی کی ہتک کی جس کا اسے نہ شرم ہے نہ حیا۔

سوال:۔ نبی ولی ہمبستری کے وقت حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ بچشم خود دیکھتے ہیں مادہ شرمگاہ میں نطفہ جاتے دیکھتے ہیں حالانکہ یہ قابل شرم بات ہے دیکھنا ناجائز ہے تبرید النواظر ص۴۳ تا ۴۷

جواب:۔ یہ اعتراض دراصل اسلاف پر ہے۔ امام شعرانی اپنے شیخ حضرت علی خواص سے ناقل انہوں نے فرمایا۔

لا یکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو نطفۃ من یوم الست بربکم الی استقرارہ فی الجنۃ او النار۔ واللہ اعلم۔

یعنی ہمارے نزدیک اس وقت تک مرد کمال تک نہیں پہنچتا جب تک وہ الست والے دن سے لے کر دخول جنت یا دوزخ تک اپنے مرید کی ہر ہر حرکت اور ہر ہر حالت کو نہ جانے۔

کبریت احمر ص۱۶۵ علی ہامش الیواقیت والجواہر ج ۱

فائدہ: یہ اعتراض گکھڑوی نے امام احمد رضا فاضل بریلوی اور دیگر جملہ اہلسنت کو نیچا دکھانے کے لیے وارد کیا ہے اور جتنا حوالے اور واقعات بیان کیئے ہیں ان تمام ہیں۔ مقام ولائیت کی

نظری اور دسعت علمی کا بیان ہے فریق مخالف جو رنگ ان کو دتیا پھرے دتیا پھرے پر یہ خیال رہے کہ یہ صرف بریلوی علماء کا نظریہ نہیں بلکہ فریقین کے مسلم پیشواؤں اور اماموں کی عبارتیں ہیں کیونکہ اعلیحضرت کی جو عبارت الملفوظ ج ۲ ص ۹۶ یا ص ۶۲ سے منقول ہوئی وہ درحقیقت غوث دباغ رحمۃ اللہ علیہ (ممدوح مستند تمام علماء دیوبند خصوصاً تھانوی صاحب وکشمیری صاحب دیکھو الکلام الحسن وفیض الباری) کی بات ہے۔ اعلیحضرت صرف ناقل ہیں اگر ناقل مجرم ہے تو اصل قائل بطریق اولی مجرم ہے باقی رہا اعلیحضرت کا نیتجہ تو اس سے کوئی کج فہم لاکھ مرتبہ اختلاف کرتا رہے علماء وعرفاء ائمہ کی روایات سے تو اس نیتجہ کی تائید ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر فقیر نے صرف ایک حوالہ امام شعرانی قدس سرہ کا نقل کیا ہے اگر امام احمد رضا قدس سرہ مجرم ہیں (معاذ اللہ) تو امام شعرانی بطریق اولی مجرم ہیں حالانکہ وہ مسلم پیشوا ہیں یہ وہی امام شعرانی ہیں جو بقول کشمیری دیوبندی صاحب عالم بیداری میں حضور سے بخاری پڑھنے والے ہیں (فیض الباری) تو ہم کہتے ہیں نہ امام احمد رضا مجرم ہیں اور نہ امام شعرانی بلکہ یہی دیوبندی مجرم ہیں جو غلط کار ہیں

نمبر ۲۔ احکام شرح ظاہری دیکھنے پر مبنی ہیں نہ کہ باطنی روایت پر۔ اعتراض میں جس دیکھنے کا ذکر ہے وہ باطنی روایت ہے

نمبر ۳۔ کیا معترض کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے دیکھنے والا ہے تو اس میں کوئی یہی معترض والی تفصیل بیان کرے کیا اس میں الوہیت کی توہین تو نہ ہوگی۔ کیا جس چیز کا دیکھنا اس کے شریف بندوں کو زیب

نہیں دیتا۔ اور اس کے معصوم فرشتے دور بھاگتے ہیں وہ سبحان دیکھتا رہے۔ ماجوابکم فہو جوابنا۔

نمبر۲۔ اگر مذکورہ بالا عبارات آئمہ میں اولیا کی توہین ہے اور شرمگاہ اور نطفہ اور رحم کی رویت اور علم ثابت کر کے ان کو مجرم قرار دیا جاتا ہے کیا یہی الزام ملائکہ معصومین پر بھی عائد کرو گے اور اللہ تعالیٰ پر بھی کرو گے بطور نمونہ درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

عن ابن مسعود مرفوعًا ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذلک مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ الیہ ملکا روالمراد بالارسال امرہ بھا والتصوف فیھا لانہ ثبت فی الصحیحین انہ موکل بالرحم حین کان نطفۃ۔۔۔ انہ اذا مر بالنطفۃ ثنتان واربعون لیلۃ بعث اللہ ملکا فصورھا وخلق سمعھا وبصرھا وجلدھا وعظامھا۔ مرقاۃ للقاری۔

اب مخالف صاحب تبدیہ یہ جملہ اپنا یہاں بھی لاگو کرے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان) بارلع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح۔ الحدیث وصحیح بخاری وصحیح مسلم/ مشکوٰۃ شریف ص۲۰ ج۱)

مزید دیکھیے، دیوبندی بریلوی فرق جلد دوم

گھڑوی کا آخری تیر

اگرچہ مندرجہ ذیل سوال کے جواب کے لیے فقیر کا رسالہ "گندگی اور حاضر وناظر

کافی و وافی ہے اور اسی کتاب میں بھی اس کے جوابات تفصیل سے ہیں لیکن گکھڑوی نے مندرجہ ذیل سوال سے سمجھا ہوگا کہ اس کے ترکش کا یہ تیر نشان پہ لگے گا۔ لیکن

ع غلط است آنچہ او پنداشتہ۔

سوال یہ ہے۔ جناب امام الانبیاء سید خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باوجود اس کے کہ تمام مخلوق سے آپ کا رتبہ بلند اور اونچا ہے اور بے شمار معجزات اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک پہ ظاہر فرمائے ہیں اور ایسے ایسے علوم معارف و حقائق و اسرار اللہ تعالےٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔۔۔ مگر باایں ہمہ آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے اور نہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہی آپ کو عطا کیا تھا اور بے شمار ایسی جگہیں ہیں جہاں آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا آپ کی توہین اور تحقیر ہے اور صدہا ایسے علوم اور فنون ہیں خصوصاً اس فلمی دور میں کہ جن کو کوئی بھی شریف انسان جاننا سیکھنا گوارا نہیں کرتا ایسے ناپاک علوم اور فنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف خالص گستاخی اور بے ادبی ہے (آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی تبرید النواظر ص ۴۹)

جواب الزامی ہم سب اللہ تعالےٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

واللہ علی کل شیءٍ شہید اور اگر اللہ تعالےٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو اُن بے شمار جگہوں میں جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا حاضر و ناظر ماننا آپ کی توہین اور تحقیر ہے ان جگہوں میں خدا کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین اور تحقیر کیوں نہیں اور کیا اللہ تعالیٰ بکل شیءٍ علیم ہے یا نہیں وہ کونسا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علمی خزانے میں نہیں ہے تو یہ فلمی معلومات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا توہین خداوندی ہے یا نہیں۔ کیا ہر وہ بری جگہ جہاں انسان برائی کماتے ہیں فرشتے وہاں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں۔ کیا سینماؤں۔ شراب خانوں۔ ناچ گھروں اور چکلوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر و ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں اور کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فلمی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے شریف انسان بے حیائی کے کام سے اس لیے بچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو برا جانتے ہوئے ان سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے بلکہ انسانوں کے لیے کسی قسم کے علم کی تحصیل بری نہیں ہے جب کہ نیت خیر کی۔ مثلاً جادو سیکھنا، شراب خوروں کی حالت پر آگاہی اور فلمی بے حیائی کی معلومات کوئی منع نہیں جب کہ مخلوق خدا کو ان برائیوں سے بچانے کے لیے ہو کہ ان ہمارے سوالوں کا جو جواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کافی اور وافی ہوگا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اوتیت علم الاولین والآخرین۔ تو خان صاحب کے پاس کوئی دلیل ہے جس سے علم الآخرین میں سے کوئی علم مستثنیٰ کیا جا -

سکے اور قطب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

قد اخبرنا صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اوتی علم الاولین والآخرین ونحن من الآخرین بلا شک دفقد عم محمد صلی اللہ علیہ وسلم الحکم فی العلم الذی اوتیہ کل علم منقول ومعقول ومفہوم موجود ۔

تحقیق ہم کو خبر دی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں اولین اور آخرین کا علم اور ہم بیشک آخرین ہی سے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے گئے علم پر حکم عام لگایا ہے یہ شامل یہ حکم علم منقول و معقول اور مفہوم ہے ۔

(الیواقیت والجواہر ج ۲)

سوال :۔ عقائد کتاب و سنت سے ثابت ہوتے ہیں نہ کشف و الہام سے ۔

جواب :۔ یہ سوال بھی دھوکہ پر مبنی ہے اس لیے کہ ہم بار بار سمجھاتے جا رہے ہیں کہ مسئلہ حاضر و ناظر عقائد ظنیہ اور فضائل و مناقب کے قبیل سے ہے اس کے لئے نصوص کے مطالبہ کا کیا معنی ۔

جواب نمبر ۲ :۔ اولیاء اللہ کے کشف و الہام کو مطلقاً نظر انداز کر دینا کسی طرح جائز نہیں ۔ یہ صحیح ہے کہ کشف و الہام سے آیات محکمات و دلائل قطعیہ کی طرح علم یقینی حاصل نہیں ہوتا لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ کشف و الہام دلیلِ ظنی بھی نہیں ۔ حدیث شریف میں ہے ۔

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ

(ترمذی جلد ۲ سورۃ الحجر کتاب التفسیر ص ۱۴۰)

صاحبِ نبراس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں ۔

(ضع لبعض المحدثین والحق انہ صحیح
(نبراس ص۳۰۱ مطبوعہ خضر مجتبائی ملتان)

یہی صاحب نبراس اسباب علم کے حصر پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(وثالثا بان الفراسۃ ظنیۃ و کلامنا فی الیقین۔

معلوم ہوا کہ کشف و الہام دلائل ظنیہ میں سے ہیں اگر دلائل ظنیہ کو آپ مسائل ظنیہ میں حجت نہیں مانیں گے تو قیاسات مجتہدین بلکہ اخبار آحاد کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا جو اہل علم کے نزدیک صحیح نہیں، حاضر و ناظر کا مسئلہ قطعیات سے نہیں بلکہ باب فضائل سے متعلق ہے اس لیے اس کے ثبوت میں دلائل ظنیہ قابل احتجاج ہیں علاوہ ازیں یہ کہ میں نے صرف وہ نقول ہی پیش نہیں کی تھیں بلکہ اصل استدلال قرآن و احادیث سے ہے عبارات و واقعات

سوال:۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یقظۃً تشریف فرما ہونا اور مواقع متعددہ میں تشریف لانا وفات شریف کے بعد ممکن ہوتا تو اہم ترین مواقع اور شدید اختلافاتِ امت کے وقت ظاہر ہوتے اور امت مرحومہ کی رہنمائی فرماتے لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں کثیر و شدید اختلافات ہوئے حتیٰ کہ زبردست خونریزی ہوئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہو کر اس کا انسداد نہ فرمایا۔ اسی طرح مسائل شرعیہ میں بکثرت علماء امت حضرات مجتہدین کرام کے اختلافات ہوئے لیکن کسی موقع پر بھی حضور علیہ السلام نے تشریف لا کر اظہار حق نہ فرمایا معلوم ہوا کہ یہ سب من گھڑت افسانے ہیں جن کی کوئی حقیقت

اور واقعیت نہیں۔

جواب:۔ یہ سوال خود کو علماء کہلوانے والے جاہلوں کو سمجھاتے ہیں۔ اگرچہ یہ سوال فضول ہے لیکن مدعیان علم سے وارد ہوتا ہے اس لیے اس کا جواب صاحب روح المعانی کے قلم سے عرض ہے۔ جس کے سامنے مخالف بھی سر جھکاتا ہے صاحب روح المعانی نے لکھا کہ

والحاصل انه لم يبلغنا ظهوره عليه الصلوٰة والسلام لاحد من اصحابه واهل بيته وهم مع احتياجهم الشديد لذلك وظهوره عند باب مسجد قبا كما الحكيه بعض الشيعة افتراء محض وبهت بحت و بالجملة عدم ظهوره لاولئك الكرام وظهوره لمن بعدهم مما يحتاج الى توجيه يقنع به ذو والافهام ولا يحسن مني ان اقول كل ما يحكى عن الصوفية من ذالك كذب لا اصل له الكثرة حاكية وجلالة مدعيه وكذا لا يحسن مني ان اقول انهم انما رأوا النبي صلى الله عليه وسلم مناما فظنوا ذلك لخفة النوم وقلته وقت يقظة فقالوا راينا يقظة لما فيه من البعد ولعل في كلامهم ما يأباه وغاية ما اقول ان تلك الروية عن خوارق

العادة كسائر كرامات الاولياء ومعجزات
الانبياء عليهم السلام وكانت الخوارق
فی الصدر الاول لقرب العهد بشمس الرسالة
قليلة جدا ذانی يری النجم تحت الشعاع او
يظهر كوكبا وقد انتشر ضوء الشمس والبقاع
فيمكن ان يكون قد وقع ذلك لبعضهم علی
سبيل الندرة ولم تقتض المصلحة افشاءه
و يمكن ان يقال انه لم يقع لحكمة
الابتلاء اولخوف الفتنة اولان فی القوم
من هو كالمراة له صلی الله عليه وسلم
اوليلهرع الناس الی كتاب الله تعالی وسنته
صلی الله عليه وسلم فيما يلهمهم فيتسع
باب الاجتهاد وتنشر الشريعة وتعظم
الحجة التی يمكن ان يعقلها كل احد اولنحو
ذلك وربما يدعی الله عليه الصلوة و
السلام ظهر ولكن كان مستترا فی ظهوره كما
روی ان بعض الصحابة احب ان يری رسول الله
صلی الله تعالی عليه وسلم فجاء الی ميمونة
رضی الله عنها فاخرجت له مراٰته فنظر
فيها فراٰی صورة رسول الله عليه الصلوٰة
والسلام ولم يری صورة نفسه فهذا كالظهور

الذی یدعیہ الصوفیۃ الا انہ بحجاب المراۃ ولیس من باب التخیل۔ (ب ۲۳ ص ۳۷)

اور سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں آج تک کسی صحابی اور کسی اہلبیت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور فرمانے کی خبر نہیں پہنچی حالانکہ وہ اہل بیت اور صحابہ تھے اور انہیں حضور کے ظہور فرمانے کی حاجت بھی نہایت شدید تھی۔

اور وہ جو بعض شیعوں نے مسجد قبا کے دروازہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کو نقل کیا ہے خالص بہتان اور افترا محض ہے خلاصہ یہ کہ صحابہ اور اہلبیت جیسے بزرگوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر نہ ہونا اور ان کے بعد والوں کے لیے ظہور فرمانا اس قبیلہ سے ہے جس کی ایسی توجیہ ضروری ہے جس سے اہل فہم حضرات کو قناعت حاصل ہو جائے اور مجھے یہ بات کسی طرح زیب نہیں دیتی کہ میں کہہ دوں کہ وہ تمام واقعات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باہر تشریف لانے کے متعلق صوفیائے کرام سے منقول ہیں وہ نعوذ باللہ سب کے سب جھوٹے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بات اس لئے زیب نہیں دیتی کہ ان واقعات کی حکایت اور دعویٰ کرنے والے اتنے کثیر اور جلیل القدر حضرات ہیں جن کے متعلق اس قسم کی سوء ظنی کسی طرح ممکن نہیں اور اسی طرح مجھے یہ بات بھی گوارا نہیں کہ میں یہ کہہ دوں کہ جن حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر و باہر دیکھا شاید انہوں نے حضور کو خواب میں دیکھا اور رقت کی قلت اور نیند کی خفت کی وجہ سے یہ گمان کر لیا کہ ہم نے بیداری میں حضور کی زیارت کی ہے یہ بات اس

لیے گوارا نہیں کہ یہ بہت ہی بعید ہے اور غالباً ان حضرات کا کلام بھی اس تاویل سے صاف انکار کرتا ہے۔

(اس اشکال کے حل میں) میری غایت گفتگو یہ ہے کہ یہ رویت جو صوفیاء کے لیے واقع ہوئی یہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کی طرح خوارق عادت سے ہے اور خوارق عادت کا ظہور صدر اوّل یعنی صحابہ کرام کے زمانہ میں آفتاب رسالت کے قرب زمانہ کی وجہ سے بہت ہی قلیل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ آفتاب کی شعاعوں میں ستارے کب نظر آسکتے ہیں اور جب آفتاب عالمتاب کی شعاعیں میدانوں میں پھیلی ہوئی ہوں تو کوئی ستارہ کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے تو ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بعض صحابہ کرام کے لیے نادر طور پر واقع ہوا ہو اور بہ تقاضائے مصلحت اس کا اظہار نہ کیا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی آزمائش کی حکمت یا خوف فتنہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور واقع ہی نہ ہوا ہو یا جمال نبوت کا ظاہر نہ ہونا اس بناء پر ہو کہ اس وقت قوم میں ایسے لوگ موجود تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے کی طرح تھے (جس سے انوار نبوت کی شعاعیں چمکتی تھیں) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نہ فرمانے کی وجہ یہ ہو کہ لوگ مہمات کو حل کرنے کے لیے کتاب وسنت کی طرف متوجہ رہیں اور اجتہاد کا دروازہ فراخ ہو جائے اور شریعت مطہرہ پھیل جائے اور اس حجت شرعیہ کی عظمت قائم ہو جائے جسے ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے (اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر ظاہر ہو کر تمام امور میں خود ہی راہنمائی فرماتے رہتے تو امت مسلمہ کتاب وسنت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتی اور شریعت مطہرہ ہرگز نہ پھیلتی اور کتاب وسنت

میں اجتہاد کی کوئی ضرورت نہ رہتی اور اس طرح تمام شریعت اسلامیہ اور دین متین بالکل بے معنے ہو کر رہ جاتا) یا اس کے علاوہ اس قسم کی دوسری حکمتوں پر عدم ظہور مبنی ہے۔

اور بسا اوقات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا دعوے بھی کیا جا سکتا ہے یعنی کہا جا سکتا ہے کہ صدر اول میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام (مذکور حکمتوں کی بناء پر) اپنے ظہور میں بھی ایک گونہ پردہ پوشی کی شان میں رہے جیسا کہ مروی ہے کہ کسی صحابہ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراء دیکھوں۔ وہ صحابی ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے حضرت ام المومنین نے اس صحابی کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ مبارک نکال کر رکھ دیا۔ اس صحابی نے جب اس آئینہ میں نظر کی تو اسے اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی بلکہ اپنی شکل کی بجائے اس نے دیکھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ظہور بالکل بے حجاب ہے اور یہ ظہور آئینہ کے پردہ میں ہے اور اس آئینہ کے ظہور کو محض خیالی صورت قرار دینا بالکل لغو ہے جیسا کہ ابن خلدون نے گمان کیا ہے بلکہ یہ صورت مبارکہ جو صحابی نے آئینہ میں دیکھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اصل صورت مبارکہ تھی۔

فائدہ یاد رہے کہ یہ صورت مبارکہ دیکھنے والے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ نے الحاوی للفتاوی میں تصریح فرمائی ہے۔

لطیفہ وہابیہ کی اعتراض کرنے کی جرأت بھی قابل داد ہے کہ بقول حضرت شاہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کر سکتا۔ اب معترض کو اپنے امتی ہونے کی خیر منانی چاہیے (اعتراض کی تقریر آرہی ہے) یہ صحیح ہے کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک "حاضر و ناظر" کے مسئلہ میں امت محمدیہ کے کسی ایک فرد نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ شاہ صاحب کے زمانے کے بعد کسی کا اختلاف شاہ صاحب کے قول کو باطل نہیں کر سکتا بلکہ اختلاف کرنے والے کے امتی ہونے کا بطلان کر سکتا ہے۔

سوال شاہ عبدالحق محدث دہلوی تو صرف امت کے اعمال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مان رہے ہیں اور تم لوگ تمام کائنات پر حضور کو حاضر و ناظر سمجھتے ہو۔ اگر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ اپنے مسلم بزرگوں میں شمار کرتے ہیں تو صرف اتنا ہی مان لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں صرف اتنے سے اقرار پر یہ مسئلہ طے ہو جاتا ہے۔

سنیے کہ اگر امت کو امت اجابت اور امت دعوت دونوں کے لئے عام رکھا جائے اور ابتداء سے انتہا تک تمام کائنات کے احوال کو نگاہ رسالت پر منکشف مانا جائے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ خود تصریح فرما رہے ہیں تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ دیکھیے مدارج النبوۃ جلد اص پر ہے۔

"ہرچہ در دنیا است از زمانِ آدم تا نفخہ اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گردید"
یعنی آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخہ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرما دیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان میں سے بعض کی خبر دی یہ مضمون حدیث طبرانی سے بھی نقل کیا جا چکا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الحدیث۔ پھر اس پر بھی غور فرمائیے کہ یہی شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقیقت محمدیہ کو ذرات کائنات میں جاری وساری کر چکے ہیں جیسا کہ اشعۃ اللمعات سے نقل ہو چکا ہے۔
الغرض دلائل شرعیہ اور خود حضرت شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات اس امر پر شاہد ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام احوال کائنات پر حاضر و ناظر ہیں۔ وللہ الحمد!
اس مضمون کی مزید وضاحت کے لیے مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۸۷ مطبوعہ نول کشور سے ایک اور عبارت نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔
"بدانکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے متصف است بصفات اللہ تعالیٰ و یکی از صفات الٰہی آن است کہ انا جلیس من ذکرنی و پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم نصیب وافر است ازیں صفت۔"

یعنی اے مخاطب! جاننا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور صفاتِ الٰہیہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ جو مجھے یاد کرے میں اس کا جانشین ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے پورا پورا حصّہ ملا ہے لہٰذا حضور بھی اپنے یاد کرنے والے کے ہمنشین ہیں۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت بھی سن لیجیے۔ فرماتے ہیں۔

وصیت می کنم ترا اے برادر بدوام ملاحظہ صورت و معنی او اگرچہ باخی معتکف و مستحضر پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوے۔ پس حاضر آید ترا دے صلی اللہ علیہ وسلم عیاناً و یابی اورا و حدیث کنی باوے و جواب دہد ترا و حدیث گوید باتو و خطاب کند ترا۔ پس فائز شوے بدرجہ صحابہ عظام و لاحق شوے بہ الشان انشاء اللہ تعالیٰ"	اے بھائی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی صورت و معنی کا ملاحظہ یعنی تصور کرتا ہے اگرچہ اس تصور میں تجھے تکلف بھی کرنا پڑے تیری روح بہت جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس ہو جائے گی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے ظاہر و باہر رونق افروز ہوں گے تو حضور کو پائے گا اور حضور سے باتیں کریگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے جواب دیں گے اور تجھ سے

گفتگو اور خطاب فرمائیں گے پس تو صحابہ کرام کے درجہ پر فائز اور انشاء اللہ ان سے لاحق ہوگا"

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۸۹، مطبوعہ نول کشور)

یعنی صحابیت کا ظاہر حکم نہیں بلکہ اس کا درجہ نصیب ہوگا۔ سبحان اللہ! حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر و ناظر کے مسئلے کو کس قدر واضح فرما دیا۔

سوال:۔ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجس اشیاء اور بیت الخلا اور بری اور حرام چیزوں میں بھی حاضر و ناظر ہیں تو یہ بے ادبی ہے۔

جواب:۔ وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی۔ وہ اب بھی ہے بار ہا کہا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت مقدسہ کے ساتھ ہرگز حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے بلکہ حضور کی نورانیت و روحانیت اور حقیقت مبارکہ کے ساتھ حضور کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

بشریت اور حقیقت و نورانیت کو ایک سمجھ کر منکرین نے دھوکہ دے کر سوال کر دیا ہے عالم شہادت اور مادیات و جسمانیات کے ضمن میں نجاست و خباثت، معصیت و قباحت وغیرہ کے جو تصورات پیش کئے گئے ہیں اور ان کے خبیث و ناپاک اثرات کو حقیقت و نورانیت محمدیہ پر اثر انداز قرار دیا گیا ہے حالانکہ مادی اور جسمانی کیفیات نورانی حقیقتوں پر اثر انداز نہیں ہوا کرتیں آفتاب و ماہتاب کی شعاعیں بول و براز پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو جایا کرتیں۔ خود انسان کی اپنی نگاہ جب کسی نجاست پر پڑتی ہے تو وہ ناپاک نہیں ہوتی۔ ہزار مرتبہ انسان کی نظر ناپاک چیزوں پر پڑی ہوگی لیکن ایک دفعہ بھی کسی نے

ایسی آنکھوں کو ناپاک قرار دے کر ان کو نہیں دھویا۔ جب آنکھوں کے نور اور آفتاب و ماہتاب کی نوری شعاعوں کو یہ نجاستیں ناپاک نہیں کر سکتیں تو انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعوں پر یہ مادی نجاستیں کیونکر اثر انداز ہو سکتی ہیں

جواب نمبر ۲ :- ہمارا عقیدہ واضح ہے کہ حقیقت محمدیہ کے جلوے ذرات کائنات میں جاری و ساری ہیں جیسا کہ متعدد کتب معتبرہ اور مسلم اکابر کی عبارات سے ظاہر ہے اس پر یہ شبہ کہ خبیث اور ناپاک چیزیں حضور کے جلووں کو ناپاک کر دیں گی غلط ہے کیونکہ جلوہ ہائے قدرت کو ہر فرد عالم اور ذرہ کائنات کے ہر ذرہ کائنات میں ضرور تسلیم کیا جاتا ہے اور قرآن کریم کی روشنی میں اس بات کو ضرور ماننا پڑے گا کہ کائنات کے ہر ذرہ میں قدرت خداوندی کے چمکتے ہوئے نشانات پائے جاتے ہیں کوئی چیز اچھی ہو یا بری پاک ہو یا ناپاک۔ دنیا کی ہو یا آخرت کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی صنعت و خالقیت اور اس کی قدرت کے جلوے چمک رہے ہیں۔ ہر ذرہ اس کی قدرت کی دلیل اور ہر قطرہ اس کی حکمت کا نشان اور ہر تنکا اس کی وحدانیت کی آیت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے پوری آیت اسی مضمون میں بیان فرمائی ہے۔ پ البقرہ۔

اس آیۃ کا خلاصہ اس شعر میں ہے کہ

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

درختوں کے سبز پتے عقلمند کی نگاہ میں معرفت الٰہی کا ایک بہت بڑا دفتر ہے۔

غور فرمائیے یہ تمام جلوہ ہائے قدرت نجس اور خبیث چیزوں کی ناپاک اور خباثت سے متاثر ہو رہے ہیں اور یہ نجاست وخباثت جس کا تعلق محض ایک خاص تعین اور ظاہری صورت سے ہے اللہ تعالےٰ کی حکمت کے جلووں اور قدرت کی آیتوں کو نعوذ باللہ ناپاک کر رہی ہے۔

نہیں اور ہرگز نہیں جب خدا کے جلووں کو یہ چیزیں ناپاک نہیں کر سکتیں تو مظہر خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کو کس طرح ناپاک کر سکتی ہیں۔

جواب نمبر ۲ :۔ قرآن مجید میں ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔

چنانچہ پ ۱۵ میں ہے۔ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ اور تسبیح کے متعلق علمائے اعلام ومفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ تسبیح حقیقی ہے جیسا کہ مفردات امام راغب صفحہ ۲۲۰ میں ہے کہ فذلک یقتضی ان یکون تسبیحا علی الحقیقۃ یعنی دلائل وقرائن کا تقاضا یہ ہے کہ آیۃ کریمہ میں تسبیح حقیقت پر محمول ہو یعنی تسبیح قولی حقیقی مراد لی جائے اور صرف امام راغب ہی نہیں بلکہ علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی پارہ ۱۵ صفحہ ۹۷ پر تسبیح قولی حقیقی پر احادیث وآثار کثیرہ نقل فرما کر لکھتے ہیں۔

الی ما لا یکاد یحصی من الاخبار والآثار وھی بمجموعھا متعاضدۃ فی الدلالۃ علی ان التسبیح قال کما لا یخفی

وھو مذھب الصوفیۃ یعنی بے شمار احادیث اور آثار مجموعی قوت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ جس تسبیح کا ذکر فرما رہا ہے وہ تسبیح قالی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور یہی صوفیہ کا مذہب ہے۔

اس کے بعد صـ۸۰ پر فرماتے ہیں۔

ولعل الاولیٰ فیہ ان یلتزم التسبیح علی ما ھو الاعم من الحالی والقالی و یثبت کلا النوعین لکل شئی۔

یعنی اولیٰ یہ ہے کہ یہاں تسبیح سے عام تسبیح مراد لی جائے جو حالی اور قالی دونوں کو شامل ہو اور دونوں قسم کی تسبیح ہر شے کے لیے ثابت کی جائے۔

فائدہ ان عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ عالم کا ہر ذرہ (خواہ وہ پاک ہو یا ناپاک خبیث ہو یا طیب حالی اور قالی تسبیح حقیقی میں مصروف ہے اب صرف اتنی بات غور طلب ہے کہ یہ تسبیح ناپاک اور خبیث چیزوں میں پائے جانے کی وجہ سے کہیں ناپاک تو نہیں ہو گئی۔ اگر تسبیح خداوندی ہر ناپاک اور خبیث چیز میں پائی جا سکتی ہے تو جلوہ ہائے حقیقت محمدیہ کا پایا جانا کیوں قابل اعتراض ہے۔

جواب نمبر ۴ نجاست جس قسم کی ہوتی ہے اسی قسم کی اشیاء میں اثر کرتی ہے مثلاً مشرکین نجس ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انما المشرکون نجس (پ التوبہ) بیشک مشرک نجس ہیں۔

لیکن اگر کوئی مشرک اپنا صاف ستھرا ہاتھ پاک پانی میں ڈال دے تو وہ پانی ناپاک نہ ہوگا حالانکہ شرک ناپاک ہے اس پانی کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ صرف یہی ہے کہ پانی اس عالم اجسام کی قسم سے ہے اور مشرک کی نجاست محض اعتقادی ہے امور اعتقادیہ عالم اجسام کی قسم سے نہیں لہذا یہ نجاست پانی میں اپنا اثر نہیں کر سکتی بخلاف جسمانی نجاست کے کہ وہ اشیاء جسمانیہ کو متاثر کرے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت عالم امر بلکہ اس سے بھی بالاتر ہے اور یہ نجاست وخباثت کے آثار صور جسمانیہ سے متعلق ہیں جو عالم خلق کی چیز ہے اب بتائیے کہ شرک کی اعتقادی نجاست پانی کو ناپاک نہیں کر سکتی تو یہ نجاستیں حضور کے نور کو کس طرح ناپاک کر سکتی ہیں۔

آفتاب و ماہتاب شعاع بصری اور چراغوں کی روشنی رات دن نجس اور ناپاک چیزوں پر پڑتی ہے مگر ناپاک نہیں ہوتی۔ آپ اندازہ کیجیے کہ جو نجاست مذکورہ روشنی اور اس کی شعاعوں کو ناپاک نہیں کر سکتی وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نورانی جلووں کو کیونکر ناپاک کر سکے گی جس طرح یہ نجاست اپنی ہی نوع کی چیزوں کو متاثر کر سکتی ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی ایسی ہم جنس اشیاء سے ہو سکتا ہے۔

اعتقادی نجاست پانی سے دور نہیں ہو سکتی خواہ تمام دنیا کے سمندر مشرک کو پاک کرنے کے لیے صرف کر دے جائیں لیکن وہ پاک نہ ہوگا اس کی پاکی کلمہ طیبہ کی تصدیق پر موقوف ہے اگر وہ سچے دل سے ایک مرتبہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھے تو جو نجاست دنیا کے پانیوں سے دور نہیں ہو سکتی اور وہ ایک آن میں زائل ہو سکتی ہے اب اگر کوئی

بے وقوف اس کلمہ طیبہ کو جسمانی نجاست کے ازالہ کے لیے استعمال کرے اور ناپاک جسم یا نجس کپڑے پر کلمہ شریف پڑھ کر پھونکنا شروع کر دے اور یہ خیال کرے کہ یہ کلمہ تو ایسا ہے کہ سات سمندروں سے جو چیز پاک نہ ہو سکے وہ اس سے پاک ہو جاتی ہے یہ ماشہ بھر نجاست اس کے سامنے کیا حقیقت رکھ سکتی ہے تو کیا اس بے وقوف کا خیال صحیح ہوگا۔ یقیناً نہیں اس جسمانی نجاست کے ازالہ کے لیے بہر صورت اس کو پانی ہی استعمال کرنا پڑے گا جو اس عالم اجسام کی چیز ہے معلوم ہوا کہ عالم شہادت کی نجاستیں اسی عالم شہادت کی اشیاء کو متاثر کر سکتی ہیں اور جو نجاستیں جسمانیات سے الگ ہیں ان کا اثر جسمانیات پر نہیں ہو سکتا پاکی اور ناپاکی کے اس فلسفے کو ذہن میں رکھ کر اگر آپ حاضر و ناظر کے مسئلہ کو سوچیں تو کوئی الجھن آپ کے ذہن میں باقی نہ رہے (انشاء اللہ تعالیٰ)

جواب نمبر ۵

ہم تو ایسے تصورات سے بھی خود کو کوسوں دور رکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گندگیوں اور نجس چیزوں اور بیت الخلا میں حاضر و ناظر کہیں مخالفین کے تصورات اسی لیے ایسے تصورات تو بجائے مانند عوام کو بہکانے کے لیے سٹیجوں منبروں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر بیان کرتے ہیں حالانکہ اصول شرع پر بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں ماننا اور عقیدہ رکھنا فرض ہے لیکن زبان پر لانا کفر ہے مثلاً ہم سب عقیدہ رکھتے ہیں اور مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے قرآن مجید میں ہے خالق کل شئی۔ خلق کل شئی وغیرہ وغیرہ۔ اس میں کائنات کی

کوئی شے مستثنیٰ نہیں کہ جسے اللہ تعالےٰ کی تخلیق میں تعلق نہ ہو لیکن بعض اشیاء ایسی ہیں کہ انہیں زبان پر لانا یعنی انکا زبان سے بیان کرنا کفر ہے مثلاً کہنا خالق الخنزیر، خالق الکلاب۔ خالق القاذورات وغیرہ (شرح فقہ ملا علی قاری اور مخالفین کا حکیم الامتہ مولوی اشرف علی تھانوی بوادر النوادر وغیرہ۔

ایسے ہی ماں باپ کو نام سے بلانا، اگرچہ جائز ہے لیکن بے ادبی ہے فقیر کا اس سوال کے جواب میں رسالہ ہے "تنبیہ الغبی بان النجس لا یقدح بشہود النبی" عرف گندگی اور حاضر" اس کا مطالعہ کیجئے۔

لطیفہ چونکہ ان لوگوں کے ذہن گندگیوں سے لبریز ہوتے ہیں اسی لیے وہ ایسے سوالات کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

نہ صرف ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ اللہ تعالےٰ کی بے ادبی اور گستاخی میں کوئی باک نہیں سمجھتے ایک دفعہ ان کا محدث تقریر میں توحید الٰہی بیان کر رہا تھا کہ کتیا کو بچے کون دیوے کہو اللہ۔ بلی کو بچے کون دیوے کہو اللہ۔ اہلسنت کے قادر الکلام خطیب حضرت صاحبزادہ فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اٹھ کا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید نہیں توہین ہے بلکہ توحید یوں بیان کرو کہ چاند کو توڑ کے اسے جوڑنے والے نبی (علیہ السلام) کو کس نے بنایا کہو اللہ۔ اور سورج موڑنے والے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کس نے بنایا۔ کہو۔ اللہ۔

نجس ذہن اور نجس تصور

مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا کہ میں نے ایک رات خواب میں حالت جنابت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے (تذکرۃ الرشید ص۲۱۷)

(تبصرہ اویسی غفرلہ) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ غور فرمایئے ایسے گندے ذہن رکھنے والوں کو ہی ایسی باتیں سوجھتی ہیں ورنہ ہزاروں زائرین کی حکایات پڑھ جائیں کوئی ایسا زائر نہ ملے گا۔ اسی لئے فقیر کہتا ہے کہ ایسے خواب منگھڑت ہوتے ہیں تفصیل دیکھیے۔ فقیر کی کتاب "بلی کے چھچھڑے"

سوال

اگر حضورؐ حاضر و ناظر ہیں تو تم امام بن کر نماز کیوں پڑھاتے ہو۔

جواب نمبر ا: یہ دنیوی احکام ہیں اور وہ بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل کہ آپ نے اپنے غلاموں کو امامت کا حکم دیا

جواب نمبر ۲: حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے غلاموں کے پیچھے نماز ادا فرمائی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

جواب نمبر ۳: ہمارا مسلک یہ ہے کہ اہل حق اور اہل محبت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کمال الایمان سمجھنے والے مسلمانوں کی جماعت اگر چہ حکم شرع کے مطابق ایک امام کے پیچھے ہوتی ہے لیکن روحانی طور حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی امام ہوتے ہیں یہ امامت چونکہ

عالم تکلیف سے بالاتر ہے اسی لیے مسائل شرعیہ کی قیود سے بھی وراء الورا ہے۔ اہل بصیرت بعض اوقات اس کا مشاہدہ بھی فرماتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ الحاوی للفتاوی صفحہ ۲۶۱ میں ارقام فرماتے ہیں۔

قال فی الوحید وممن رأیتہ بمکۃ الشیخ عبداللہ الدلاصی اخبرنا انہ لم تصح لہ صلوٰۃ فی عمرہ الا صلوٰۃ واحدۃ قال وذلک انی کنت فی با لمسجد الحرام فی صلوٰۃ الصبح فلما احرم الامام واحرمت اخذتنی اخذۃ فرأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلی اماما وخلفہ العشرۃ فصلیت معھم وکان ذلک فی سنۃ ثلاث وستین و ستمائۃ فقرا علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الرکعۃ الاولیٰ سورۃ المدثر وفی الثانیۃ	سیدی الشیخ عبدالغفار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب "الوحید" میں فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں سیدی الشیخ عبداللہ الدلاصی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھا انہوں نے مجھے بتایا کہ عمر بھر میں میری ایک ہی نماز ایسی ہوئی ہے جس میں پورے وثوق کے ساتھ صحیح کہہ سکوں۔ بات یہ ہے کہ صبح کی نماز میں نے پڑھی۔ میں مسجد حرام میں تھا جب امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ میں نے بھی تکبیر تحریمہ کہی تو مجھ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ہو کر نماز پڑھا رہے ہیں اور عشرہ مبشرہ بھی حضور کے

یتساءلون فلما مسلم دعا بہذا الدعا اللھم اجعلنا ھداۃ مھدیین غیر ضالین ولا مضلین لا طمعا فی برک ولا رغبۃ فیما عندک لان لک المنۃ علینا بایجادنا قبل ان لم تکن فلک الحمد علی ذلک لا الٰہ الا انت۔

پیچھے ہیں۔ میں نے ان کی معیت میں نماز پڑھی یہ واقعہ ۶۷۳ھ کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سورہ مدثر اور دوسری رکعت میں سورہ عم پڑھی۔ سلام پھیر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا ھُدَاۃً مَھْدِیِّیْنَ غَیْرَ ضَالِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ لَا طَمَعًا فِیْ بِرِّکَ وَلَا رَغْبَۃً فِیْمَا عِنْدَکَ لِاَنَّ لَکَ الْمِنَّۃَ عَلَیْنَا بِاِیْجَادِنَا قَبْلَ اَنْ لَمْ نَکُنْ فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے۔ امام نے بھی اسی وقت سلام پھیر دیا امام کے سلام پھیرنے کا مجھے علم ہوا تو میں نے بھی سلام پھیر دیا۔

جواب نمبر ۵ : تم قرآن وحدیث سے یہ ثابت کرو کہ جس جگہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم موجود ہوں وہاں کوئی اور امام نہیں بن

سکتا۔ مدینہ شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات پاک میں دس برس تک تشریف رکھتے تھے مگر اُس شہر میں کئی لوگ جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے اور کئی صحابہ مدینہ پاک کے محلّوں میں امامتیں کراتے تھے آپ نے یہ حکم نہیں فرمایا کہ جو شخص اس ہماری مسجد میں ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھے اُس کی نماز ناجائز ہے

سوال :۔ ترمذی میں ابن مسعود سے روایت ہے لَا یُبَلِّغُنِی اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِی شَیْئًا فَاِنِّی اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ وَاَنَا سَلِیْمُ الصَّدْرِ۔ کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو خبر پہونچانے والے سے خبر سننے کا کیا معنیٰ آپ کو تو پہلے ہی خبر تھی۔

جواب :۔ بارہا عرض کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی زندگی مبارکہ شریعت ساز تھی آپ نے اس حدیث میں یہ قانون بنایا کہ کوئی کسی کو دوسرے بھائی کی ایسی خبر نہ پہونچائے جس سے جانبین کے دلوں پر غل وغش کا موجب بنے یہ معاشرہ کا ایک ایسا بھاری رکن ہے کہ آپس میں زندگی بسر کرنے کا اسے بہت بڑا دخل ہے تفصیل فقیر کے ترجمہ احیاء العلوم میں پڑھیے۔ حضور علیہ السلام کے ایسے طریقے اختیار کرنے سے لاعلمی و حاضر و ناظر کی نفی کو کوئی تعلق نہیں جیسا کہ بار بار مختلف احادیث کے جوابات میں عرض کیا جا رہا ہے۔

سوال :۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو من زار

قبری وجبت لہ شفاعتی کے کیا معنی ہوں گے اور مدینہ جانے کی کیا ضرورت ہے۔

نوٹ :۔ ایسے ہی سوال سے بے ڈھنگے مناظر اور جاہل مقرر واعظ جماعت کو پاگل بنا کر انہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔ کیونکہ جاہل لوگ ان کی ایسی دھوکہ سازی اور مکر و دغا بازی سے خوش ہوتے ہیں۔ سچ ہے۔

؎ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز۔

جواب :۔ یہ بھی ان بھلے مانسوں کو ہمارے مذہب سے بے خبری کی دلیل ہے جب ہم بار بار کہتے ہیں اور کتابوں میں لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ بھی حق ہے اور نورانیت پاک بھی حق ہے ہمارا دونوں حقیقتوں پر ایمان ہے اور یہ قاعدہ بھی مسلم ہے اور ہم بار بار بھی لکھتے اور بتلاتے سمجھاتے ہیں کہ بشریت و نورانیت سے ہر دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ قبر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ رونق افروز ہیں اور ظاہر ہے کہ بشریت ایک محدود چیز ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اور نورانیت تمام عالم میں موجود ہے لیکن جب تک اس کی صحیح معرفت کے بعد قرب روحانی حاصل نہ ہو اس وقت تک کوئی شخص اس روحانیت مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اہل کمال کو تو ہر وقت حضور کا قرب نصیب ہے لیکن وہ گنہ گاران امت جو بشریت کی حدود سے متجاوز ہو کر عالم روحانیت تک نہیں پہنچے۔ ان کے لئے اگر قبر شریف

کا سہارا نہ ہو تو ان کے لیے پناہ کی کونسی جگہ ہے۔ قید بشریت والوں کے لیے ان کی بشریت مطہرہ جائے پناہ ہے اور اہل روحانیت کے لیے ان کی روح اقدس ملجاؤ ماوی ہے مختصر یہ کہ حدیث من زار قبری میں دور افتادوں کے لیے مژدہ شفاعت ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ میں اپنی جسمانیت مقدسہ کے ساتھ قبر انور میں زندہ رونق افروز ہوں۔ جس طرح میری حیات ظاہری میں میری بارگاہ میں حاضر ہونے والا کبھی محروم نہیں ہوا۔ بالکل اسی طرح بعد الوصال بھی میرا فیض جاری ہے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ میں حاضر و ناظر نہیں بشریت مقدسہ کے ایک جگہ رونق افروز ہونے سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر کس طرح زد پڑ سکتی ہے جسمانیت مطہرہ حیات حقیقیہ کے ساتھ قبر انور میں جلوہ گر ہے اور روحانیت و نورانیت تمام اکوان عالم میں موجود ہے

کالشمس فی کبد السماء وضوءها
یغشی البلاد مشارقاً ومغاربا

جس طرح سورج کے آسمان پر ہونے سے لازم نہیں آتا کہ زمین پر اس کی روشنی نہ ہو۔ اسی طرح قبر انور میں جسمانیت شریفہ کے پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آفاق عالم میں شمس رسالت کے انوار نہ ہوں سورج آسمان پر ہی ہوتا ہے مگر اس کی شعاعیں ہر خطے کو روشن کرتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبہ خضرا ہی میں ہیں لیکن اپنے انوار سے زمین و آسمان کو منور فرما رہے ہیں۔

سوال :۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے مَنْ قَالَ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یَکْفُرُ جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں۔ جانتی

ہیں وہ کافر ہے شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں
فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و
شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند
یعنی نبی اور پیغمبروں کے لیے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے
ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں
اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت
ہے کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے۔
وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب نمبر ا۔ مفصل جوابات فقیر کے رسالہ "من تنالوا ما نالوا"
میں ہیں سر دست الزامی جواب یاد رہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی
و حسین احمد کانگریسی نے امداد السلوک اور شہاب ثاقب میں پیر و مرشد
کو ہر جگہ حاضر و ناظر لکھا۔ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے
کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ۔ اس
اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک
جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے اب
مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین برزخ وغیرہ جہاں
وہ رہتی ہیں وہاں تو حاضر مانیں گے ہی۔ بس کہیں بھی ماننا کفر ہوا۔
تیسرے اس لیے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت
پیش کر چکے ہیں کہ یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے چوتھے کہ ہم اشعتہ
اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی
عبارت بیان کر چکے ہیں جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب

میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہے
اب ان اکابر فقہا پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہٰذا ماننا ہوگا
کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و
ناظر ہوتا ہے جو صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی، قدیم واجب بغیر کسی
جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے
مگر کسی جگہ میں نہیں۔ پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشیدیہ
جلد اوّل کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ
۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید
احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ
عبدالعزیز صاحب کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ و انبیاء کی
قدرت تمام مقدوراتِ الٰہیہ پر اللہ کی طرح ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ
عبدالعزیز صاحب وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا کے ماتحت
حضور علیہ السلام کو حاظر ناظر مانتے ہیں ان کی عبارت مع دیگر عبارات
باب اول میں گزری ہے۔

سوال:۔ بیہقی میں ہے۔ مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ
وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس
درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے
تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ
تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جوابات:۔ اس حدیث شریف کے جوابات تفصیلی تو فقیر کے
رسالہ "دور سے سننا" میں ہیں۔ اجمالی جوابات حاضر ہیں۔

ا۔ علم اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس شے کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہو اسے از خود بنا کر احکام کا ترتیب تحریف ہے ہمارا سوال ہے کہ اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ دُور کا درود نہیں سُنتے بلکہ یہ ہے کہ جو دور سے پڑھتا ہے وہ درود پہونچایا جاتا ہے ۔
درود پہونچائے جانے سے لاعلمی یا حاضر و ناظر کی نفی ثابت کی جائے تو منکرِ خدا بھی کہہ سکتا ہے کہ بندوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کے حضور میں پہونچائے جاتے ہیں جیسے بخاری و مسلم و مشکوٰۃ کی روایت میں ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا ۔
اگر کوئی اس کا یہ جواب دے کہ اللہ تعالےٰ کے لیے دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ وہ خود بھی اعمال کو جانتا ہے اور ملائکہ بھی پہونچاتے ہیں تو یہی ہم کہتے ہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے، خود سننے کے متعلق ہم دور سے سُننا رسالہ میں اور اسی کتاب کے ابواب سابقہ میں حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل و روایات پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود مدینہ میں آپ بہ نفس نفیس خود سُنتے ہیں اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے۔ تو دور و قریب سے مراد قلبی دور و قرب ہے نہ کہ مسافت ۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

گر بے منی و پیش منی در یمنی ۔ گر با منی و در یمنی پیش منی

ترجمہ:۔ میرے قرب قلبی سے تو نہیں اگرچہ میرے سامنے ہے تب بھی تو دور ہے ہاں اگر میرے قلب کا قرب تجھے حاصل ہے تو تو میرے قریب ہے اگرچہ یمن میں ہے ۔

نکتہ .. درود پہنچائے جانے میں امتی کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے اُن کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ انام کی بارگاہ میں آگیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

نقلی دلائل قطع نظر ادبیر کی تقریر کے ہمارے پاس نقلی دلائل بھی ہیں مثلاً کتاب جلاء الافہام مصنف ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث نمبر ۱۰۸ میں حدیث نقل ہے۔

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا بعد وفاتک قال و بعد وفاتی۔

یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے دستور بعد وفات بھی رہے گا جلاء الافہام مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ صفحہ ۷۳۔ انیس الجلیس مصنفہ مولانا جلال الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

اصحابی اکثروا الصلوٰۃ علی فی کل یوم الاثنین والجمعۃ بعد وفاتی فانی اسمع صلوٰتکم بلا واسطۃ

یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو۔ میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔

گھر کی گواہی انور کشمیری نے سوال مذکور کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ درود کا حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں چونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں

حین کے ساتھ خدا تعالٰی کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے پیش کش علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کے لیے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لیے اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے (فیض الباری ص ۳۰۲ ج ۲)

فیض الباری کی اس عبارت سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ بارگاہ رسالت میں فرشتوں کا درود شریف پیش کرنا حضور علیہ السلام کی لاعلمی پر مبنی نہیں بلکہ کلمات درود بعینہا کو بطور تحفہ و ہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے سننے اور جاننے کو اس پیشکش سے کوئی تعلق نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا اَعْطَاہُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ اِذَا مِتُّ فَلَیْسَ اَحَدٌ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلَاۃً صَادِقًا مِنْ قَلْبِہٖ اِلَّا قَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلّٰی عَلَیْکَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ۔ (کشف الغمہ ص ۲۷۰، جواہر البحار ص ۲۰ ج ۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام مخلوق کی قوت سماع عطا ہوتی ہے وہ میری وفات پر میری قبر پر قائم رہے گا جو بھی خلوص نیت سے مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ کہے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں کے بیٹے فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔

حضور علیہ السلام تمام مخلوق کے لیے رسول اور نبی ہیں تو جو فرشتہ قبر انور پر مقرر ہے وہ بھی چونکہ مخلوق ہے لہذا آپ

اس کے بھی نبی اور رسول ہیں یا یوں کہئے کہ وہ فرشتہ حضور علیہ السلام کا امتی ہے۔

خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ چودھویں صدی میں کچھ کم عقل ایسے پیدا ہوں گے جو سرور کونین کی قوت سامع پر اعتراض کرتے ہوئے زبان درازی کریں گے کہ اگر نبی دُور کا درود و سلام سن سکتا ہے تو پھر فرشتہ کیوں مقرر ہے خدا تعالےٰ نے ان کا رد فرمایا اور فرشتے کو مقرر فرما کر گویا یوں ارشاد فرمایا کہ اے عقل کے اندھو یہ فرشتہ میرے محبوب کا امتی ہے اور ساری مخلوق سے بڑھ کر قوت سامعہ کا مالک ہے دنیا کے کسی خطے میں بھی کوئی شخص درود و سلام پڑھے وہ سن لیتا ہے جس نبی کے امتی کی قوت سامعہ کا یہ حال ہو۔ اس کی اپنی قوت کا کیا حال ہوگا۔

سوال :۔ بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبداللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبداللہ ابن اُبی نے بارگاہ عالی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا۔ فَصَدَّقَہٗ وَکَذَّبَنِیْ حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ناظر ہیں تو ابن اُبی کی غلط تصدیق کیوں کر دی۔ جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

جواب :۔ عبداللہ ابن ابی کی تصدیق فرما دینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو۔ جب کہ بارہا عرض کیا گیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے یونہی عمل فرمایا جیسے کہ تا حال بلکہ قیامت میں بھی یہی ہوگا کہ شرعاً مقدمہ

میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعیٰ علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر۔ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ تھی عبداللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا پھر جب قرآن نے زید کی گواہی دی تب اس گواہی سے اُن کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گذشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعویٰ رب العلمین امت مصطفےٰ علیہ السلام سے انبیاء کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب اُن کے نامہ اعمال اور ملائکہ بلکہ خود اُن کے اعضاء سے گواہی لے کر اُن کے خلاف فیصلہ ہوگا تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے۔ کَذَّبنِی کے معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ صحابہ کرام کی شان اونچی ہے۔

نوٹ:۔ ان اکثر سوالات کا تعلق علم غیب سے ہے اسی لیے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حاضر و ناظر کا مسئلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا تھا۔ وہابیوں نے اس کا انکار کیا۔ ورنہ اس پر اعتراضات اسلاف سے منقول ہوتے۔ یہ سوالات وہابیہ بھی پیش کرتے ہیں تو علم غیب کے انکار پر اور وہ بھی محض قیاس اور ڈھکوسلہ اور بس۔

صحابہ کرام رضی اور حاضر و ناظر

اس موضوع پر فقیر کا ایک مستقل رسالہ ہے اسکی تلخیص حاضر ہے سبب کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام ہی اسلام کا حقیقی معیار ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست اسلام حاصل کیا مسئلہ حاضر و ناظر کے تمام اشکالات حل ہو جانے چاہئیں۔ فقیر اختصار کے پیش نظر چند حضرات کے معمولات عرض کرتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

آپ غزدہ تبوک کے موقعہ پر گھر کا تمام اثاثہ لیکر بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ تو اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آیا ہے۔ پیکر صداقت و وفا نے اس سوال پر یوں عرض کیا۔ اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہ۔ میں انکے لیے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶ کنز العمال ص ۴۹۱ ۔ ۱۲ ۔ الدارمی وقال حسن صحیح)

(ف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محو گفتگو ہیں پھر فرماتے کہ گھر میں اللہ و رسول (جل وجلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔ پھر یہ وہی (عقیدہ) نہ ہوا جو ہمیں نصیب ہے کہ۔

وہ بظاہر رہتے ہیں مدینے میں
لیکن درحقیقت رہے ہیں ہر مومن کے سینے میں

انتباہ: حضور سرورعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگوں کے ایمان ایک پلڑا میں اور دوسرے پلڑے میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان ہو تو۔ ترجح ایمان ابی بکر۔ ابوبکر کا ایمان ترجیح پا جائیگا۔ یعنی انکے ایمان کا جوہر تمام لوگوں کے ایمان کے جوہر سے بھاری ہے اسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلب کے خلوص اور سیت پر محمول فرمایا۔ بہرحال صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ تھا جو اہلسنت کو نصیب ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "الاصابہ فی عقائد الصحابہ" اور صحابہ کے وارث کون میں پڑھیے۔

راجز اسلمی رضی اللہ عنہ

طبرانی صغیر ص ۲۰۱ بی بی میمونہ سے مروی ہے کہ۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بات عندھا فی لیلتھا فقام یتوضاء للصلوٰۃ فسمعتہ یقول فی متوضأہ لبیك لبیك ثلاثاً نصرت نصرت ثلاثاً فلما خرج قلت یا رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) سمعتك تقول فی متوضائك لبیك لبیك ثلاثاً نصرت نصرت ثلاثاً کانّك تکلّم انسانًا فھل کان معك احدٌ فقال ھذا راجز یستصرخنی۔

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس انکی باری کی رات میں ٹھہرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے

واسطے اٹھے نماز کے واسطے وضو کرتے وقت اسی مقام میں بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ لبیک لبیک تین مرتبہ فرمایا یعنی میں تیرے پاس پہنچا۔ میں تیرے پاس پہنچا۔ تو امداد کیا گیا۔ تو امداد کیا گیا۔ تین دفعہ فرمایا۔ اور اپنے وضو کرنے کے مقام میں تشریف فرما ہیں۔ کہیں دوسری جگہ بھی نہیں گئے اور نہ غائب ہوئے۔ تو جب آپ نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اس جگہ سے علیحدہ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم میں نے ایسے سنا ہے کہ آپ وضو کرنے کے مقام پر بیٹھے ہی فرما رہے تھے لبیک لبیک نصرت نصرت تین دفعہ فرمایا گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرماتے ہیں۔ کیا حضور کے پاس کوئی تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ راجز مجھ سے سوال کرتا ہے۔

(ف) وہی عقیدہ اہلسنت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جند جان سے بھی قریب تر ہیں۔ اسی لیے راجز صحابی رضی اللہ عنہ نے مدد چاہی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عقیدہ پر مہر ثبت فرمائی کہ اسے لبیک سے جواب دیا۔ بمعنی حاضر ہوئی۔ حج وعمرہ کا تلبیہ کا مشہور لفظ ہر مسلمان کو یاد ہے جسکا معنیٰ ہے حاضر ہوں۔ اور نہ صرف حاضر و ناظر بلکہ حضرت راجز کی مدد بھی فرمائی۔ اور وہ امن وسلامتی کے ساتھ مدینہ پاک پہنچے اور اسکی تصدیق سیدہ میمونہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے چاہی تو وہی وقت نکلا جس وقت وہ اپنے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "لبیک" اور نصرت سنا تھا۔ یہی ہمارا موقف ہے جو ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وراثت میں نصیب ہوا ہے۔

(الحمد للہ علی ذلک)

مسلمۃ الکذاب کی جنگ میں

شواہد الحق ص ۱۱۸ میں ہے کہ وصح ایضا ان

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما قاتلوا مسیلمۃ الکذاب کان شعارھم وا محمداہ وا محمداہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسیلمۃ الکذاب سے جنگ لڑتے تو انکا شعار تھا کہتے" وامحمداہ وامحمداہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(ف) یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔

ایک جنگ میں ایک رات صحابہ کرام سخت مشکل میں مبتلا ہوئے

کان شعار المسلمین تلك اللیلۃ نیا درن یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل۔

اس رات ان حضرات کا شعار یہ تھا کہ "یا محمد" "یا محمد" کہہ کر پیارے پیغمبر کو پکارتے اور نصر اللہ انزل کہہ اللہ تعالیٰ سے مدد کرنے کی دعا مانگتے۔

(فتوح الشام ص ۲۱۸)

یہ صرف نمونہ کے طور پر عرض کیا ہے۔ ورنہ اس قسم کے واقعات بکثرت ہیں۔

یارسول اللہ پکارنا مسلمانی کی علامت

یارسول اللہ صرف اور صرف مسلمانوں کی نشانی تھی ورنہ یہود و نصاریٰ بھی تو اللہ اکبر

کے قائل تھے۔ یا رسول اللہ کا امتیاز کرتا تھا کہ یا رسول اللہ اسلام کا نعرہ ہے اور صرف اللہ اکبر انگریزوں (عیسائیوں وغیرھم) اور عربی میں شعار خصوصی عرب کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ (قاموس صـ ۲۸۱ صراح صـ ۱۸۷ لغات الحدیث صـ ۸۵ ش) میں ہے کہ :۔

شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جو ایک فوج والے آپس میں مقرر کرلیں تاکہ دوست دشمن میں تمیز ہو جاتے تھے۔ یعنی صحابہ نے مقرر کر لیا تھا کہ جو "یا محمداہ" کہے اسے مسلمان سمجھا جائے اور جو نہ کہے اسے کافر جانا جائے۔

(ف) کثرت واقعات کے لیے فقیر کی کتاب "ندائے یا رسول اللہ" کا مطالعہ کیجئے۔ صرف ایک واقعہ دورِ فاروقی کا ملاحظہ ہو۔

دورِ فاروقی

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ کو ایک ہزار سوار دیکر فتح حلب کے لیے روانہ کیا اور فرمایا کہ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ ادھر یوقنا حاکم حلب کو اسکے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جماعت کے ساتھ تمہارے شہر کی فتح کے ارادہ سے آرہے ہیں اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یوقنا نے اپنے لشکر کو تیار کر کے آدھا اپنے ساتھ لیا اور آدھا اپنے پیچھے مقرر کیا۔ حضرت کعب کی نظر جب اسکے لشکر پر پڑی۔ تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ کہ میرے اندازہ کے مطابق دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے۔ جسکا ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔ الغرض مقابلہ شروع ہوا۔ اور یوقنا کے لشکر کے قدم اکھڑنے لگے۔ اور مسلمانوں کو فتح کا یقین ہو گیا۔ مگر اسی وقت یوقنا کا پچھلا لشکر بھی آ چڑا۔ جس سے مسلمانوں کے لشکر کا کچھ حصہ گھبرا گیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لیے بے چین

اور اس صورتِ حال سے پریشان تھے۔ اور اپنے لشکر میں یوں پکار رہے تھے۔ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَنْزِلْ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُثْبُتُوْا اِنَّمَا ھِیَ سَاعَۃٌ وَ یَأْتِیَ النَّصْرُ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ یا محمد! یا محمد! اے اللہ کی مدد نازل ہو۔ اے مسلمانوں کے گروہ! ثابت قدم رہو۔ یہی ایک گھڑی ہے۔ مدد آنے والی ہے تمہارا ہی بول بالا ہے۔

(فتوح الشام مطبوعہ مصر ص ۱۵۱ ج ۲)

تعلیم نبوی

درحقیقت یہ طریقۂ استمداد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاں حاضر سمجھ کر ندا کرنے کا سبق خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا۔ حدیث نابینا ہمارے دعوی کی دلیل کافی ہے۔

حدیث نابینا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا رسول اللہ کہنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ	اے اللہ میں تجھ سے مانگتا
وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ	ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا
بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ	ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کہ نبی رحمت
تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی	ہیں یا محمد میں آپکے وسیلہ سے
رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ	اپنے رب کی طرف اس

لِتُقْضٰى لِيَ اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

حاجت میں متوجہ ہوا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

(ابن ماجہ، نسائی، ترمذی، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی)

(ف) حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ جب اس نابینا صحابی نے نماز پڑھ کر یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسکو آنکھیں عطا کر دیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کبھی اندھا ہی نہ تھا۔ (طبرانی)

دائمی عمل نہ صرف وقتی طور پر یہ کرشمہ دکھایا۔ بلکہ اس نابینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دائمی طور پر مشکلات کے حل کے لیے اجازت بخشی کہ جب بھی تجھے مشکل پڑے تو یہی وظیفہ عمل میں لانا۔ چنانچہ اسی روایت میں بعض محدثین نے یہ بھی روایت کیا کہ جب بھی تجھے مشکل پڑے تو یہی وظیفہ عمل میں لانا چنانچہ اسی روایت میں بعض محدثین نے یہ بھی روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ان کان لک حاجۃ فمثل ذالک۔ یعنی جب تجھے مشکل ومصیبت پیش آئے تو ایسے کرنا۔ یعنی ہمیں وسیلہ بھی بنانا اور مجھے پکارنا بھی۔

اس آخری جملہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ندائے یارسول اللہ مخصوص بہ حیات نہیں اور نہ ہی قریب مکانی سے مقید بلکہ اجازت بخشی کہ جہاں جب اور جسے مشکل ہو تو یہی وظیفہ کرے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لیکر ہمارے دور تک یہی وظیفہ معمول بہ اور مجرب ہے صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کے معمولات بعد کو عرض کرونگا۔ فقیر کا

آزمودہ اور مجرّب طریقہ متعلقہ بہ روایت ہذا پڑھیئے اور پھر اسے عمل میں لاکر اللہ تعالیٰ سے مشکل حل کروالیجئے۔

وظیفہ برائے ہر مشکل تازہ وضو کر کے دو نفل پڑھ کر سو بار دعاء مذکورہ بالا (حدیث) پڑھیں اول و آخر تین بار درود شریف پڑھتے وقت کسی سے نہ بولیں اور مسجد میں جہاں نماز عشار کا آخری دوگانہ پڑھا ہے۔ اور دوگانہ پڑھنے کے بعد اسی جگہ بیٹھ کر یہی وظیفہ پڑھے۔ جب تک مشکل حل نہ ہو۔

معمولات صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

رُوِیَ ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃ لہ و کان عثمان لا یلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فشکی ذالک الیہ فقال لہ عثمان بن حنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أیت المیضأۃ فتوضأ ثم أت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللّٰھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبینا محمّد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمّد انی اتوجہ بک الی ربی

فیقضی حاجتی و تذکر حاجتک ورح الیٰ
حتی ارواح معک فانطلق الرجل فصنع
ما قال لہ ثم اتی باب عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فجاء البواب حتی اخذہ بیدہ
فادخلہ علی عثمان بن عفان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فاجلسہ معہ علی طنفسۃ
وَ قال حاجتک فذکر حاجتہ فقضاھا
ثم قال ما ذکرت حاجتک حتی کانت
ھذہ الساعۃ وقال ما کان لک من
حاجتنا فأتنا ثم ان الرجل خرج من
عندہ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فقال لہ جزاک اللہ خیرا
ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت *
الیٰ حتی کلمہ فی فقال عثمان بن حنیف
رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما کلمہ ولکن
شھدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم و اتاہ رجل ضریر فشکا الیہ
ذھاب ضرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ائت المیضأۃ فتوضاء
ثم صل رکعتین ثم ادع بھا الدعوات
فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ

عنه فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث
حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن
بہ ضرقط (رواہ الطبرانی)

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی خدمت میں آتا جاتا امیر المؤمنین نہ اسکی طرف التفات کرتے نہ اسکی حاجت پر نظر فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اس امر کی شکایت کی انہوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں یارسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روائی فرمائیے اور اپنی حاجت ذکر کر پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں حاجت مند نے (کہ وہ بھی صحابی یا کم از کم کبار تابعین سے تھے) یونہیں کیا پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے۔ دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا۔ امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملے۔ اور کہا اللہ تعالٰے تمہیں جزائے خیر دے۔ امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میری سفارش کی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تمہارے معاملہ میں

امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یونہی اوس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے صرف ایک صحابی کا عمل بھی بیشمار اغواث واقطاب اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ پر وزنی ہے۔ پھر صحابہ عبادلہ رضی اللہ عنہم میں یہ دونوں حضرات جس مسئلہ پر متفق ہو جائیں اسے خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن سعد سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی آدمی نے اسے کہا کہ تو اپنے بڑے محبوب کو یاد کر تو عبداللہ بن عمر نے کہا یا محمد یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری فریادرسی فرما دیجئے۔ اور ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت مذکور ہے تو انہوں نے فرمایا یا محمد۔

۱۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد ص ۱۰۳

۲۔ کتاب الاذکار للنووی ص ۱۳۵

۳۔ نسیم الریاض ص ۲۹۷ ج ۳۔ شرح شفا للقاری ص ۴۱ و ابونعیم فی الحلیہ۔)

بلال کی فریاد

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے قحط عام الرمادہ میں کہ بعد خلافت فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا۔ ان کی قوم بنی مزنیہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے۔ فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انہوں نے اصرار کیا آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ندا کی۔ **یا محمداہ** پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی۔ (ذکرہ فی الکامل)

ایک روایت میں ہے کہ :۔

اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِئْہُ السَّلَامَ فَاَخْبِرْہُ اَنَّکُمْ مستقیون (مستقون) وَقُلْ لَہٗ علیک الکیس فَاَتٰی عُمَرَ فَاَخْبَرَہٗ فبکیٰ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: یَارَبِّ لَا آلُوْ۔

تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام کہو۔ اور کہو کہ نرمی کرو۔ نرمی کرو۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام دیا۔ حضرت عمر نے لوگوں کو جمع کر کے دو رکعت نماز پڑھائی اور اسکے بعد لوگوں سے پوچھا کہ میں تمہیں خدا تعالیٰ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم مجھ سے کوئی ایسا معاملہ دیکھتے ہو؟ کہ اسکا غیر اس سے بہتر ہو، حاضرین نے کہا نہیں آپ نے فرمایا۔ بلال بن حارث اس اس طرح کہتے ہیں حاضرین نے کہا انہوں نے سچ کہا۔ (رواہ ابن ابی شیبہ (ابن اثیر)

بی بی صفیہ نے کہا

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں پکارا۔

اَلا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَ نَا
وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیًا
وَکُنْتَ رَحِیْمًا ھَادِیًا وَّ مُعَلِّمًا
لِیَبْکِ عَلَیْکَ الْیَوْمَ مَنْ کَانَ بَاکِیًا
فِدًی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اُمِّیْ وَخَالَتِیْ
وَعَمِّیْ وَ خَالِیْ ثُمَّ نَفْسِیْ مَالِیًا

۱۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہماری امید گاہ تھے اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے!

۲۔ اور آپ رحیم، ہادی اور معلّم تھے۔ جسکو رونا ہو آج آپ پر روئے

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا میری ماں اور میری خالہ۔ اور میرا چچا اور میرا ماموں پھر میری جان اور میرا مال۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۸۹)

سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

مخالفین کے امام ابن کثیر نے لکھا کہ جب سانحہ کربلا ہو چکا تو حضرت زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کو رو رو کر انتہائی درد و کرب میں پکارا۔ انکے اشعار ملاحظہ ہوں۔

یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ
و ملک السماہ هذا حسین بالعراة
مزمل بالدماہ قطع الاعضاہ
یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ
و بناتک سبایا وذریتک مقتلہ
تسفی علیہا الصبا یا محمداہ یا محمداہ
صلی علیک اللہ

ابن کثیر صد ۱۹۸ ج ۱)

(ف) سیّدہ زینب کا مزار ملک شام کے مشہور دمشق میں واقع ہے آج بھی بی بی رضی اللہ عنہا کے مزار پہ حاضری دو تو محسوس ہوتا ہے کہ آپ آنے والے پر لطف و کرم فرماتی ہیں ۱۴۱۸ھ فقیر چند رفقاء سمیت حاضر ہوا تو خوب لطف و کرم سے نوازا گیا۔

(الحمد للہ علی ذالک)

اپنی اس تصنیف (حاضر و ناظر) کو اسی پر ختم کرتا ہوں بایں امید کہ

خدایا بحق بنی فاطمہ!
کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ

هذا آخر ما رقمه قلم الفقیر
القادری ابوالصالح محمد فیض احمد
اویسی رضوی۔ بہاول پور۔ پاکستان

۲۲ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ بروز سوموار مبارک
سوا نو بجے صبح

نوٹ: گکھڑوی کی کتاب آنکھوں کی ٹھنڈک کا رد فقیر نے اوائل دور ۱۹۵۲ء میں شروع کر دیا تھا چند رسائل اسکے رد میں شائع بھی ہوئے لیکن مستقل رد کا موقع نہ مل سکا. مضامین جمع تھے. آج اسکی تکمیل کر کے کتابت کے لیے دے دی ہے خدا کرے اسکی طباعت کے اسباب نکل آئیں. آمین ثم آمین.

۲۲ ذوالحجہ ۱۹۱۸ھ بروز سوموار



فہرست عنوانات دلوں کا چین

marfat.com